U20086

Title – KITABUSH SHOFAA

Date 11-1-10

Creator – Sayyed Mehmood

Publisher – Matba Muslihul Matabi Naqea (Delhi).

Date – 1897

Pages – 52 + 72 + 36.

Subject –

کتاب الشفعه

از

کتب مذهب حنفی

مجمع البحرین و فتاوی قاضی خان و عینی شرح کنز

مؤلف و مترجم آنریبل سید محمود
بیرسٹر ایٹ لا جعل ظله ممدودا
الی الآباد باهتمام احقر العباد خواجه
مصلح الدین احمد غفر له
الاحد فی یوم التناد

سنه ۱۸۹۷ء

مطبع مصلح المطابع واقع دهلی مین طبع هوئی

کتاب الشفعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱) وھی تملیك البقعة جبرًا بما قام على المشتری بالشرکة او الجوار۔

(۱) بسبب شرکت یا جوار کے جبراً کسی جائداد پر اوسی قدر ثمن دلا کر جو مشتری پر لازم ہوا اسے مالک کر دینے کا نام شفعہ ہے۔

(۲) وھی مشتقة من الشفع وھو الضم انما سمیت بھا لما فیھا من ضم المشتراة الی عقار الشفیع

(۲) شفعہ شفع سے ماخوذ ہے جو الضم کے معنی میں ہے شفعہ اس واسطے کہتے ہیں کہ اس میں جو خریدی ہوئی شے شفیع کے ملک کے ساتھ ملجاتی ہے۔

(۳) ویجب للخلیط ای تثبت الشفعة للشریك فی المبیع۔

(۳) سب سے پہلا حق شفعہ اوس شخص کو ثابت ہوتا ہے جو مبیع کے اندر شریک ہے۔

(۴) وھذا مقدم علی غیرہ بلاخلاف لانه اقوی لتعلق الشرکة باجزاء الملك۔

(۴) شریک فی المبیع کو بالاتفاق اوروں پر تقدم ہے کیونکہ بہ نسبت اور شریکوں کے اوس کو قوت ہوا اس لیے کہ اجزاء ملک کے ساتھ یہاں شرکت کا تعلق ہے۔

(۵) وفی التبیین الشریك فی البناء بدون الارض لایکون خلیطًا فی المبیع۔

(۵) تبیین میں بیان کیا ہے کہ اگر ایک شخص صرف مکان کی عمارت میں شریک ہو اور زمین کے اندر شریک نہیں ہو تو وہ شریک فی المبیع کا حکم نہیں ہے۔

(۶) ثم فی حقه یعنی اذا سلم الخلیط فی المبیع الشفعة یجب للخلیط فی حق

(۶) اگر شریک فی المبیع نے حق شفعہ چھوڑ دیا تو اب حق شفعہ شریک فی حق المبیع کو ثابت ہوگا کیونکہ شفیع ۹

المبیع لانہ شریک فی مرافق الملک — ملک میں شریک ہے۔

(۷) ثم لو کان الخلیط فی المبیع غائباً یقضی بالشفعۃ للخلیط فی حقہ اذا طلب لان الغائب یحتمل ان لا یطلب فلا یوفر حق الحاضر بالشک۔

(۷) اگر شریک فی المبیع غیر حاضر ہو اور شریک فی حق المبیع نے شفعہ مانگا تو قاضی اس کے لئے شفعہ کا حکم دیدیگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ غیر حاضر آکر حق شفعہ طلب نہ کرے پس صرف احتمال سے اس حاضر کے حق مین تاخیر نہ کیجائیگی۔

(۸) ثم اذا حضر وطلب الشفعۃ قضی لہ بھا۔

(۸) شریک فی المبیع کے غیبت مین اگر قاضی نے اس حاضر کو شفعہ دلادیا اور پھر اوس نے حاضر ہو کر شفعہ کا مطالبہ کیا تو اوسکے لئے شفعہ کا حکم دیا جائیگا

(۹) وبعد القضاء لہ لو ترک شفعتہ لیس للخلیط فی حقہ ان یأخذ ھا لانہ بالقضاء للشریک انقطع حقہ وبطل۔

(۹) قاضی نے شریک فی المبیع کے لئے شفعہ کا حکم دیدیا مگر اوس نے شفعہ لینے سے انکار کردیا تو اب شریک فی حق المبیع کو حق شفعہ نہین ہے کیونکہ شریک فی المبیع کے لئے جب اوس نے حکم دیدیا تو اوسیوقت شریک فی حق المبیع کا شفعہ باطل اور منقطع ہوگیا۔

(۱۰) ولو لم یطلب الخلیط فی حقہ حین غیبۃ الشریک فاذا حضر وسلم لیس للخلیط ان یاخذ ھا کذا فی القنیۃ۔

(۱۰) شریک فی المبیع تو غیر حاضر تھا اور اوس کے پیچھے شریک فی حق المبیع نے شفعہ کی درخواست نہ کی اس کے بعد شریک فی المبیع آگیا اور شفعہ لینے سے اوس نے انکار کیا تو اب شریک فی حق المبیع شفعہ نہین لے سکتا۔

(۱۱) کالشرب والطریق الخاص۔

(۱۱) حق المبیع مین شریک ہونے کے یہ صورتین ہین جیسے شرب خاص اور طریق خاص۔

(۱۲) قید بہ لانھما اذا کانا عامین لم یستحق بھما الشفعۃ۔

(۱۲) شرب عام اور طریق عام مین شفعہ کا استحقاق نہین ہوتا۔

(۱۳) الشرب الخاص نہر لا یجری فیہ السفن۔

(۱۳) شرب خاص اتنی بڑی نہر کو کہہ سکتے ہین جس مین ناؤ نہ چل سکے۔

(۱۴) وقیل ما نفذ ماؤہ الی اخر الاراضی المسقیۃ منہ۔

(۱۴) بعض کے نزدیک شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جو اسانی سے اراضی کے لئے پوری طور پر آب پاشی کو کافی ہوسکے۔

(۱۵) وعن ابی یوسف ما یسقی منہ قراحان او ثلثۃ او بستانان

(۱۵) ابو یوسف رح فرماتے ہین جس سے صرف دو تین کھیت یا دو تین باغ کو پانی دے سکین تب

او ثلاثۃ وما زاد علی ذلك فهو عام كذا فی النهایة۔

وہ نہر یا تالاب شرب خاص ہے ورنہ وہ شرب عام میں داخل ہے۔

(۱۶) والطریق الخاص ما یکون غیر نافذ۔

(۱۶) طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہے جو سربستہ ہو۔

(۱۷) ثم نثنیها الجار الملاصق۔

(۱۷) شریک فی البیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد حنفیہ کے نزدیک جار کو حق شفعہ ہے۔

(۱۸) خلافا للشافعی۔

(۱۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک پاس والے کو حق شفعہ نہیں ہے۔

(۱۹) وفی الحقائق كذا الخلاف فی الجار المقابل فی السكة الغیر النافذة۔

(۱۹) کوچہ سربستہ میں سامنے کے پاس والے کو حنفیہ کے نزدیک حق شفعہ ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔

(۲۰) اما الجار المقابل فی السكة النافذة لا شفعة له اتفاقا۔

(۲۰) اگر کوچہ نافذہ ہو تو سامنے کے پاس والے کو بالاتفاق حق شفعہ نہیں ہے۔

(۲۱) واذا قسمت الدار وحددت فلا شفعة۔

(۲۱) ایک مکان میں دو شخص شریک تھے اور وہ مکان اون میں تقسیم ہو گیا تو اب کوئی کسی کا شفیع نہیں ہو سکتا۔

(۲۲) ولنا قوله علیه السلام الجار احق بشفعته۔

(۲۲) پاس والے کو حق شفعہ ثابت ہونے پر حنفیہ کی یہ دلیل ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے پاس والا اپنے شفعہ کا مستحق ہے۔

(۲۳) ولو ذمیا ای وان كان الشفیع ذمیا۔

(۲۳) جس طرح مسلمان کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اسیطرح ذمی کو بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۲۴) قید به لان ابن ابی لیلی قال لا شفعة للذمی كذا فی الكفایة۔

(۲۴) کفایہ میں بیان کیا ہے کہ ابن ابی لیلے کے نزدیک ذمی کو حق شفعہ نہیں ہے۔ اسواسطے یہاں ذمی کا ذکر کر دیا گیا۔

(۲۵) وكذا لو كان ماذونا او مكاتبا لانها شرعت لدفع الضرر والكل فی ذلك سواء۔

(۲۵) غلام ماذون اور مکاتب کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے اس لئے کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہے اور اسبات میں سب لوگ برابر ہیں۔

(۲۶) وحكم الجار مع الخلیط فی الطلب كحكم الخلیط مع الشریك۔

(۲۶) شفعہ کے طلب کرنے میں پاس والے کا شریک فی حق المبیع کے ساتھ وہی حکم ہوتا ہے جو شریک فی حق المبیع کا شریک فی المبیع کے ساتھ ہے۔

(۲۷) وتقسمها على الرؤس لا السهام يعني الشفعة تثبت عندنا على قدر رؤس الشفعاء۔

(۲۷) حنفیہ کے نزدیک شفعا کے اوپر شفعہ علی قدر الرؤس تقسیم کیا جاتا ہے اس سے یہ مراد ہے کہ جتنے شفیع ہونگے برابر برابر شفعہ کے مستحق ہوں گے۔

(۲۸) وعند الشافعي على قدر سهامهم

(۲۸) امام شافعی رح کے نزدیک شفعا کے حصص پر شفعہ تقسیم ہوتا ہے۔

(۲۹) مثلا اذا كان دار بين ثلثة لاحدهم نصفها وللآخر ثلثها وللآخر سدسها فباع صاحب النصف نصيبه قضى بالشفعة بين الآخرين اثلاثا عنده على قدر ملكهما ونصفاين عندنا على قدر رؤسهما وان باع صاحب الثلث نصيبه يكون الشفعة بينهما ارباعا عنده وان باع صاحب السدس نصيبه يكون الشفعة بينهما اخماسا لصاحب الثلث خمساها ولصاحب النصف ثلثة اخماس كذا في المصفى۔

(۲۹) ایک مکان میں تین شخص شریک ہیں ایک نصف کا ایک ثلث کا ایک چھٹے حصہ کا اور نصف والے نے اپنا حصہ فروخت کیا اس صورت میں امام شافعی رح کے نزدیک اس نصف کے دو تہائی میں ایک شخص کو اور ایک تہائی میں دوسرے کو حق شفعہ ثابت ہوگا اور حنفیہ کے نزدیک ان دونوں کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔ اور اگر ثلث والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو امام شافعی رح کے نزدیک ایک کو اس ثلث کے تین ربع میں اور دوسرے کو ایک ربع میں حق شفعہ حاصل ہوگا اور اگر چھٹے حصہ والے نے اپنا حصہ فروخت کیا تو اوس کے پانچ حصہ کیے جائینگے جنمیں سے دو حصے تہائی والے کو اور تین حصے نصف والے کو بحق شفعہ دلائے جائیں گے۔

(۳۰) له ان الشفعة من مرافق الملك فيثبت بقدره كالربح والكسب ولنا ان بينهما اتصال الملك وقليل الملك ككثيره ولهذا لو تفرد صاحب القليل فله كل الشفعة بخلاف الربح والكسب لانهما من نتائج الملك فيكونان بقدره۔

(۳۰) امام شافعی رح کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ ملک کی ایک منفعت ہے لہذا نفع اور کسب کی طرح بقدر منفعت شفعہ حاصل ہوگا اور ہماری یہ دلیل ہے کہ ان دونوں میں ملکیت کا اتصال پایا جاتا اور اس بات میں ملکیت کثیر ہو یا قلیل دونوں برابر ہیں ولہذا اگر صرف تھوڑے حصہ والا شریک ہوتا تو بالاتفاق اوسکو کل میں شفعہ کا حق حاصل ہوتا بخلاف نفع اور کسب کے اس لیے کہ یہ دونوں ملک کے نتائج میں داخل ہیں۔ لہذا ملک کے حساب سے ان کا اندازہ کیا جائے گا۔

(۳۱) اعلم ان كلا من الشفعاء قبل القضاء بالشفعة له مستحق بجموع

(۳۱) معلوم کرو کہ جبتک قاضی شفعا کے لیے شفعہ کا حکم نہ کرے اوس وقت تک ہر شفیع کو پورے مکان شفوعہ میں شفعہ کا استحقاق ہے مگر صرف مزاحمت کے

الدار المشفوعة والقسمة بينهم المزاحمة فينبغي ان يطلب كذلك حتى لو طلب واحد منهم بعضها بطل شفعته عند محمد لما سيجيء۔

خیال سے اونمین باہم حق شفعہ تقسیم کیا جاتا ہے لہذا ہر شفیع کو پورے مکان مین شفعہ کی درخواست کرنی چاہیے حتیٰ کہ اگر کوئی شفیع مکان کے ایک حصہ مین شفعہ چاہیگا تو امام محمد رح کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا چنانچہ آیندہ آتا ہے۔

(۳۲) وتجب الشفعة بعد البيع الصحيح قيد به لان الفاسد مستحق للفسخ فلا يثبت فيه الشفعة دفعا لتقرير فساده الخالي عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملك البائع فلا يمكن الشفيع التملك۔

(۳۲) حق شفعہ اوس بیع صحیح کے بعد ثابت ہوتا ہے جس مین بائع کو اختیار باقی نہ رکھیگا اگر اوسکو واپس لینے کا اختیار باقی ہے تو وہ بیع کو اپنے ملک مین روک سکتا ہے پھر شفیع کسیطرح مالک نہین ہو سکتا اور بیع فاسد کرنے سے شفعہ ثابت نہین ہوتا کیونکہ وہ بیع فسخ کے قابل ہے اور شفعہ کے ثابت کرنے مین اوس کے فساد کا قائم رکھنا ہے۔

(۳۳) قيد بخيار البائع لانه لو كان للمشتري فله الشفعة اتفاقا اما عندهما فلكونه مالكا للمبيع وقت الشراء واما عنده فلثبوت حق التملك له وهذا كاف لثبوت الشفعة كما جاز للمكاتب الشفعة۔

(۳۳) اگر بیع مین بائع کو اختیار نہین ہو مگر مشتری کو اختیار رہے تو بالاتفاق حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے صاحبین کے نزدیک تو اس لئے کہ خریدنے وقت مشتری مبیع کا مالک ہو گیا اور امام صاحب کے نزدیک اس لئے کہ اوسکو حق ملکیت حاصل ہو گیا اور شفعہ ثابت ہونے کے لئے اسقدر کافی ہے جس طرح مکاتب کے لئے شفعہ جائز ہے۔

(۳۴) وكذلك خيار العيب والروية لا يمنعان من الشفعة۔

(۳۴) خیار عیب اور خیار رویت کی صورت مین بھی شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۳۵) وما في معنا ه يعني تجب الشفعة بعد وجود ما في معنى البيع كالصلح على مال والهبة بعوض۔

(۳۵) جسطرح بیع سے حق شفعہ ثابت ہوتا ہے اسیطرح جس چیز مین مبادلۃ المال بالمال کے معنی پائے جاتے ہین مثلاً مال دیکر صلح کرنا یا کسی چیز کے عوض مین ہبہ کرنا۔

(۳۶) ولسقوط الخيار يعني يثبت الشفعة بعد سقوط الخيار عن البائع۔

(۳۶) جس صورت مین بائع کو بیع کا اختیار حاصل ہو اور پھر وہ اختیار جاتا رہے تو پھر حق شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۳۷) والفسخ في الفاسد اي بسقوط الفسخ في البيع الفاسد لان حق الفسخ فيه كان للشرع فاذا تعلق به حق المشتري بالبناء او الغرس سقط الفسخ وزال المانع عن الشفعة۔

(۳۷) اگر بیع فاسد میں کسی وجہ سے اختیار فسخ باقی نہ رہا تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ بیع فاسد میں شرع سے حق فسخ ہوتا ہے پھر جب اوس کے ساتھ بسبب مکان بنا لینے یا باغ لگا لینے کے مشتری کا حق متعلق ہو گیا تو اب فسخ کا اختیار باقی نہ رہا اور شفعہ کا مانع جاتا رہا۔

(۳۸) قال المصنف في شرحه وانما قال يجب بعد البيع لانه لو قال بالبيع لكان موهما ان البيع سبب وليس كذلك بل البيع شرط والسبب الشركة بنوعيه اي حق المبيع او نفسه او الجوار اقول على هذا كان ينبغي ان يقول او سقوط الخيار بلا باء عطفا على البيع اذ بالباء يوهم ان سقوط الخيار سبب

(۳۸) معلوم کرو کہ شفعہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے بیع کے سبب سے نہیں ثابت ہوتا کیونکہ بیع شرط ہے نہ سبب ہے اور اوس کا سبب شرکت یا جوار ہے اسیواسطے مصنف نے یہ کہا ہے کہ بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے یہ نہیں کہا کہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہے اسیطرح بائع کے اختیار ساقط ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے ساقط ہونے کے سبب سے نہیں ثابت ہوتا۔

(۳۹) وتستقر بالاشهاد لان الشفعة حق ضعيف لا بد من طلب المواثبة ليثبت رغبته في الشفعة ومن الاشهاد على الطلب ليمكن اثبات طلبه عند القاضي

(۳۹) شفعہ ثابت ہونے کے لئے شرط ہے کہ شفیع شفعہ کو فوراً طلب کرے اس لئے کہ شفعہ حق ضعیف ہے فوراً اوس کے طلب ہونی چاہیے تاکہ اوس طلب سے شفیع کی رغبت ثابت ہو۔ اور اوس کو طلب کرنے پر گواہ کرنا چاہیے تاکہ عند القاضی اوس طلب کو ثابت کر سکے۔

(۴۰) ويملك اي الدار المشفوعة بالاخذ اذا سلمت اليه اي سلمها المشتري الى الشفيع لان الملك ثابت للمشتري حتى لو اجرها يطيب له الاجرة فينتقل برضاه

(۴۰) شفیع مکان مشفوعہ کا اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ مشتری اوس مکان کو شفیع کے قبضہ میں دیدی اور وہ اوسکو لے لے اس لئے کہ ملک مشتری کو ثابت ہے یہاں تک کہ اگر وہ اس مکان کو کرایہ پر دیدے تو مشتری کے لئے اوسکا کرایہ شرعاً حلال ہوگا لہذا اوسکی رضامندی سے ملک منتقل ہو جاویگی۔

(۴۱) او بحكم [illegible] على الاخذ

(۴۱) اگر مشتری نے وہ مکان

یعنی یملك الشفیع باحد الامرین اما بالاخذ بالتراضی او بحکم الحاکم للشفیع بھا ای بالشفعۃ۔

شفیع کے قبضہ مین رضامندی سے نہین دیا۔ مگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تب بھی شفیع اوس کا مالک ہوجاوے گا۔

(۴۲) وفائدۃ ھذین ان الشفیع اذا مات بعد الطلبین قبل الاخذ او الحکم لم یورث عنہ الدار المشفوعۃ ولو باعھا لا یجوز۔

(۴۲) اسکا نتیجہ یہ ہو کہ اگر شفیع طلب اشہاد اور طلب مواثبت کے بعد اور مکان پر قبضہ کرنے یا حکم قاضی سے پہلے مرگیا تو اوس کے وارثون کو وہ مکان نہ ملیگا اور اگر اوسکو بیچ کیا تو اوسکی بیع ناجائز ہوگی۔

(۴۳) ولا یجب الشفعۃ فی غیر العقار لقولہ علیہ السلام لا شفعۃ الا فی ربع او حائط حتی لو بیع النخل وحدہ او البناء وحدہ فلا شفعۃ لانھما لا قرار لھما بدون العرصۃ فکان فی معنی المنقول۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار یعنی غیر منقولات مین ثابت ہوتا ہے اس لیے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہو کہ شفعہ نہین ہوتا مگر مکان مین یا باغ مین اسی تقدیر پر اگر کوئی شخص صرف باغ کے درختون یا مکان کے دیوارونکو بغیر زمین کے بیع کرے تو اوس مین شفعہ نہین ہو اس لیے کہ زمین کے بغیر اونکو قیام نہین ہو پس وہ منقولات مین داخل ہین

(۴۴) بخلاف العلو حیث یستحق بہ الشفعۃ فی سفل لجوارہ اذا لم یکن طریقھما مشترکا لان لہ حق القرار فالحق بالعقار۔

(۴۴) اوپر کے مکان والے کو نیچے کے مکان مین حق شفعہ ہو۔ اس لیے کہ اگر دونون کا راستہ مشترک نہین ہو تو جوار کے سبب سے حق شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ اوپر کے مکان کو نیچے کے مکان پر حق قرار ہو لہذا اوسکو غیر منقول کا حکم دیا جاوے گا۔

(۴۵) وفی البدریۃ لو باع العقار مع العبید والدواب یثبت فی الکل تبعا للعقار۔

(۴۵) کتاب بدریہ مین بیان کیا ہو کہ اگر جائداد کو معہ غلامون اور مویشی کے ایک شخص نے فروخت کیا۔ تو یہ سب چیزین اوس جائداد کے تابع سمجھی جاوینگی اور سب مین حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(۴۶) وفی التجرید لا شفعۃ فی الوقف ولا بجوارہ لا۔

(۴۶) کتاب تجرید مین ہو کہ وقف مین شفعہ نہین ہوتا اور نہ اوس کے جوار سے شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۴۷) نثبتھا فیما لا یقسم کالبئر والرحی والحمام۔

(۴۷) حنفیہ کے نزدیک جن چیزون کی تقسیم نہین ہوسکتی انمین شفعہ ثابت ہوتا ہو۔ جیسے کنوان پنچکی۔ حمام۔

(۴۸) وقال الشافعی لا یثبت الشفعۃ

(۴۸) امام شافعی رحمہ کے نزدیک جو چیزین قابل تقسیم نہین

فيها وهذا الخلاف مبني على ان الشفعة لدفع ضرر القسمة عنده ولدفع ضرر الجوار على الدوام عندنا۔

ہیں اون میں شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس اختلاف کا منشاء یہ ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ اس لئے مقرر کیا گیا ہے کہ تقسیم کرنے کی دقت نہ اوٹھانی پڑے اور حنفیہ کے ہیں کہ ہمیشہ کے لئے ضرر جوار سے امن ہو جائے۔

(۴۹) والظلة وهي التي احد طرفي جذوعها على حائط الدار المبيعة وطرفها الآخر على حائط الجار لا تدخل عنده فلا ياخذها الشفيع حتى يقول بكل حق هو لها وقالا يدخل اراد بالظلة ما يكون مفتوحة في الدار المبيعة لانها لو كانت مفتوحة الى غيرها لا يدخل اتفاقا۔

(۴۹) وہ سائبان جسکی کڑیاں ایک جانب سے فروخت شدہ مکان کی دیوار پر اور دوسری طرف جار کی دیوار پر رکھے ہوئے ہیں حنفیہ کے نزدیک وہ سائبان بیع میں داخل نہو گا اور شفیع اوس کو نہ لے سکیگا مگر جس صورت میں بائع کل حقوق کی تصریح کر دے اور صاحبین کے نزدیک وہ بلا تصریح بیع میں داخل ہوگا اور سائبان سے وہ سائبان مراد ہے جسکا راستہ اوس مکان کی طرف کو ہو کیونکہ اگر دوسری طرف کو ہو تو بالاتفاق داخل نہ ہو گا۔

(۵۰) لهما ان الظلة من مرافق الدار ينتفع بها صاحبها كالكنيف المشروع الى خارج الدار وله انها تبع للدار من وجه فاصل من وجه لان قرارها بها وبنيها فان قال بكل حق لها دخلت والا فلا بخلاف المقيس عليه لانه لا اتصال له بملك الغير۔

(۵۰) صاحبین کی یہ دلیل ہے کہ سائبان مکان کے تابع ہوتا ہے جس سے مالک مکان نفع اوٹھا سکتا ہے مثل پائخانہ وغیرہ کے جو مکان سے باہر ہو۔ اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ من وجہ وہ مکان کے تابع ہے اور من وجہ اوس سے الگ ہے کیونکہ اوس کا قیام صرف اسی مکان پر نہیں ہے بلکہ دوسرے مکان پر بھی ہے لہذا اگر بائع کل حقوق کا لفظ کہدے گا تب تو وہ سائبان داخل ہو گا ورنہ نہیں۔ بخلاف مقیس علیہ کے کہ اوسمیں دوسرے کی ملک سے اتصال نہیں پایا جاتا۔

(۵۱) واذا ملك العقار بعوض وهو مال وجبت اي ثبت الشفعة۔

(۵۱) اگر ایک شخص بعوض کسی مال کے ایک مکان کا مالک ہو تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے۔

(۵۲) فان ملكها بلا عوض كالهبة المطلقة والصدقة لا يثبت۔

(۵۲) اگر ایک شخص بلا عوض مالک ہوا اسطرح ہبہ مطلقہ اور صدقہ میں تو شفعہ ثابت نہو گا۔

(۵۳)، وکذا اذا ملکها بعوض لیس بمال وعلیه یتفرع قوله۔

(۵۳)، اگر ایک شخص بعوض مکان کا مالک ہوا اگر وہ عوض مال نہین ہے تو شفعہ ثابت نہ ہوگا۔

(۵۴)، فلا نثبتها ای الشفعة فی دار یتزوج علیها ای یکون مهرًا للمنکوحة وان قال جعلتها بمهرك ففیها الشفعة لانها عوض عن المهر۔

(۵۴)، اگر ایک مکان کے عوض ایک عورت سے نکاح کیا تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہ ہوگا۔ اور اگر مہر کے عوض مین وہ مکان ٹھیرا ہے تو شفعہ ثابت ہوجائے گا کیونکہ وہ بعوض مال کے ہے۔

(۵۵)، او یخالع بها او یستاجر بها یعنی اذا اجر داره واخذ لاجرته من المستأجر دارا فلا شفعة لهذا لانه بدل المنفعة لا بدل المال۔

(۵۵)، اگر ایک شخص نے بعوض مکان کے اپنی بیوی سے خلع کیا یا ایک مکان کسی کو کرایہ پر دیا اور کرایہ دار سے اوس کے کرایہ مین ایک مکان لے لیا تو اوسمین شفعہ نہین ہے کیونکہ وہ مکان اُسنے بعوض مال کے نہین لیا ہے بلکہ بعوض سکونت کے لیا ہے۔

(۵۶)، او یصالح بها عن دم عمدا او یعتق علیها۔

(۵۶)، اگر ایک شخص نے قصدًا ایک شخص کا خون کیا اور ایک مکان دیکر اوس کے وارثون سے صلح کرلی یا بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو شفعہ نہوگا

(۵۷)، وقال الشافعی یثبت الشفعة فیها۔

(۵۷)، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ان پانچون صورتون مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہے۔

(۵۸)، لان هذه الاشیاء متقومة فی الشرع فیکون المراد قیمة للتقوم ولنا ان قیمة الشئ ما یقوم مقامه لاتحادهما فی المقصود ولا اتحاد بین المال وهذه الاشیاء فیه فلا یکون المال قیمة لها الا ان الشارع جعل للبضع قیمة فی النکاح لضرورة تعظیم قدرها سیجئ بیانه فی النکاح وللمنافع قیمة فی الاجارة لضرورة حاجة الناس الیها وللدم قیمة لضرورة

(۵۸)، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ شرع کے اندر خلع اور خون وغیرہ متقوم چیزین ہین پس مکان متقوم چیز کے بدلہ پایا گیا اور ہماری دلیل یہ ہے کہ قیمت اوس چیز کو کہتے ہین جو بہ سبب اتحاد مقصود کے ایک شئی کے قائم مقام ہوسکے اور مال مین اور ان چیزون مین اتحاد فی المقصود نہین ہے پس مال اونکی قیمت نہین ہوسکتا مگر شارع نے صرف شرافت انسانی کا لحاظ کر کے شرمگاہ کے نکاح مین قیمت مقرر کی ہے اور اجارہ مین منافع کو متقوم قرار دیا ہے کیونکہ لوگونکو اوسکی ضرورت پیش آتی رہتی ہے اسیطرح ضرورت انسانی کا لحاظ فرماکر خون کی قیمت مقرر کی ہے تاکہ خون کسیکا ضائع نہو اور جو چیز کسی ضرورت سے مقرر کیجاتی ہے وہ صرف اوسی ضرورت کے

صيانته عن الهلاك وما ثبت بالضرورة لا تتعدى عن موضعها فلا يكون مقومة فى حق الشفعة والاعتاق ازالة المالية فكيف يقوم المال مقامه۔

اندر منحصر رہتی ہے پس حق شفعہ میں یہ چیزیں متقوم نہ سمجھی جاوینگی اور باقی رہا آزاد کرنا تو مال کسطرح اوس کے قائم مقام نہیں ہوسکتا کیونکہ آزاد کرنا اصل میں مالیت کا زائل کرنا ہے نہ مال کا مال سے بدلنا۔

(٥٩) فلو تزوجها على دار ان ترد اليه الفا يعنى اذا تزوج امرأة وامهرها دارا على ان ترد اليه الف درهم فالشفعة غير ثابتة عنده مطلقا اى فى حصة الالف وفى حصة الصداق۔

(٥٩) اگر ایک عورت سے بعوض ایک مکان کے اس شرط پر نکاح کیا کہ اگر وہ عورت ہزار روپیہ اس شخص کو دے تو یہ شخص وہ مکان عورت کو دیدے تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک اوس مکان میں بالکل حق شفعہ نہوگا نہ مہر کے حصے میں نہ ہزار کے حصے میں۔

(٦٠) واوجباها فى حصة الالف لانه مبادلة مال بمال۔

(٦٠) صورت مذکورہ بالا میں صاحبین رحمہ کے نزدیک اوس قدر حصے میں جو ہزار کے بدلہ میں آئے گا حق شفعہ ثابت ہوگا۔

(٦١) اقول لو قال فالشفعة غير ثابتة فى حصة الالف لكان اخصر واولى لانه لم يحتج الى قوله مطلقا واوجباها وعدم الشفعة فى حصة الصداق قد كان عرف فى المسئلة السابقة۔

(٦١) شارح رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر ماتن یہ کہتا کہ ہزار کے حصے میں شفعہ ثابت نہوگا تو بہتر اور مختصر ہوتا اور مُطْلَقًا وَاَوْجَبَاهَا کہنے کی ضرورت نہوتی اور مہر کے حصہ میں شفعہ کا ثابت نہوتا پہلے مسئلہ سے معلوم ہوچکا تھا۔ پس دوبارہ اوس کے ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی۔

(٦٢) وله ان البيع مشروط فى النكاح والمشروط اتباع فيكون معنى المعاوضة تبعا للصداق واذا لم يثبت الشفعة فى الاصل لا يثبت فى تبعه۔

(٦٢) امام صاحب رحمہ کی دلیل یہ ہے کہ اس نکاح میں بیع کی شرط لگائی گئی ہے اور شرط مشروط کے تابع ہوا کرتی ہے لہذا معاوضہ کے معنے مہر کے تابع ہوسکے اور جب اصل مہر میں شفعہ ثابت نہیں ہے اوس کے تابع میں بھی ثابت نہوگا۔

(٦٣) اوس... بعض المشائخ هذه

(٦٣) بعض مشائخ رحمہ نے اس مسئلہ کو کتاب النکاح میں

المسئلة فی کتاب النکاح وبعضهم فی کتاب الشفعة والمصنف اوردها فی کلیهما لکن ینافی ایجاز الکتاب۔

بیان کیاہے اوربعض نے کتاب الشفعہ میں، اور اس کتاب میں دونوں مقام پر اوس کو بیان کیا ہے اس میں اگرچہ کچھ حرج نہیں ہے مگر اختصار کی منافی ہے۔

(۶۴) ولو صالح عنها بانکار او سکوت لم تجب یعنی من ادعی دار رجل وانکر صاحبها او سکت ثم صالح عن تلك الدار علی مال لاشفعة فیها اما فی صورة الانکار فلان زعمه ان الدار لم تزل عن ملکه واما فی السکوت فلزعمه ان ما اعطاه افتداء لیمینه فلم یثبت المبادلة المالیة۔

(۶۴) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور مالک مکان نے انکار کیا یا سکوت کیا اور پھر کچھ مال دیکر اوس شخص سے اوس نے صلح کر لی تو اس مکان میں شفعہ نہیں ہے انکار کی صورت میں تو اس لئے کہ مالک مکان کے نزدیک وہ مکان اسی کا مملوک تھا اور سکوت کی صورت میں اس لئے کہ اوس نے جو مال دیا ہے اپنے نزدیک قسم کے عوض میں دیا ہے لہذا مبادلہ مالیہ نہیں پایا گیا۔

(۶۵) ولو باقرار یعنی لو صالح عنها بعد اقراره بها یثبت الشفعة لان الصلح بعد الاعتراف یکون مبادلة بمال۔

(۶۵) ایک شخص نے دوسرے کے مکان کا دعوی کیا اور اوس نے اقرار کر لیا اور کچھ مال دیکر مدعی سے صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اقرار کے بعد یہ صلح مبادلہ ہے۔

(۶۶) او علیها ای لو صالح عن دعوی خصمه علی دار مطلقا ای سواء کان الصلح باقرار او سکوت او انکار وجبت الشفعة لان زعم المدعی انه اخذها عوضا عن حقه فیواخذ بزعمه۔

(۶۶) اگر ایک شخص نے ایک مکان پر دعوی کیا اور مالک مکان نے اوس سے انکار یا اقرار یا سکوت کیا اور ایک مکان دیکر صلح کر لی تو شفعہ ثابت ہو گا کیونکہ مدعی نے اپنے نزدیک بعوض اپنے حق کے اوس مکان کو لیا ہے پس اوس کے زعم کے موافق اوس سے مواخذہ کیا جائے گا۔

(۶۷) ولا یجب الشفعة بالارث والوصیة لان الملك الحاصل بکل منهما حاصل بغیر عوض۔

(۶۷) بذریعہ وراثت یا وصیت کے اگر کسی شخص کو ایک مکان ملے تو اوس میں شفعہ نہیں ثابت ہوتا کیونکہ یہاں مبادلہ مالیہ نہیں ہے۔

(۶۸) وطردوا ذلك الى عدم ثبوت الشفعة في الهبة اذا عوض عنها لان التعويض عنها تبرع ولا شفعة في التبرعات۔

(۶۸) اگر ایک شخص نے کسیکو ایک مکان ہبہ کیا اور موہوب لہ اوس کے عوض مین کچھ مال ہبہ کنندہ کو دیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک اوسمین شفعہ نہین ہے اس لئے کہ ہبہ کا عوض دینا تبرعات مین داخل ہے اور تبرعات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۶۹) الا بعوض مشروط یعنی اذا شرط العوض في الهبة يثبت الشفعة فيها عندنا لان العوض يكون واجبا عليه ويكون بيعا انتهاء۔

(۶۹) اگر ایک شخص نے کسی کو ایک مکان ہبہ کیا اور اوس کے عوض مین کچھ مال شرط کر لیا تو حنفیہ کے نزدیک اسمین شفعہ ثابت ہوگا کیونکہ یہ عوض موہوب لہ پر واجب ہو جاوے گا اور انتہاءً یہ بیع سمجھی جاویگی۔

(۷۰) وقال مالك يثبت الشفعة في الهبة متى عوض عنها وان لم يكن العوض مشروطا فيها لانها بمنزلة البيع ولنا انها هبة من الجانبين لانه لم يشترط في العقد عوض ولا شفعة في الهبة بخلاف ما اذا شرط العوض حيث صارت معاوضة اعلم ان انفهام قول مالك من المتن فيه نوع خفاء ليظهر بالتامل۔

(۷۰) امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک اگر ہبہ کے اندر عوض دیا جاوے تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہے اگرچہ عوض کی شرط نہو کیونکہ وہ بمنزلہ بیع کے ہے ہماری دلیل یہ ہے کہ یہ بیع نہین ہے بلکہ جانبین سے ہبہ ہے اس لئے کہ عقد کے اندر عوض کی شرط نہین ہے اور جب ہبہ ٹھیرا تو اسمین شفعہ نہوگا بخلاف اوس صورت کے کہ ہبہ مین عوض شرط ہو کہ وہان مبادلہ پایا جاتا ہے۔ معلوم کرو کہ متن سے بظاہر امام مالک رحمہ اللہ کا قول سمجھ مین نہین آتا۔

(۷۱) وفي المحيط الشفعة في الهبة المشروطة بعوض انما تثبت اذا تقابضا فان قبض احدهما دون الآخر فلا شفعة۔

(۷۱) محیط مین بیان کیا ہے کہ ہبہ مشروط بعوض مین شفعہ اوسوقت مین ثابت ہوتا ہے کہ جب دونون کا قبضہ بدلین پر ہوجائے اور اگر صرف ایک نے قبضہ کیا ہے اور ہنوز دوسرے نے نہین کیا ہے تو اوسمین شفعہ نہین ہے۔

(۷۲) خلافا لزفر وهذا ابناء على ان الهبة المشروطة بعوض ينعقد معاوضة ابتداء عنده وعندنا ينعقد تبرعا ابتداء ويتم معاوضة

(۷۲) اوپر کی صورت مین امام زفر کا اختلاف ہے اوس کی بنا یہ ہے کہ اون کے نزدیک ہبہ مشروط بعوض شروع سے ہی معاوضہ ہوتا ہے اور حنفیہ کے نزدیک شروع مین تبرع اور دونون کے قبضہ کر لینے کے بعد

اذا تقابضا۔

مبادلہ تصور کیا جاتا ہے۔

(۴۳) ولا تثبت ای الشفعۃ للجار باقتسام الشرکاء العقار لان فی القسمۃ معنی الافراز لا مبادلۃ المال بالمال ولهذا اجبری فیها الجبر علی القسمۃ اذا کانت فی المثلیات بطلب احد الشرکاء والشفعۃ لم تثبت الا فی المبادلۃ المطلقۃ۔

(۴۳) اگرچند شریک ایک مکان کو باہم تقسیم کرلیں تو جار کو اوسمیں مجال شفعہ نہیں ہو کیونکہ تقسیم مین ہر شخص اپنے حصہ کو الگ کرتا ہو اور اوسمین مبادلہ نہیں ہوتا ولہذا اگر مثلیات مین شرکت پائی جائے اور ایک شریک تقسیم کی درخواست کرے تو اور شریک راضی ہون یا نہون اوس شئی مین تقسیم جاری ہوسکتی ہے الحاصل تقسیم مین مبادلہ نہین ہے اور شفعہ مطلقًا مبادلہ مین ثابت ہوتا ہے۔

(۴۴) ولا برد المشتری ای لا تثبت الشفعۃ للجار اذا رد المشتری بشرط او برؤیۃ او عیب ای بسبب خیار الشرط او خیار الرؤیۃ او خیار العیب بقضاء ای بقضاء القاضی وهذا قید الرد بالعیب سواء یکون الرد بعد القبض او قبله بعد التسلیم ای تسلیم الجار الشفعۃ وقت الشراء لان الرد فسخ من الاصل۔

(۴۴) اگر بسبب خیار شرط یا خیار رویت یا خیار عیب حاصل ہونے کے مشتری نے مبیع کو بحکم قاضی واپس کردیا خواہ مبیع پر ہنوز قبضہ کیا ہو یا نہین اور جار نے خرید کے وقت اوس شفعہ کے طلب نہ کی تھی تو اب اوس جار کو حق شفعہ نہو گا کیونکہ واپس کرنا فی الحقیقت بیع کا فسخ کرنا ہو اور حکم قاضی کی قید صرف خیار عیب کے متعلق ہے۔

(۴۵) فان ردہ لعیب بعد القبض بغیر قضاء او تقایلا البیع وجبت الشفعۃ لان ذلک فسخ فی حقهما وعقد جدید فی حق الشفیع اذ لا ولایۃ لهما علی غیرهما فیکون معاوضۃ مالیۃ فی حقه قید بقوله بعد القبض لان الرد بالعیب قبل القبض فسخ من الاصل۔

(۴۵) اگر مشتری نے خیار العیب حاصل ہونیکی وجہ سے قبضہ کرنیکے بعد بغیر حکم قاضی کے مبیع کو واپس کیا یا بائع مشتری نے باہم بیع کا اقالہ کرلیا تو شفعہ ثابت ہو جاوے گا کیونکہ اون دونون کے حق مین یہ بیع کا فسخ ہو مگر شفیع کے حق مین وہ از سر نو دوسری بیع ہو اس لئے کہ بائع اور مشتری کو اپنی ذات کا اختیار ہو مگر شفیع پر اونکو کچھ ولایت نہین ہو پس شفیع کے حق مین یہ مبادلہ مالیہ سمجھا جاوے گا۔ بعد القبض کے قید اس لئے لگائی ہو کہ قبضہ کرنے سے پہلے مبیع کا عیب کی وجہ سے واپس کردینا اصل مین فسخ کردینا ہے۔

(۷۶) ولو استثنى ذراعاً مما يليه اى من الجانب الذى يلى الشفيع امتنعت الشفعة لانعدام اتصال الملك۔

(۷۶) ایک شخص نے ایک زمین فروخت کی اور جسطرف شفیع کے زمین ہے اوس کو اتصال تھا ایک گز زمین کو بیع میں نہ داخل کیا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ اتصال ملکیت نہیں پایا گیا۔ [illegible]

(۷۷) وكذا لو وهبه وسلمه اليه

(۷۷) یہی حکم ہے اگر زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا تھا مشتری کو بلا عوض [illegible]

(۷۸) ولو ابتاع سهماً من العقار قليلاً بثمن كثير بحيث لا يرغب اليه الجار اصلاً ثم ابتاع الباقى تثبت الشفعة للجار فى الاول اى فى السهم الاول دون بيع الباقى لان المشترى فى سهمه صار شريكاً للبائع فى الباقى والشفيع جار له فيه والشريك مقدم عليه۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک زمین کا کچھ حصہ جو شفیع کے زمین سے ملا ہوا ہے زیادہ قیمت سے فروخت کیا تاکہ شفیع اوس کے خریدنے کا قصد نہ کرے اور پھر باقی کو بھی فروخت کر دیا تو صرف اوسی حصہ میں شفعہ ثابت ہوگا باقی میں نہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ جس نے بائع سے وہ حصہ خریدا ہے وہ شخص بائع کا باقی میں شریک ہو گیا اور وہ شفیع صرف جار تھا اور شریک کو جار پر تقدم ہے۔

(۷۹) وهذه الحيلة لدفع الجار عن الشفعة۔

(۷۹) صورت مذکورہ بالا کے حیلہ سے جار کا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۸۰) او بثمن اى لو ابتاع العقار الذى قيمته مائة مثلاً بثمن غال كالف ثم عوضه عنه اى المشترى البائع عن ذلك الالف بثوب قيمته مائة تثبت الشفعة بالثمن لانه هو العوض عن العقار والتعوض بالثوب عقد آخر وهذه حيلة تعم دفع الجار والشريك الا ان فيها اضراراً للبائع عند الاستحقاق لانه باع الثوب من البائع بالف وقع

(۸۰) اگر ایک جایداد کی قیمت سو روپیہ ہو اور مالک نے اوسکو ہزار روپیہ سے فروخت کیا پھر مشتری نے اوس ہزار کے عوض میں بائع کو ایک کپڑا دیا جس کی قیمت سو روپیہ ہو تو شفیع ہزار روپیہ دیکر اوس جایداد کو لے سکتا ہے ورنہ نہیں لے سکتا کیونکہ اوس جایداد کی عوض ہزار روپیہ قرار پا چکے ہیں اور باقی رہا بعوض ہزار روپیہ کے اوس کپڑے کا لینا یہ دوسرا عقد ہے یہ ایسا حیلہ ہے جس سے جار اور شریک دونوں کا شفعہ باطل ہو سکتا ہے مگر جس صورت میں جایداد کے اندر کسی کا حق برآمد ہوا تو اوسمیں بائع کو ضرر ہوگا کیونکہ مشتری اوس کپڑے کو اس بائع کے ہاتھ بعوض ہزار روپیہ کے بیچ چکا اور ان دونوں نے باہم قرار

المقاصة بینہما فاذا استحق العقار بطل ثمنہ لکن بقی للمشتری علی البائع ثمن الثوب وھو الف لان بیع الثوب صحیح۔

دے لیا ہو فروخت کرچکا۔ پس اگر وہ جایداد کسی اور شخص کی نکلی تو اوسکا ثمن باطل ہوجاویگا مگر کپڑے کی قیمت جو ہزار روپیہ اوسکا زرثمن قرار پایا ہو مشتری کے اس بائع پر لازم ہوجاوینگے کیونکہ کپڑے کی بیع صحیح ہو۔

(۸۱) فالاولی ان یباع بالدراھم الثمن دنانیر بقدر قیمة العقار فیکون صرفا بما فی ذمتہ۔

(۸۱) اور اگر اسطرح پر حیلہ کیا جاوے کہ بعوض ہزار زر زرثمن کے کچھ اشرفیاں بقدر قیمت جایداد کے مشتری بائع کو دے تو بیع صرف ہوجاویگی اور بائع کا کچھ ضرر نہوگا۔

(۸۲) فاذا استحق العقار وتبین ان لا دین علی المشتری یبطل الصرف للافتراق قبل القبض فیجب رد الدنانیر لا غیر فلا یتضرر بہا البائع۔

(۸۲) حیلہ مذکورہ بالا کے بعد اگر اوس جایداد مین کسی کا حق برآمد ہوا اور یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر زرثمن لازم نہین ہو تو وہ بیع صرف قبل از قبض افتراق پا جانے سے باطل ہوجاویگی اور بائع کو صرف اون اشرفیون کا واپس کرنا پڑے گا جس سے اوسکو کچھ ضرر نہوگا۔

(۸۳) وکرہ محمد الحیلة فی اسقاطہا وقالا لا یکرہ۔

(۸۳) امام محمد رح کے نزدیک اسقاط شفعہ کے لئے حیلہ کرنا مکروہ ہو اور صاحبین کے نزدیک مکروہ نہین ہو۔

(۸۴) لہ ان ثبوتہا لدفع الضرر فاذا ابیحت الحیلة فی اسقاطہا یکون ابقاء لضرر الجار فیکون حراما

(۸۴) امام محمد کی دلیل یہ ہو کہ شفعہ دفع ضرر کے لئے مقرر کیا گیا ہو پس اگر اوس کے ابطال کے لئے حیلہ کرنا جائز ہو تو بدستور ضرر جوار باقی رہتا ہو پس خواہ مخواہ حیلہ کرنا روا نہو گا۔

(۸۵) لہما ان ھذا امتناع عن اثبات الحق وھو مشروع۔

(۸۵) صاحبین کی دلیل یہ ہو کہ حیلہ کرنے مین اثبات حق غیر سے بچنا ہے اور یہ نا جائز نہین ہے۔

(۸۶) قید بقولہ فی اسقاطہا لان الحیلة فی ابطالہا مکروہة اتفاقا کما اذا قال المشتری للشفیع بعد ما ثبت حقہ انا ابیعہا منک بما اخذت وقال الشفیع نعم تبطل الشفعة کذا فی النہایة۔

(۸۶) حیلہ مین اسقاط شفعہ کی قید اس لیے لگائی ہو کہ ابطال شفعہ کے لئے حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے جسطرح مشتری شفیع سے اوس کا حق ثابت ہوجانے کے بعد کہے کہ جتنی قیمت کو مین نے یہ مکان لیا ہو اوسی قیمت کو مین تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور وہ کہدے کہ اچھا تو شفعہ اوسوقت مین باطل ہوجاوے گا۔

(۸۷) لکن قال شمس الائمة لاباس

(۸۷) شمس الائمہ نے بیان کیا ہے ابطال حق شفعہ کے لئے

بالحیلۃ لابطال حق الشفعۃ اذا کان قصدہ الدفع عن نفسہ لان فی اخذ دارہ بغیر رضاہ ضررا علیہ واضرار الغیر بہ ضمنی فلا یعتبر۔

اگر کوئی شخص حیلہ کرے تو کچہ مضائقہ نہین بشرطیکہ اوس کو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہو اسواسطے کہ بغیر اوسکی رضامندی کے اوس کا گھر لینے مین اوس کے لئے ضرر ہے اور غیر کو اگر ضرر ہوگا تو وہ ضمنا ہے۔

(٨٨) فصل فی طلب الشفعۃ والخصومۃ فیہا۔

(٨٨) یہان سے شفعہ کے طلب کرنے اور اوسمین مخاصمت کرنے کا بیان کیا جاتا ہے

(٨٩) واذا علم الشفیع بالبیع اشہد فی مجلس علمہ علی الطلب سمی ہذا طلب المواثبۃ لابد للشفیع منہ وان لم یکن بحضرتہ من یشہد لاکیلا یسقط حقہ فیما بینہ وبین اللہ تعالی لقولہ علیہ السلام الشفعۃ لمن واثبہا ای طلبہا علی المسارعۃ ویمکنہ الحلف اذا استحلف۔

(٨٩) جبوقت شفیع کو بیع کا علم ہو تو اوسکو لازم ہے کہ اوسی جلسہ مین طلب شفعہ پر کسیکو گواہ کردے اور اس طلب کو طلب مواثبت کہتے ہین شفیع کے لئے یہ طلب خواہ مخواہ ضروری ہے اگرچہ اوسوقت کوئی گواہ موجود نہو تاکہ فیما بینہ وبین اللہ تعالے اوس کا حق ساقط نہو جائے کیونکہ رسول خدا صلعم نے فرمایا ہے شفعہ اوس شخص کے لئے ہے جو فوراً اوسکے طلب کرے۔ اور تاکہ حلف کرنے کے موقع پر وہ حلف کرسکے۔

(٩٠) ثم ہذا الطلب انما یجب علیہ اذا اخبرہ رجلان او رجل عدل عندہ۔

(٩٠) امام رحمہ اللہ کے نزدیک طلب مواثبۃ اوسوقت واجب ہوتی ہے جبکہ دو مرد غیر عادل یا ایک مرد عادل شفیع کو بیع کی خبر دے۔

(٩١) وعندہما یجب اذا اخبرہ واحد حرا کان او عبدا صغیرا کان او کبیرا اذا کان الخبر حقا۔

(٩١) صاحبین رح کے نزدیک طلب مواثبت اوسوقت واجب ہوتی ہے کہ ایک شخص خبر دے خواہ حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ بشرطیکہ وہ خبر صحیح ہو۔

(٩٢) ولو اخبرہ المشتری بنفسہ یجب علیہ الطلب اتفاقا کیف ما کان لانہ خصم فیہ والعدالۃ غیر معتبرۃ فی الخصومۃ کذا فی التبیین۔

(٩٢) اگر مشتری نے خود بیع کی خبر دی تو شفیع پر بہرصورت شفعہ کے طلب واجب ہی خواہ وہ مشتری کیسا ہی ہو اسواسطے کہ اس شفعہ مین مشتری اوسکی مخاصمت ہی اور خصومت مین عدالت شرط نہین

ہے۔

(۹۳) وعن محمد ان له خيارا الى اخر المجلس ما لم يشتغل بما يدل على الاعراض وهو مختار الكرخي لانه تملك لابد فيه من التامل

(۹۳) امام محمد رح سے مروی ہی کہ شفیع کو اخیر جلسہ تک طلب کرنیکا اختیار حاصل ہی بشرطیکہ شفیع اُس جلسہ کے اندر کسی ایسے کام میں مشغول نہو جس سے اُسکا اعراض ثابت ہو۔ کرخی نے بہی اسی قول کو اختیار کیا ہی اسواسطے کہ شفعہ میں ملکیت کا حاصل کرنا ہوتا ہی جسمیں تامل کرنے کی ضرورت ہی۔

(۹۴) لكن المشهور عن أئمتنا انه على الفور حتى قالوا لو سكت بعد علمه او تكلم بلغو بطل الشفعة۔

(۹۴) ہمارے ائمہ سے یہ قول مشہور ہے کہ شفیع کو فے الفور طلب کرنی چاہیے حتی کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونیکے بعد شفیع نے سکوت کیا یا کوئی بیکار بات زبان سے نکالے تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۹۵) وفي الواقعات الصحيح ان الشفعة تثبت بكل كلام يفهم منه طلبها اسمية كانت او فعلية۔

(۹۵) واقعات میں مذکور ہی قول صحیح یہ ہی کہ شفعہ ہر کلام سے جس سے اُسکی طلب پائی جاوے ثابت ہوجاتا ہی خواہ وہ کسی قسم کا جملہ ہو۔

(۹۶) ثم على البائع اى يشهد على البائع ان كان المبيع في يده لكونه خصما فيه۔

(۹۶) طلب مواثبت کے بعد شفیع پر لازم ہی کہ اگر بائع کے پاس مبیع موجود ہو تو اُس پر بہی کسیکو گواہ کرے اسلیے کہ اُسے مبیع میں اسکو مخاصمت کرنی ہی۔

(۹۷) نص محمد في جامع الكبير انه يصح الاشهاد على البائع بعد تسليم المبيع استحسانا لانه عاقد لا قياسا۔

(۹۷) امام محمد نے جامع کبیر میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اگر بائع نے بیع کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا تو اسوقت بہی شفیع کسیکو گواہ کروے تو صحیح ہی کیونکہ وہ عاقد ہی مگر یہ بات قیاس کے خلاف ہی صرف استحساناً ہے۔

(۹۸) او على المشتري لانه ملك المبيع۔

(۹۸) اگر طلب مواثبت کے بعد بائع کے پاس آکر کسیکو گواہ نکرے تو مشتری کے پاس جاکر کسیکو گواہ کرے کیونکہ وہ بیع کا مالک ہی۔

(۹۹) او عند العقار لتعلق الحق به ويسمى هذا طلب التقرير وصورته ان يقول ان فلانا اشترى دارا وهذه الدار وانا شفيعها وقد كنت طلبت الشفعة وانا طالبها الان فاشهدوا على ذلك۔

(۹۹) اگر شفیع نے بائع اور مشتری میں سے کسیکے پاس جاکر گواہ نہ کیا تو اُسکو چاہیے کہ اراضی مبیعہ کے پاس جاکر کسیکو گواہ کردے کیونکہ حق اُسیکے ساتھ متعلق ہی۔ طلب مواثبت کے بعد جس کا ذکر ہوا اُسکا نام طلب تقریر ہی اُسکا طریقہ یہ ہی کہ شفیع لوگوں کے سامنے یہ بیان کرے کہ فلاں شخص نے ایک مکان یا یہہ مکان خریدا ہی اور میں اُسکا شفیع ہوں اور میں اُسکو طلب کرچکا ہوں اور اب بہی طلب کرتا ہوں تم لوگ اس بات پر گواہ رہو۔

(١٠٠) قال شيخ الاسلام لو علم الشفيع البيع عند احد هذه الثلثة فطلب و اشهد عليه يكفيه فلا حاجة الى طلب الاشهاد ثانيا ومدة هذا الطلب مقدرة بالتمكن من الاشهاد مع القدرة على احد هذه الثلثة۔

(١٠٠) شیخ الاسلام نے بیان کیا ہے کہ اگر ان تینون مین سے کسی جگہ شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اُسجگہ اُس نے کسیکو گواہ کر دیا تو اسقدر اثبات شفعہ مین اوسکے لیئے کافی ہے اور دوبارہ طلب اشہاد کے حاجت نہین ہے اور طلب کرنیکے مدت اُس قدر ہے جس مین وہ ان تینون مین سے کسی جگہ جاکر گواہ کر سکے۔

(١٠١) فان ترك الاقرب من هؤلاء وطلب الابعد فى مكان اخر بطل شفعته الا ان يكونوا فى مصر

(١٠١) اگر ان تینون مین سے شفیع نے قریب کو چھوڑ کر بعید کو دوسرے ہی جگہ طلب کیا تو شفعہ باطل ہوجاوے گا مگر جس صورت مین کہ یہ سب ایک شہر مین ہون۔

(١٠٢) وعن محمد انها مقدرة بثلثة ايام۔

(١٠٢) امام محمد رح سے طلب اشہاد کے مدت تین روز مروی ہین۔

(١٠٣) وعن الشافعى ان له الطلب فى جميع عمره۔

(١٠٣) امام شافعی رح سے مروی ہے کہ شفیع کو تمام عمر طلب اشہاد کرنے کا اختیار ہے۔

(١٠٤) وتاخير الخصومة وسمى طلب التملك بعد الاشهاد لا يسقطها اى الشفعة عند ابى حنيفة لان الحق متى تقرر لم يسقط الا باسقاط صاحبه بلسانه كما فى سائر الحقوق وعليه الفتوى۔

(١٠٤) طلب اشہاد کے بعد اگر خصومت مین دیر ہوجائے تو امام صاحب رح کے نزدیک شفعہ نہین ساقط ہوتا کیونکہ جب کوئی حق ثابت ہوجاتا ہے تو جب تک دونون شخص اپنی زبان سے اُسکو ساقط نکرین وہ ساقط نہین ہوسکتا تمام حقوق کا یہی حال ہے اسی قول پر فتویٰ ہے اور اس خصومت کو طلب تملک کہتے ہین۔

(١٠٥) ويسقطها اى ابو يوسف شفعته بترك المحاكمة يعنى المرافعة الى القاضى مع القدرة على ذلك لانه دليل الاعراض والتسليم كما فى تاخير الطلبين الاولين۔

(١٠٥) امام ابو یوسف کے نزدیک اگر شفیع باوجود قدرت کے قاضی کی طرف چارہ جوئی نہ کرے تو حق شفعہ ساقط ہوجاتا ہے اسلیے کہ طلب نہ کرنا اعراض کرنے تسلیم کرنیکی دلیل ہے جسطرح پہلے دونون طلبون مین تاخیر کرنے سے شفعہ ساقط ہوجاتا ہے۔

(۱۰۶) وقدره ای محمد زمان ترك المحاكمة بشهر لان الشهر ادنی الآجال ومادونه عاجل كما سيجئ فی الايمان من غير عذر۔

(۱۰۶) امام محمد رح نے بلا عذر چارہ جوئی نہ کرنیکی مدت ایک مہینہ معین کی ہے کیونکہ ایک مہینہ ادنےٰ درجہ کی مدت ہی اور ایک مہینہ سے کم عجلت مین داخل ہے چنانچہ کتاب الایمان مین اسکا بیان آتا ہے۔

(۱۰۷) قيد به لانه لو كان لعذر كمرض او سفر او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار فی بلده لا يسقط اتفاقا۔

(۱۰۷) تاخیر مین بلا عذر کی قید اسلیے لگائی ہی کہ اگر کسی عذر سے تاخیر ہوئی مثلا وہ بیمار تھا یا سفر مین تھا یا اُسکے شہر مین ایسا قاضی موجود نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو بالاتفاق شفعہ ساقط نہوگا۔

(۱۰۸) وفی الجامع الخانی الفتوى اليوم على قول محمد لتغير احوال الناس فی قصد الاضرار۔

(۱۰۸) جامع خانی مین ہی کہ آج کل امام محمد رح کے قول پر فتوا ہی اسلیے کہ ضرر رسانی مین لوگون کا حال متغیر ہوگیا ہے۔

(۱۰۹) واذا ادعى الشراء ای اذا ادعى الشفيع ان المشترى اشترى الدار المشفوعة وطلب الشفعة سأل القاضی المشترى بان يقول الدار التی يشفع بها الشفيع هل هی الملك وانما احتيج الى هذا السوال لانه بمجرد كونها فی يده لا يستحق الشفعة فان اعترف بملكه الذی يشفع به ثبت كونه خصما باعترافه۔

(۱۰۹) جسوقت شفیع دعوے کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان جس مین میرا شفعہ ہے خرید کیا ہی اور مین اپنا شفعہ چاہتا ہون اوسوقت قاضی کو مشتری سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان مین شفیع شفعہ کرتا ہی وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا نہین اور اس سوال کے اسلیے حاجت ہو کہ صرف شفیع کے قبضہ سے اوس کو حق شفعہ ثابت نہوگا اگر مشتری نے اوس مکان کے شفیع کی ملک ہونے کا اقرار کرلیا تو اوس کے اقرار ہی سے ثابت ہوگیا کہ وہ شفیع کا مخاصم ہے۔

(۱۱۰) والا كلفناه البينة ای ان لم يعترف به كلف القاضی الشفيع باقامة البينة على انه مالك ما يشفع به۔

(۱۱۰) اگر قاضی نے مشتری سے اس مکان کی ملکیت کا سوال کیا اور مشتری نے ملکیت کا اقرار نہ کیا تو قاضی کو شفیع سے کہنا چاہیے کہ اپنے شفعہ پر گواہ سنا دے۔

(۱۱۱) وقال زفر يكون خصما بلا بينة لان ظاهر اليد دليل الملك

(۱۱۱) امام زفر کے نزدیک شفیع کو مخاصمت مین گواہ کی ضرورت نہین ہے کیونکہ شفیع کا ظاہری قبضہ ثبوت ملک کے لئے کافی ہے

(۱۱۲) ولهذا يجوز للشهود ان يشهدوا بالملك بمشاهدة اليد ولنا ان ظاهر الملك يصلح لدفع دعوى الغير لا لاستحقاق به۔

(۱۱۲) ظاہری قبضہ ملکیت کی دلیل ہو جاتا ہے اسی لئے اگر کوئی شخص کسی کے قبضہ میں کوئی چیز دیکھے تو اوس شخص کو اسبات کی گواہی دینی درست ہو جاتی ہے کہ وہ شے اوس قابض کی مملوک ہے۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ ظاہر قبضہ غیر کا دعوےٰ دفع کرنیکے لئے کافی ہو سکتا ہے دوسرے کا حق ثابت ہونے کے لئے کافی نہیں ہو سکتا

(۱۱۳) فان عجز ای الشفیع عن اقامة البینة استحلف المشتری ما یعلم به ای یحلف بان یقول بالله ما اعلم ان الشفیع مالك لما یشفع به۔

(۱۱۳) صورت مذکورہ میں اگر شفیع گواہ نہ لا سکا تو قاضی کو مشتری سے اس بات کا حلف لینا چاہیے کہ مجھکو شفیع کی ملکیت بذریعہ شفعہ کے خدا کی قسم معلوم نہیں ہے۔

(۱۱۴) وانما یستحلف علی نفی العلم لانها یمین علی فعل الغیر۔

(۱۱۴) عدم علم کی قسم مشتری سے اس لئے لیجاتی ہے کہ یہ دوسرے کے فعل پر قسم ہے۔

(۱۱۵) هذا اذا قال المشتری ما اعلم واما لو قال اعلم انه غیر مملوك للشفیع یحلف علی البتات من فصول اسروشنیه

(۱۱۵) یہ اوسوقت ہے جبکہ مشتری عدم علم بیان کرے اور اگر اوس نے کہا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ شفیع کی نہیں ہے تو اوس سے علم قطعی پر حلف لیا جاوے گا۔

(۱۱۶) فان نکل ای المشتری الیمین او برهن الشفیع ای اقام بینة علی مدعاه سأل القاضی المشتری عن الشراء لیثبت کونه خصما عنده فان اعترف یسمع دعوی الشفیع فان انکر ای المشتری الشراء طولب الشفیع بالبینة علی شرائه لانه هو المدعی

(۱۱۶) اگر مشتری نے قسم سے انکار کیا یا شفیع نے اپنے مدعی پر گواہ سنا دیئے تو قاضی مشتری سے اوس شئی کے خریدنے کا سوال کریگا تاکہ عند القاضی اوس کا مخاصم ہونا ثابت ہو جائے پس اگر مشتری خریدنے کا اقرار کرے تو شفیع کا دعویٰ مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے خریدنے سے انکار کیا تو شفیع سے خریدنے پر گواہ طلب کئے جاوینگے کیونکہ وہ مدعی ہے۔

(۱۱۷) فان عجز استحلف المشتری ان طلب الشفیع لان الیمین حقه فلا یحلفه القاضی بدون طلبه ما ابتاع ای یقول فی حلفه بالله ما اشتریت الدار المشفوعة وهذا یمین علی سبب وهو قول ابی یوسف

(۱۱۷) اگر شفیع خریدنے پر گواہ نہ لا سکا تو مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میں نے مکان مشفوعہ کو نہیں خریدا ہے اور یہ سبب پر قسم لینا ہے اور یہ امام ابو یوسف رح کا قول ہے کیونکہ مدعی نے اصل خریدنے کا دعویٰ کیا ہے تو اوسی کے نفی پر مدعی علیہ سے حلف لیا جاوے گا اس لئے کہ حلف دعوی کے مطابق واجب ہوتا ہے۔ مگر مشتری سے حلف اوسوقت لیا جاوے گا

لان المدعی ادعی اصل الشراء فینبغی ان یستحلف علی نفیه لان الیمین انما یجب بحسب الدعوی وما یستحق علیه هذه الشفعة ای یقول فی حلفه بالله ما یستحق الشفیع هذه الشفعة علیّ وهذا یمین علی الحاصل وهو قول ح ومحمد لان فی الاستحلاف علی السبب اضرارا للمدعی علیه لجواز ان یکون قد فسخ العقد واذا استحلف علی الحاصل یکون رعایة لحقهما

جب شفیع یہی حلف لینا چاہے اس لئے کہ حلف لینیکا حق اوسی کو ہو بغیر اوسکے درخواست کے قاضی مشتری سے حلف نہین لے سکتا ہے اور امام ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کے نزدیک اس صورت مین مشتری سے یہ حلف لینا چاہئے کہ خدا کی قسم میرے اوپر شفیع اس شفعہ کا مستحق نہین ہے اور یہ حاصل پر قسم لینا ہے ان دونون کی دلیل یہ ہے کہ کہ سبب پر حلف لینے مین مدعی علیہ پر ضرر کا احتمال ہو اور ممکن ہے کہ بیع و شرا ہو کر اوسکا فسخ ہو گیا ہو اور حاصل پر حلف لینے مین کسیکی حق تلفی نہین ہے بلکہ دونون کی رعایت ہے۔

(۱۱۸) الا ان یدعی الشفعة علی من لا یراها بالجوار ویستحلف علی السبب لانه لو حلف فیه علی الحاصل یصدق فی یمینه فی اعتقاده فیفوت النظر فی حق المدعی۔

(۱۱۸) اگر شفیع نے اپنا مقدمہ ایسے قاضی کے روبرو دائر کیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا تو وہان بالاتفاق سبب پر حلف چاہئے کیونکہ اگر وہان بھی حاصل پر حلف کیا اور قاضی نے اپنے اعتقاد کے موافق اوسکی تصدیق کرے تو مدعی کا حق تلف ہو جاوے گا۔

(۱۱۹) فان نکل ای المشتری قضی بها ای بالشفعة۔

(۱۱۹) اگر مشتری نے حلف سے انکار کیا تو شفیع کے لئے شفعہ کا حکم دیا جاوے گا۔

(۱۲۰) اعلم انه ذکر فی هذا الکتاب ومتن الکنز ان القاضی یسأل المدعی علیه عن ملك الشفیع اولا ولیس کذلك بل یسأل القاضی اولا المدعی عن موضع الدار وحدودها لانه ادعی فیها حقا فلابد ان تکون معلومة کما لو ادعی رقبتها فاذا بین الشفیع ذلك سأله هل قبض المشتری الدار لانه

(۱۲۰) معلوم کرو کہ اس کتاب مین اور متن کنز مین یہ مسئلہ مذکور ہے کہ قاضی اولًا مدعی علیہ سے شفیع کی ملکیت کا سوال کرے حالانکہ یہ بات ٹھیک نہین ہے بلکہ اولا قاضی کو مدعی سے اوس مکان کا پتا اور اوس کے حدود دریافت کر لی چاہئیین اس لئے کہ وہ اوس مکان مین اپنا حق بیان کرتا ہے لہذا اوس مکان کا تعین ضروری ہے جسطرح کوئی شخص مکان کی ملکیت کا دعوی کرے تو اوس شخص سے حدود اور پتا دریافت کیا جاتا ہے اور جب شفیع

لولم يقبضها لا يصح دعواه على المشتري حتى يحضر البائع فاذا ابين ذلك سأله عن سبب شفعته لاحتمال ان يزعم ما ليس بسبب سببا او يكون هو محجوبا بغيره فاذا ابين سببا صالحا وانه غير محجوب بغيره سأله انه متى علم وكيف صنع حين علم لانها تبطل بطول الزمان وبما يدل على الاعراض فاذا ابين ذلك سأله عن طلب التقرير وكيف كان وعند من اشهد وهل كان الذي اشهد عنده اقرب من غيره على ما بينا ۵ فاذا ابين ذلك كله اقبل على المدعى عليه وساله عن ملك الشفيع الى آخر ما ذكر في التبيين۔

پتا وغیرہ دریافت کر لے تو قاضی اوس سے دریافت کرے کہ مشتری نے اوس مکان پر قبضہ کر لیا ہی یا نہیں اس لیے کہ اگر قبضہ نہیں کیا ہی تو مشتری پر شفیع کا دعوی جبتک بائع حاضر نہو صحیح نہوگا جب شفیع اس بات کو بیان کر دے تو اوس سے شفعہ کرنے کا سبب دریافت کرنا چاہیے ممکن ہے کہ اوس نے غیر سبب کو اپنی دانست میں سبب سمجھا ہو یا اوس کے حق پر کوئی دوسرا شفیع مقدم ہو جب شفیع ٹھیک ٹھیک ان باتوں کو بیان کر دے تو اوس سے یہ دریافت کرنا چاہیے کہ تجھکو بیع کا علم کب ہوا اور جب تجھکو علم بالبیع ہوا تو تو نے کیا کیا اس لیے کہ تاخیر کرنے یا کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جس سے اعراض سمجھا جاوے شفعہ ساقط ہو جاتا ہی جب شفیع یہ بھی بیان کر دے تو اُس سے طلب تقریر کا سوال کرے کہ کسطرح اوس نے طلب کیا اور کس کے پاس لوگوں کو گواہ کیا وہ بہ نسبت دوسرے کے اقرب تھا یا نہیں غرض جسطرح ہم بیان کر چکے ہیں اوسی ترتیب سے اُس سے سوال کیے جاویں جب شفیع ان سب باتوں کا جواب دیدے تو اب قاضی کو مدعی علیہ کیطرف متوجہ ہونا چاہیے اور اُس سے شفیع کی ملکیت وغیرہ اور اُسکے متعلق سب باتیں دریافت کرنی چاہییں

(۱۲۱) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن الى مجلس القاضي وقت خصومته الا بعد القضاء بها اى بالشفعة لان الثمن لا يجب عليه قبل القضاء بالشفعة ولا يجب احضاره۔

(۱۲۱) شفیع کو ضرور نہیں ہی کہ قاضی کے پاس اوس مکان کی قیمت خصومت کے وقت لاکر موجود کرے بلکہ اسوقت موجود کرنا ضروری ہی کہ جب قاضی اوس کے لیے شفعہ کا حکم دیدے کیونکہ قبل از حکم قاضی زر ثمن شفیع پر واجب نہیں ہوتا اور نہ اوس کا موجود کرنا اوسپر ضروری ہی۔

(۱۲۲) والزمه اى محمد الشفيع به قبله اى باحضار الثمن قبل القضاء فلا يقضي القاضي بها اذا لم يحضره لاحتمال ان يكون الشفيع مفلسا ويتوى مال المشتري۔

(۱۲۲) امام محمد رح کے نزدیک قبل از حکم قاضی شفیع پر زر ثمن کا موجود کر دینا ضروری ہے جبتک زر ثمن موجود نہوگا قاضی شفعہ کا حکم نہ دے گا کیونکہ اگر شفیع مفلس نکلا تو مشتری کا مال تلف ہو جاوے گا۔

(۱۲۳) وهو رواية اى قول محمد رواية عن ح۔

(۱۲۳) ایک روایت مین امام صاحب سے بھی یہ قول مروی ہے کہ قبل از حکم قاضی شفیع پر زر ثمن کا موجود کرنا ضروری ہے۔

(۱۲۴) ولو حكم القاضى قبل احضار الثمن فللمشترى ان يحبس العقار حتى يدفع الثمن اليه لانهما بمنزلة البائع والمشترى

(۱۲۴) اگر قاضی نے زر ثمن موجود ہونے سے پہلے شفیع کو شفعہ کا حکم دیدیا تو مشتری کو اسبات کا اختیار ہے کہ جبتک وسکو زر ثمن نہ ملے مبیع کو روکے رہے کیونکہ وہ دونون بمنزلہ بائع ومشتری کے ہین۔

(۱۲۵) واذا كان المبيع فى يد البائع لم يسمع البينة اى القاضى بينة الشفيع ولم يقض له بالشفعة حتى يحضر المشترى لان للبائع يدًا والمشترى ملكا فلا بد من اجتماعهما ولو قضى بها قبل حضوره يكون قضاء على الغائب وانه لا يجوز۔

(۱۲۵) جبتک مبیع بائع کے قبضہ مین ہو قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے گا اور شفعہ کا حکم نہ دے گا جبتک کہ مشتری موجود نہو کیونکہ قبضہ بائع کا ہے اور ملک مشتری کی ہے اس لیے دونون کا اجتماع ضروری ہے اور اگر مشتری کے حاضر ہونے سے پہلے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو وہ قضا علی الغائب ہونے کی وجہ سے نافذ نہ ہوگا۔

(۱۲۶) بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم الى المشترى فصار البائع اجنبيا فيفسخ البيع بحضرته اى بحضرة المشترى ويقضى بها اى بالشفعة۔

(۱۲۶) مشتری کا قبضہ ہو جانے کے بعد بائع کا حاضر ہونا ضروری نہین ہے اس لئے کہ قبضہ سے بیع تمام ہوچکی اور بائع اجنبی ہوگیا پس صرف مشتری کے موجودگی مین بیع فسخ ہو جاوے گی اور شفعہ کا حکم دے دیا جاوے گا۔ اگرچہ بائع اوس جگہ موجود نہو۔

(۱۲۷) ويجعل العهدة اى ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع اذا اخذ الشفيع الدار من يده لانه اذا اخذها منه ينفسخ العقد الذى جرى بين البائع والمشترى فيكون متملكا على البائع فكانه اشترى

(۱۲۷) اگر شفیع نے وہ مکان بائع کے قبضہ مین سے لیا تھا اور اب اوسمین کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوس کے زر ثمن کا ضامن ہوگا اس لئے کہ جب شفیع خود بائع سے مبیع کو لے لیا ہے تو بائع اور مشتری کے مابین جو عقد ہوا تھا فسخ ہو جاوے گا اور بائع کی طرف سے شفیع کو یہ ملکیت حاصل ہوگی اور یہ سمجھا جاوے گا کہ اوس نے بائع سے اس مکان کو خریدا ہے لہذا وہی ذمہ دار ہوگا

منه فيكون العهدة عليه لا على المشتري

اور مشتری سے کچھ واسطہ نہو گا۔

(۱۲۸) اي قال الشافعي العهدة على المشتري سواء اخذها من البائع او المشتري لان العقد لا ينفسخ ويكون متملكا على المشتري فيكون العهدة عليه كما لو اخذها منه۔

(۱۲۸) امام شافعیؒ کے نزدیک بہرصورت مشتری زر ثمن کا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ شفیع نے اوس مکان کو بائع کے پاس سے لیا ہو یا مشتری کے پاس سے اس لئے کہ بائع اور مشتری میں جو عقد ہوا ہے وہ فسخ نہو گا اور شفیع کو یہ ملکیت بہرحال مشتری کی طرف سے حاصل ہو گی پس وہی ذمہ دار ہو گا۔

(۱۲۹) ويرد الشفيع الدار المشفوعة بخيار الروية و العيب لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء لانه مبادلة المال بالمال شرط المشتري البراءة عن خيار العيب في عقده لان الخيار حق للشفيع فلا يسقط باسقاط المشتري

(۱۲۹) اگر مشتری نے خریدتے وقت خیار عیب سے بری ہونے کی قید لگا دی ہو اوس وقت میں بھی شفیع کو اختیار ہے کہ بسبب خیار عیب یا خیار رویت کے اوس مکان کو واپس کر دے کیونکہ خیار العیب شفیع کا حق ہے مشتری کے ساقط کر دینے سے وہ ساقط نہیں ہوتا۔

(۱۳۰) ومن اشترى لغيره كان خصما للشفيع لان الاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيتوجه الى الوكيل لانه هو العاقد۔

(۱۳۰) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لئے ایک مکان خریدا تو یہی شخص شفیع کا بمقابل سمجھا جاوے گا اس لئے کہ شفعہ عقد کے متعلق ہے پس جس نے عقد کیا ہے اوس ہی سے شفعہ کا مواخذہ کیا جاوے گا۔

(۱۳۱) الا بالتسليم الى الموكل يعني اذا سلم الوكيل المبيع الى الموكل يخرج عن كونه خصما لانه لا يد له ولا ملك فيكون الخصم هو الموكل۔

(۱۳۱) اگر وکیل نے اپنے موکل کے لئے مکان خرید کر کے موکل کو دیدیا تو اب شفیع کو اس وکیل سے خصومت کا استحقاق نہو گا بلکہ موکل سے خصومت کرنا چاہئے اس لئے کہ وکیل نہ قابض ہے نہ مالک۔

(۱۳۲) ولو قال المشتري لوكيل الشفيع قد سلم موكلك الشفعة يامر ابو يوسف رح بتاخير القضاء حتى يحضر الموكل فيحلف على انه لم يسلمها لانه لو قضى بها في الحال ثم حضر الشفيع

(۱۳۲) امام ابو یوسف رح فرماتے ہیں اگر مشتری نے شفیع کے وکیل سے کہا کہ تیرے موکل نے حق شفعہ ترک کر دیا ہے تو قاضی کو حکم دینے میں موکل کے حاضر ہونے اور اوس سے اس بات پر حلف کرنے تک کہ میں نے شفعہ کو ترک نہیں کیا تاخیر کرنا چاہئے اس لئے کہ اگر موکل کے حاضر ہونے سے پہلے شفعہ کا حکم دیدیا اور پھر موکل نے

ونكل عن اليمين لزم نقض القضاء فيجب تاخيره صيانة له عن النقض۔

عدم تسلیم شفعه پر حلف کرنے سے انکار کیا تو قاضی کو اپنے پہلے حکم کا منسوخ کرنا پڑے گا اس مصلحت سے اوسکو دیر کرنی چاہیے۔

(۱۳۳) وامر به اى محمد بقضاء الشفعة للحال لان الحق لما ثبت عند القاضي وجب عليه الحكم بما ظهر عنده فلا يؤخر لامر موهوم فان الشفيع يحتمل ان لا يحضر اصلا فان حضر ونكل رد الدار على المشتري۔

(۱۳۳) امام محمد رح فرماتے ہین کہ صورت مذکورہ بالا مین قاضی کو حکم دینے مین انتظار نہ کرنا چاہیے بلکہ فی الفور حکم دینا چاہیے اس لئے کہ جب عند القاضی ایک حق ثابت ہو چکا تو قاضی پر اوس کے متعلق حکم دینا فرض ہوگیا صرف امر موہوم کی وجہ سے اوسمین تاخیر نہین کرسکتا ممکن ہے کہ شفیع حاضر نہو اور اگر حاضر بھی ہوا اور حلف سے انکار کیا تو قاضی اوس مکان کو مشتری کے طرف واپس کرادیگا۔

(۱۳۴) ولو باع او وهب يعنى من اشترى دارا فباعها من غيره او وهبها له ثم غاب فادعى الشفيع على الحاضر اى على المشترى الثانى او على الموهوب له فانكر الحاضر فاراد الشفيع اقامة البينة يجعله اى ابو يوسف الحاضر خصما فيقبل بينته۔

(۱۳۴) ایک شخص نے مکان خریدا بعد ازان دوسرے کے ہاتھ اوسکو بیع یا ہبہ کردیا بعد ازان وہ غائب ہوگیا اور شفیع نے مشتری ثانی یا موہوب لہ پر دعوی کیا اور اون دونون نے انکار کیا تو شفیع نے گواہ پیش کرنے کا قصد کیا امام ابو یوسف کے نزدیک یہ مشتری ثانی یا موہوب لہ اوس کا مدمقابل قرار دیا جاوے گا اور گواہون کی گواہی مقبول ہوگی۔

(۱۳۵) وقالا لا يكون خصما۔

(۱۳۵) امام محمد اور امام صاحب کے نزدیک مشتری ثانی یا موہوب لہ سے شفیع دعوی نہ کرسکے گا۔

(۱۳۶) له ان الموهوب له والمشترى الثانى ذو اليد ومدع لرقبة الدار لنفسه فيكون خصما لمن ينازعه كما لو صدقه فى الدعوى لكن يوخذ منه كفيل للثمن او يوضع الثمن عند عدل نظرا

(۱۳۶) امام ابو یوسف رح کی یہ دلیل ہے کہ موہوب لہ یا دوسرا مشتری قابض ہے اور مکان کی ملکیت کا اوسکو دعوی ہے پس جو شخص اوس مکان مین نزاع کرتا ہے لامحالہ یہ دونون اوس کے مدمقابل ہونگے جسطرح یہ موہوب لہ وغیرہ اوسکے دعوی کی تصدیق کردے تو اس تصدیق کا اعتبار کیا جاتا ہے مگر صورت مذکورہ مین

للغائب وهما ان القضاء على الغائب قصدا لا يجوز وفي جعله خصما ابطال حق الغائب قصدا فلا يجوز بخلاف ما اذا اصدقه لان الاقرار حجة قاصرة فلا يتعدى عن نفسه واما البينة فحجة متعدية يظهر بها القضاء على الغائب۔

شفیع کیطرف سے کسی شخص کو کفیل کرلینا چاہیے یا اوس سے زرثمن لیکر کسی عادل شخص کے پاس رکھدینا چاہیے تاکہ اوس غائب کی حق تلفی نہو اور امام محمد اور امام صاحب کی یہ دلیل ہے کہ قصدًا غائب پر کوئی حکم دینا درست نہین ہے اور مشتری ثانی یا موہوب لہ کو اگر شفیع کا مدمقابل ٹھیرایا گیا تو اسمین قصدًا غائب کا حق باطل کرنا ہے لہذا اونکا مدمقابل ٹھیرانا جائز نہوگا بخلاف صورت تصدیق کے کیونکہ اقرار حجت قاصرہ ہے مقر کی ذات سے تجاوز نہین کرسکتا اور بینہ حجت متعدیہ ہے کہ اوس کے سبب سے غائب پر حکم دینا پڑتا ہے۔

(١٣٧) فصل فيما تبطل به الشفعة وما لا تبطل۔

(١٣٧) فصل شفعہ کے بطلان اور عدم بطلان کی صورتون کے بیان مین۔

(١٣٨) ولو ترك الاشهاد على طلبه مع القدرة او صالح من شفعته على عوض او باع ما يشفع به بيعا باتا قبل القضاء بها اي بالشفعة مطلقا اي علم بشراء العقار او لم يعلم او ساوم المشتري اي طلب الشفيع ان يشتري منه او استاجر منه اي العقار من المشتري او اخذه اي العقار من المشتري مزارعة او معاملة اي مساقاة مع علمه بالشراء او مات اي الشفيع قبل القضاء بها بطلت جواب لو۔

(١٣٨) اگر شفیع نے باوجود قدرت کے طلب پر گواہ کسیکو نہ کیا یا کچھ عوض لیکر شفعہ سے صلح کرلی یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع نے اپنے مکان کی جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تہا کسی سے بیع قطعی کردی خواہ اوسکو مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم ہوا ہو یا نہوا ہو یا مشتری سے خریدنے کے ارادہ سے اوس مکان کی قیمت ٹھیرا لی۔ یا مشتری سے اوسکو کرایہ پر لیا یا زمین کو مشتری سے کاشتکاری یا باغ لگانیکی غرض سے لیا باوجودیکہ شفیع کو زمین کے فروخت ہونے کا علم تہا یا ہنوز قاضی نے شفعہ کا حکم نہین دیا تہا کہ شفیع فوت ہوگیا ان سب صورتون مین شفعہ باطل ہوجاوے گا۔

(١٣٩) قيدنا البيع بالبات لانه لو باع ما يشفع به بالخيار لا يبطل شفعته ما دام الخيار ثابتا لان

(١٣٩) صورت مذکورہ بالا مین بیع کے اندر قطعی کی قید اس لیے زیادہ کی ہے کہ اگر شفیع نے بیع قطعی نہین کی بلکہ بیع بالخیار کی تو جبتک کہ اختیار ثابت ہے حق شفعہ

الملك لم يزل ولو رجع اليه عقاره بخيار او عيب بقضاء او بغيره لا يعود اليه حق الشفعة لانها لما بطل لا تعود الا بسبب جديد۔

ساقط نہوگا کیونکہ اُس وقت تک شفیع کے ملک زائل نہوگی۔ اور اگر بحکم قاضی بوجہ خیار یا عیب کے اُس کی جا ئیداد واپس ہوگئی تو حق شفعہ دوبارہ ثابت نہوگا کیونکہ حق شفعہ جب باطل ہوچکا تو اب سبب جدید سے اُسکا اعادہ ہوسکتا ہی ورنہ نہیں ہوسکتا۔

(۱۴۰) قيد بقوله قبل القضاء لانه لو باع ما يشفع به بعد القضاء لا تبطل شفعته لتاكيده بالقضاء۔

(۱۴۰) قبل حکم قاضی کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے اپنے مکانکو بعد از حکم قاضی بیع کیا ہی تو اب شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ قاضی کے حکم سے شفعہ کو استحکام ہوگیا۔

(۱۴۱) فالان نشرع في بيان عللها على الترتيب اما بطلان الشفعة في المسئلة الاولى فلان تركه يدل على الاعراض واما في الثانية فلان الشفيع ليس له حق في المحل وانما الثابت له حق التملك وهو فعله والفعل لا يتقوم الا بالعقد فلم يجز اعتياضه فتبطل شفعته لانه اسقطها واما في الثالثة فلزوال سبب الاستحقاق فلا يتوقف على العلم واما في سومه فلدلالته على الاعراض عن الشفعة وكذا في العقود الباقية وانما شرط فيها العلم بالشراء لان دلالتها على الاعراض ليست بصريحة بخلاف تسليم الشفعة حيث يسقط به مع الجهالة بالشراء لانه صريح في الاسقاط كالطلاق۔

(۱۴۱) اب ہم بہ ترتیب ان مسائل کے وجوہ بیان کرتے ہین مسئلہ اولے مین بطلان شفعہ کے یہ وجہ ہی کہ اُسکو ترک کردینا اعراض کے دلیل ہی مسئلہ ثانیہ مین یہ وجہ ہی کہ شفیع کو حق سے محل نہین ہی صرف حق تملک ہے اور وہ اُسکا فعل ہی اور فعل کو بغیر عقد کے قرار نہین ہی تو اُسکا عوض دینا صحیح نہوگا اور شفعہ باطل ہوگا کیونکہ وہ اُسکو خود باطل کرچکا اور تیسری صورت مین اسلیے کہ وہ جبکہ اپنے مکان کے بیع قطعی کرچکا تو استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا خواہ اُسکو مکان مشفوعہ کے بیع کا علم ہو یا نہو اور مشتری سے قیمت ٹہیرانے کی صورت مین اسلیے شفعہ باطل ہوجاتا ہی کہ قیمت ٹہیرانے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ شفعہ کی طرف اُسکو توجہ نہین ہی۔ وعلی ہذا القیاس باقی صور مذکورہ مین۔ اور ان صور تون مین یہ قید کہ شفیع کو مکان مشفوعہ کے بیع کا حال معلوم ہوا اسلیے لگائی ہی کہ ان صور تو مین صراحۃ اعراض نہین ثابت ہوتا بخلاف اس صورت کے کہ شفعہ کو ترک کردے کہ با وجود لاعلمی کے شفعہ ساقط ہوجاویگا کیونکہ شفعہ کے ترک کرنے مین صراحۃ اُسکا اسقاط ہی جیسے طلاق مین۔

(١٤٣) ولا تورث اى الشفعة اذا مات الشفيع بعد البيع قبل القضاء۔

(١٤٢) ہمارے ائمہ کے نزدیک اگر شفیع قبل از حکم اور بعد از بیع مرجاوے تو اوسکے وارثوں کو حق شفعہ ثابت نہیں ہوتا۔

(١٤٢) وقال الشافعی یورث الشفعة عن الشفيع ويقسم بين ورثته على عدد رؤسهم والذكر والانثى فيه سواء۔

١٤٣ امام شافعی رح کے نزدیک شفعہ مین توریث جاری ہوسکتی ہے اور بقدر شمار ورثہ کے حق شفعہ اون پر تقسیم ہوتا ہے اور مرد وعورت کے لیے برابر حق ہوتا ہے۔

(١٤٤) قيدنا بقولنا قبل القضاء لانه لو مات بعد القضاء بها قبل نقد الثمن وقبضه فالبيع لازم لورثته اتفاقا كذا فى الحقائق۔

(١٤٤) قبل از حکم کے قید اسلیے لگائی تھی کہ اگر شفیع نے بعد از حکم قاضی انتقال کیا ہو اور اُس نے ہنوز زرثمن بائع کو نہین دیا تھا تو بالاتفاق اُسکے وارثوں کو وہ بیع لازم ہوجاویگی۔

(١٤٥) له انه حق معتبر فى الشرع كالقصاص فيورث ولنا ان الشفعة هى ولاية التملك وهى لا تبقى بعد موت صاحبها فكيف يورث عنه بخلاف القصاص لان من عليه القصاص صار كالمملوك لمن له القصاص حتى صح الاعتياض عنه والعين المملوكة تبقى بعد موت المالك۔

(١٤٥) امام شافعی رح کے دلیل یہ ہے کہ شفعہ شرع مین ایک معتبر حق ہے مثل قصاص کے لہذا اُس مین توریث جاری ہوگی ہمارے ائمہ کی یہ دلیل ہے کہ شفعہ فی الحقیقت ولایت تملک کا نام ہے اور ولی کے مرجانے کے بعد ولایت باقی نہین رہتی جب باقی نہین رہی تو اُس مین توریث کیونکر جاری ہوسکتی ہے بخلاف قصاص کے کہ اُنہین قاتل ورثہ مقتول کیلئے مثل مملوک کے ہوجاتا ہے اسی وجہسے اُسکا عوض دینا صحیح ہے اور شے مملوک مالک کے مرجانے کے بعد بھی باقی رہتی ہے۔

(١٤٦) وفى المحيط لو باع حق الشفعة من انسان لا يكون تسليما لها لان البيع لم يصادف محله۔

(١٤٦) محیط مین مذکور ہے اگر حق شفعہ کسی انسان کے ہاتھ بیع کردیا تو یہ ترک شفعہ نہ سمجھا جاوے گا کیونکہ یہ بیع بے محل ہے۔

(١٤٧) ولو قال اجنبى للشفيع سلم حق الشفعة للمشترى فقال سلمت لك صح استحسانا لان اللام للتعليل

(١٤٧) اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا کہ حق شفعہ مشتری کو تسلیم کردے شفیع نے جواب دیا کہ مین نے تیرے لیے تسلیم کردیا تو استحسانا تسلیم کرنا صحیح ہوگا اور تیرے لیے کے معنے یہ ہونگے کہ تیری خاطر سے مین نے

فکانہ قال سلمتہا لحرمتك۔

حق شفعہ مشتری کو تسلیم کر دیا۔

(۱۴۸) وان مات المشتری لم تبطل الشفعۃ لان سبب الاستحقاق قائم حتی لایباع فی دین المشتری لان حق الشفیع کان مقدما علی المشتری فکذا یکون مقدما علی من تلقی الحق من قبلہ۔

(۱۴۸) اگر مشتری مر گیا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ استحقاق شفعہ کا حق برابر قائم ہے حتی کہ مشتری کے دین میں مکان مشفوعہ کی بیع نہیں ہو سکتی کیونکہ شفیع کا حق مشتری پر مقدم ہے تو اسیطرح جو مشتری کے طرف سے حق لینا چاہتے گا اُس پر بھی مقدم ہوگا۔

(۱۴۹) ولو بیع فللشفیع نقضہ وان باعہ القاضی۔

(۱۴۹) اگر مشتری مر گیا اور اُسکے دین میں وہ مکان مشفوعہ بیع ہو گیا تو شفیع اُس بیع کے فسخ کرنیکا مجاز ہے اگرچہ وہ بیع خود قاضی کی ہو

(۱۵۰) ولاشفعۃ لوکیل البائع ان کان شفیعا لان البائع لو کان شفیعا لم یکن لہ الاخذ بالشفعۃ لان البیع تملیك والاخذ بالشفعۃ تملك وبینہما منافاۃ فکذا الوکیل القائم مقامہ۔

(۱۵۰) اگر مالک مکان نے شفیع کو اُس مکان کے بیع کا وکیل کیا تو پھر اُس شفیع کو حق شفعہ نہوگا کیونکہ جس صورت میں اگر بائع خود شفیع ہوتا تو بعد شفعہ کے اُس مکان کو نہیں لے سکتا تھا اسلیے کہ بیع کے اُس مالک کرنا اور شفعہ کرنا خود مالک بننا ہوتا ہے اور ان دونوں میں منافات ہے اسیطرح وکیل کو بھی جو بائع کا قائم مقام ہے حق شفعہ نہیں ہے

(۱۵۱) ولا لمن ضمن الدرك یعنی من ضمن للمشتری عن البائع الدرك وہو تبعۃ الاستحقاق ان کان شفیعا فلاشفعۃ لان ضمان الدرك تقریر للبیع فی ید المشتری ففی اخذہ بالشفعۃ ابطال ذلك فلم یصح۔

(۱۵۱) جو شخص بائع کی طرف سے مشتری کیلیے اسبات کا ضامن ہو کہ اگر اس بیع میں بعد کو کوئی قضیہ پیش آئے تو میں اُس کا ذمہ دار ہوں تو اُس کو بھی حق شفعہ نہیں ہے کیونکہ جب وہ اسبات کا ضامن ہو گیا ہو تو گویا اُس نے بیع کو ثابت کر دیا اب اُس میں شفعہ کا دعوے کرنا اُس بیع کا باطل کرنا ہے۔

(۱۵۲) بخلاف وکیل المشتری حیث لہ الشفعۃ لان المشتری لو کان شفیعا لم تبطل شفعتہ فکان لہ

(۱۵۲) اگر مشتری نے ایک شخص کو خریدنے کیلیے وکیل کیا ہو تو اُس شخص کا شفعہ باطل نہیں ہوتا اسلیے کہ مشتری اگر خود شفیع ہوتا تو اُسکا شفعہ باطل نہوتا پس یہ شخص ذی شفعہ

ان يشارك سائر الشفعاء ان لم يقدموا عليه لان الاخذ بالشفعة تملك كالشراء فيكون مقدرا له فكذا وكيله۔

شفعہ کے اندر شریک ہوسکتا ہی اگر انکو اُسپر تقدم نہو اسلیے کہ جسطرح خریدنے مین مالک بننا مقصود ہوتا ہی اسیطرح شفعہ مین بہی مقصود ہوتا ہی پس خرید مین شفعہ بہی شامل ہوسکتا ہی اور یہ شخص اُسکا وکیل ہی پس حق شفعہ اس شخص کا باطل نہوگا۔

(١٥٣) ولو كان الخيار للبائع وشرطه لثالث فاجاز فهو كالبائع لا شفعة له۔

(١٥٣) اگر بیع مین بائع کو اختیار حاصل تہا اور اس نے تیسرے ایک شخص کی اجازت شرط کی تہی اور اُسنے اجازت دیدی تو وہ مثل بائع کے ہی اور اُس شخص کا شفعہ جاتا رہا۔

(١٥٤) وان كان الخيار للمشتري وشرطه لثالث فاجاز فهو كالمشتري فله الشفعة۔

(١٥٤) اگر مشتری کو بیع کا اختیار تہا اور ایک تیسرے شخص کی اجازت پر اس بیع کو منحصر کیا تہا اور اُس تیسرے نے اُسکو اجازت دیدے تو وہ مثل مشتری کے ہوگا اور اُس کا شفعہ باطل نہوگا۔

(١٥٥) ولو باع المريض بمرض الموت من وارثه دارا بمثل القيمة او اكثر واخذ الآخر فيه الشفعة فالبيع والشفعة باطلان عنده

(١٥٥) اگر ایک بیمار نے مرض الموت کی حالت مین اپنے وارث کے ہاتھ ایک مکان کو خواہ برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا پہر ایک شخص نے اُسمین شفعہ کیا تو امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک وہ بیع اور شفعہ دونون باطل ہین۔

(١٥٦) وقالا يجوز بيعه وبيع الشفعة منه۔

(١٥٦) صاحبین کے نزدیک مرض الموت کے بیع اور اُسکے بعد شفعہ دونون صحیح ہین۔

(١٥٧) وعلى هذا الخلاف اذا باع وصي الميت من الوارث ذكره في الفصول۔

(١٥٧) اگر میت نے ایک شخص کو وصیت کی اور اُس شخص نے میت کے وارث کے ہاتھہ ایک مکانکو بیع کیا تو امام اعظم کے نزدیک یہ بیع باطل ہے اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہی۔

(١٥٨) لهما ان حق الورثة تعلق بمالية امواله لا باعيانها ولهذا اجاز للمورث استبدالها بما يشاء وبهذا البيع لم ينقص ماليتها فلم يقع تصرفه ملاقيا لحق الورثة وله ان الوصية لم يجز لوارث لان فيها ايثار بعض الورثة

(١٥٨) صاحبین کی دلیل یہ ہی کہ وارثون کا حق مورث کے مال کے مالیت کیساتھ متعلق ہوا ہی عین مال کیساتھ متعلق نہین ہوا ہی اسلیے مورث جیتا ہے اُسکو بدل سکتا ہی اور اس بیع سے مال کی مالیت مین نقصان نہین آتا پس اس تصرف کو وارثونکے حق سے کچھہ علاقہ نہوا اور امام ابوحنیفہ رح کے یہ دلیل ہی کہ وارث کیلئے وصیت جائز نہین ہی اسلیے کہ اُسمین بعض وارثونکی بعض پر

على الباقين فيؤدى ذلك الى العداوة عرفا والبيع من الوارث كالوصية له لان عين بعض المال قد يكون اولى من ماليته فاذا لم يصح البيع لم يصح الشفعة لبنائها عليه۔

ترجیح لازم آتی ہی اور عرفا یہ بات باہمی عداوت کا سبب ہو جاتی ہے اور وارث سے بیع کرنا ایسا ہی ہو جیسا کہ اُسکے لئے وصیت کرنا کیونکہ بسا اوقات ایک شیئے کی ذات اُسکی مالیت سے بہتر ہوتی ہی پس جبکہ بیع صحیح نہین ہوئی شفعہ بھی صحیح نہو گا اس لیے کہ وہ بیع پر مبنی ہے۔

(۱۵۹) الا ان يجيزه بقية الورثة لانهم رضوا بسقوط حقهم۔

(۱۵۹) صورت مذکورہ مین اگر باقی ورثہ نے بھی اُسکی اجازت دیدی تو یہ بیع صحیح ہو جاویگی کیونکہ خود اُنہون نے رضا مندی سے اپنا حق ساقط کیا۔

(۱۶۰) او باقل يعنى لو باع المريض من وارثه دارا باقل من قيمتها كما لو باع داره بالفين وقيمتها ثلثة الاف ثم مات والاجنبى شفيعها ولا مال له غيرها فلا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۰) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین اپنے کسی وارث کے ہاتھ ایک مکان کم قیمت سے فروخت کیا مثلاً اس مکان کی قیمت تین ہزار روپیہ ہین اور دو ہزار روپیہ پر فروخت کیا بعد ازان وہ مرگیا اور اُسکا شفیع ایک اجنبی شخص ہو اور میت نے بجز اُس مکان کے کچھ اور نہین چھوڑا تو بالاتفاق شفعہ نہو گا۔

(۱۶۱) ذكر فى المحيط فى هذه المسئلة لا شفعة للاجنبى عنده وله الشفعة بثلثة الاف عندهما بناء على ما مر من ان بيعه لوارثه لا يجوز عنده ويجوز عندهما سواء كان للمريض مال غيرها اولا انظر كيف اورد المصنف الخلافية على صيغة الوفاق وقيد بقيد لا احتياج اليه۔

(۱۶۱) محیط مین اس مسئلہ کی اندر مذکور ہی کہ اجنبی کو امام صاحب کے نزدیک اُسمین شفعہ نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک شفعہ کر سکتا ہے بشرطیکہ مکان کی اصلی قیمت یعنے تین ہزار روپیہ دیدیگا اوسکی وجہ یہ ہی کہ امام صاحب کے نزدیک یہ بیع درست نہین ہی اور صاحبین کے نزدیک درست ہی خواہ مریض کے پاس بجز اُس مکان کے اور مال ہو یا نہو۔ دیکھو کہ مصنف رح نے یہان اختلافی مسئلہ کو کسطرح بیان کیا ہی کہ اُسکا اتفاقی ہونا ثابت ہوتا ہی اور ایسی قید لگائی ہی کہ جس کی حاجت نہ تھی۔

(۱۶۲) ولو باعها اى المريض دارہ من اجنبى بالمثل اى بمثل القيمة او باكثر ووارثه شفيعها فشفعة الوارث باطلة عنده لان تلك الصفقة ينتقل الى الوارث بالشفعة

(۱۶۲) اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت مین اجنبی شخص کے ہاتھ اپنا مکان برابر قیمت یا زیادہ قیمت پر فروخت کیا اور اُسکا وارث اُسمین شفیع ہی تو امام صاحب رح کے نزدیک اُسمین شفعہ باطل ہی کیونکہ شفعہ کے سبب یہ بیع وارث کے جانب منتقل ہو جاویگی اور ایسا ہو گا کہ گویا اوس نے اپنے

فيصير كانه باعها من وارثه وذا غير جائز وقالا له الشفعة لان هذا البيع جائز عندهما۔

وارث کے ہاتھ بیع کی اور یہ جائز نہیں ہے اور صاحبینؒ فرماتے ہیں وارث شفعہ کر سکتا ہے کیونکہ انکے نزدیک یہ بیع درست ہے۔

(۱۶۳) او باقل يعني لو باع المريض داره من اجنبي باقل من قيمتها فلا شفعة له اي للشفيع الوارث اتفاقا

(۱۶۳) اگر ایک شخص نے اپنے مکان کو کسی اجنبی کے ہاتھ کم قیمت پر فروخت کیا تو اُس شفیع کو جو میت کا وارث بھی ہے بالاتفاق شفعہ نہیں ہے۔

(۱۶۴) وفي المحيط مريض باع داره من اجنبي بالفين وقيمتها ثلثة الاف ولا مال له غيرها ثم مات وابنه شفيعها لا شفعة له اتفاقا۔

(۱۶۴) محیط میں مذکور ہے اگر ایک شخص نے مرض الموت کی حالت میں اپنے مکان کو جسکی قیمت تین ہزار ہے کسی اجنبی کے ہاتھ دو ہزار پر فروخت کیا اور بجز اوسکے کوئی مال اسکے پاس نہ تھا اور مر گیا اور اُسکا بیٹا اُس مکان کا شفیع ہے تو بالاتفاق اسکو شفعہ نہیں ہے

(۱۶۵) وفي رواية الاصل قالا ياخذ بقيمتها لان المريض صار بائعا للدار من الشفيع حكما فصار كما لو باع منه حقيقة بالفين وقيمته ثلثة الاف كان للوارث ان ياخذها بثلثة الاف عندهما۔

(۱۶۵) مبسوط میں ایک روایت ہے کہ صاحبین رح کے نزدیک اُس مکان کی اصل قیمت دیکر وہ وارث لے سکتا ہے کیونکہ حکماً مریض نے شفیع کے ہاتھ مکان کی بیع کی ہے تو اُسکا حال ایسا ہوا کہ حقیقةً دو ہزار سے بدست اُس وارث کے بیع کی اور اُسکی قیمت تین ہزار تھی کہ صاحبین رح کے نزدیک اس صورت میں وارث تین ہزار دیکر مکان کو لے سکتا ہے۔

(۱۶۶) في الاصح احترز به عما قيل يجوز له الاخذ عندهما بمثل القيمة وانما احترز عنه لان الشفعة انما شرعت بالثمن وتمام القيمة لم يكن منه فلا يجوز الاخذ به ولا بالثمن لان فيه محاباة للوارث ولا يعمل اجازة الوارث لانه لا يعمل في حق المشتري لان المحاباة تخرج من الثلث وههنا لا مال له غيرها

(۱۶۶) قول صحیح یہی ہے کہ بالاتفاق اس شفیع کو جو کہ میت کا وارث بھی ہے حق شفعہ نہیں رہتا اور بعض نے یہ جو بیان کیا ہے کہ صاحبین کے نزدیک برابر قیمت دیکر وہ شفیع لے سکتا ہے تو یہ قول غیر معتبر ہے اسواسطے کہ شفعہ ثمن کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے اور باقی قیمت ثمن میں داخل نہیں ہے۔ اس لئے نہ برابر قیمت سے لے سکتا ہے نہ ثمن سے اس لئے کہ ثمن سے دینا وارث کو کچھ مال چھوڑ دینا ہے اور اگر دوسرا وارث اجازت دیدے تو اوسکی اجازت دینے کا کچھ اثر نہ ہوگا کیونکہ مشتری کے حق میں اوسکا کچھ اثر نہیں ہے اس لئے کہ ثلث مال سے درگذر ہو سکتی ہے اور یہاں سواے اوس کے مورث کا کچھ مال نہیں ہے دوسرے وارث کا اجازت دینا

واجازۃ الوارث یتضمن ابطال ملك المشتری لانہا متی صحت اخذ ھا الشفیع فیبطل ملکہ۔	ملک مشتری کا باطل کرنا ہے کیونکہ اگر اجازت صحیح ہو جائیگی شفیع فوراً اوس مکان کو لے لیگا اور مشتری کی ملکیت باطل ہو جاویگی۔
(۱۶۷)، ولو کان لہ مال غیرھا فاجازت الورثۃ فلہ الشفعۃ اتفاقا انظر کیف ترك المصنف ھذا القید مع انہ مقید۔	(۱۶۷) جس صورت مین علاوہ اوس کے مورث کا اور بھی مال ہو تو بالاتفاق اجازت کی صورت مین وارث شفیع ہو جاوے گا دیکھو مصنف رحمہ اللہ نے اس قید کو کسطرح ترک کر دیا حالانکہ یہ حکم مقید ہے۔
(۱۶۸)، واذا اخبر انہا ای الشفیع بان الدار بیعت بالف او ان المشتری فلان فسلم الشفیع ای الشفیع الشراء ثم علم انہ غیرہ ای ان المشتری غیر فلان او ان البیع باقل من الالف او بمکیل ای علم ان البیع کان بمکیل او موزون قیمتہ الف او اکثر لم تبطل شفعتہ لان تسلیمہ حین سمع الالف کان لاستکثارہ واذ ظہر ان الثمن اقل منہ فلہ الاخذ۔	(۱۶۸) جس صورت مین شفیع کو خبر لگی کہ فلان مکان ہزار کو فروخت ہو گیا یا فلان شخص نے خریدا ہے اوسوقت مین تو شفیع نے شرار کو تسلیم کر لیا بعدازان اوسکو معلوم ہوا دوسرے شخص نے خریدا ہے یا ہزار سے کم فروخت ہوا ہے یا یہ معلوم ہوا کہ کسی کیل یا موزون چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے یا ایک ہزار سے زیادہ خریدا ہے تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوسکا شفعہ کو تسلیم کرنا گران خیال کرنے کے سبب سے تھا اور جب اوسکو معلوم ہوا کہ اوس سے کم فروخت ہوا ہے تو اب وہ لے سکتا ہے۔
(۱۶۹)، وفی المحیط ھذا اذا کان التفاوت فی الثمن ولو کان فی المبیع فقط کما اذا سمع انہ بیع کل الدار بالف فسلم ثم علم انہ بیع بعضہا بالف بطلت شفعتہ لان من رغب عن شری الکل ولیس فیہ عیب الشرکۃ کان ارغب عن شراء النصف وفیہ عیب الشرکۃ ولو کان بالعکس لا یبطل لان الرغبۃ	(۱۶۹) محیط مین مذکور ہے یہ جب ہے کہ ثمن کے اندر تفاوت ہو اور اگر صرف مبیع کے اندر تفاوت ہو جیسے کہ اوس نے سنکر کہ کل مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے شرار کو تسلیم کر لیا اور بعد کو معلوم ہوا نصف مکان ہزار کو فروخت ہوا ہے تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ جو شخص کل مکان کے خریدنے سے باوجودیکہ شرکت کے جھگڑے سے پاک ہے اعراض کرے گا تو نصف مکان کے خریدنے سے باوجود عیب شرکت کے بطریق اولی اعراض کرے گا اور اگر اس کے عکس ہو تو حق شفعہ باطل نہو گا کیونکہ

عن شرى النصف المعيب لا يكون رغبة عن كل التسليم وكذا تسليمه حين سمع ان المشترى فلان كان لرضائه بجواره واذا بان غيره فله الاخذ حذرا عن اضراره وكذا تسليمه فى الف يجوز ان يكون لعجزه عن ذلك واذا ظهر انها بيعت بجنس اخر مما يثبت فى الذمة كمكيل وموزون وعددى متقارب فله ان يرغب فى اخذها لقدرته على ذلك-

نصف کے خریدنے سے جو عیبدار ہے اعراض کرنا کامل تسلیم سے اعراض کی دلیل نہین ہوسکتا- اسیطرح اس بات کو علم کہ فلان شخص نے خریدا ہی اوس شرار کو تسلیم کر لینا اس غرض سے تہا کہ وہ اوس مشتری کے جوار پر خوش تہا اور جب اوس کو دوسرے شخص کے خریدنے کا علم ہوا تو وہ حق شفعہ لے سکتا ہی تاکہ اوس کے جوار سے شفیع کو ضرر نہ پہونچے اسیطرح اوس نے جب نقد ہزار سنے تہے تو ہوسکتا ہی اس لئے اوس نے تسلیم کر دیا ہو کہ وہ ہزار کے بہم پہونچانے سے عاجز تہا اور جب اوس کو معلوم ہوا کہ دوسری چیز سے اوس کی بیع ہوئی ہی جو کسی کے ذمہ ثابت ہوسکتی ہی مثل اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا شمار کے حساب سے بکتی ہین جنمین چندان فرق نہین ہوتا ہی تو اب وہ اوسکو رغبت سے لے سکتا ہی اسلیئے کہ اوسکو بہم پہونچا سکتا ہے-

(١٧٠) او بمائة قيمتها الف يعنى لو اخبر انها بيعت بالف درهم فسلم ثم علم انها بيعت بمائة دينار قيمتها الف درهم ابطلناه اى حق الشفعة وجعلنا تسليمه صحيحا-

(١٧٠) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار درم کو فروخت ہوا ہے اوسوقت تو اوس نے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا سو اشرفی کو جنکی قیمت ہزار درم ہین فروخت ہوا ہے تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفعہ باطل ہی اور اوسکا اول مرتبہ تسلیم کر لینا صحیح ہی-

(١٧١) وقال زفر وهو القياس هو على شفعته-

(١٧١) اور زفر رحمہ اللہ فرماتے ہین اور قیاس بہی یہی چاہتا ہی کہ اوسکا شفعہ قائم رہیگا-

(١٧٢) قيد بقوله قيمتها الف اذ لو كان قيمة الدنانير اقل فهو على شفعته اتفاقا-

(١٧٢) دینار مین یہ قید کہ انکی قیمت ہزار درم ہین اس لئے زیادہ کی ہے کہ اگر اس سے کم اوسکی قیمت ہوگی تو بالاتفاق اوس کا شفعہ قائم رہیگا-

(١٧٣) له ان الدراهم والدنانير جنسان مختلفان ولهذا لو اكره على احدهما فاقر بالاخر كان مختارا

(١٧٣) امام زفر رح فرماتے ہین کہ دراہم اور دنانیر مختلف جنسین ہین- اس لئے کہ اگر اون دونون مین سے ایک پر کوئی شخص اکراہ کیا جاوے اور دوسرے کا اقرار کرے تو وہ

فلا یکون التسلیم فی احدھما تسلیما فی الاخر ولنا انھما کالجنس فی الثمنیۃ ولھذا الیضم فی الزکوۃ وکلامنا فی الثمن فیکون الاختلاف راجعا الی القدر دون الجنس۔

مختار ہوگا۔ تو ایک مین تسلیم کردینا دوسرے مین تسلیم کردینا شمار نہ کیا جاوے گا۔ ہم کہتے ہین ثمنیت کے اندر وہ دونون جنس واحد کے مانند ہین اور ثمن مین ہی ہمارا کلام ہے تو اختلاف مقدار ہین سمجھا جاویگا نہ جنس مین۔

(۱۷۴) او بعرض غیر مثلی یعنی لواخبر انھا بیعت بالف فسلم ثم علم انھا بیعت بعرض غیر مثلی قیمتہ الف بطلت شفعتہ وصح تسلیمہ لان الواجب فی القیمی القیمۃ فلم یظھر فیہ اختلاف الجنس

(۱۷۴) اگر معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے بیع ہوی ہے یعنے جب اوسکو معلوم ہوا کہ ہزار سے بیع ہوی ہے تو مان گیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ کسی غیر مثلی چیز سے جس کی قیمت ایک ہزار ہے بیع ہوئی تو شفعہ باطل ہوجاوے گا اور اوسکا تسلیم کردینا صحیح ہوگا کیونکہ غیر مثلی مین قیمت واجب ہوتی ہے اور اوس مین اختلاف جنس کا ظاہر نہوا۔

(۱۷۵) قید بقولہ غیر مثلی لانہ لوکان مثلیا کالمکیل والموزون والعددی المتقارب قیمتہ الف لم تبطل شفعتہ لما مر۔

(۱۷۵) غیر مثلی کی قید اس لحاظ سے بڑہائی ہے کہ اگر مثلی ہو مانند اون چیزون کے جو ناپ یا تول یا بوجہ قریب قریب برابر ہونیکے شمار سے فروخت ہوتی ہین اور اوسکی قیمت ایک ہزار ہو تو شفعہ باطل نہو گا جسکی وجہ مذکور ہوچکی ہے۔

(۱۷۶) او اقل یعنی لوکان قیمۃ العرض اقل من الالف لم تبطل شفعتہ لان تسلیمہ لم یکون لاستکثار الالف۔

(۱۷۶) اور اگر ایک ہزار سے اوسکی قیمت کم ہے تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ ایک ہزار سنکر اوس کا تسلیم کردینا ہزار کو زیادہ سمجھنے کی غرض سے ہتا۔

(۱۷۷) ولا یجعل قولہ اخذ نصفھا تسلیما ای اذا قال الشفیع اخذ نصف الدار لا یکون تسلیما للنصف الاخر عند ابی یوسف رح لان طلب بعض الحق لا یکون رضا بسقوط الباقی عرفا وعادۃ۔

(۱۷۷) شفیع کا یہ کہدینا کہ مین نصف مکان کو لیتا ہون تسلیم نہ شمار کیا جائیگا یعنے اگر شفیع کہدے کہ نصف مکان کو لیتا ہون تو یہ اوسکا کہنا امام ابو یوسف رح کے نزدیک نصف باقی مین تسلیم کردینا نہ شمار کیا جائے گا کیونکہ بعض حق کے طلب کرنے سے باقی حق کے ساقط ہوجانے سے رضامندی ثابت نہین ہوتی نہ عرفا نہ عادۃ۔

(۱۷۸) وخالفہ ای محمد لانہ

(۱۷۸) امام محمد رح کا اس مین اختلاف ہے کیونکہ

لما سلم فی النصف الآخر صار مسلما فی الکل لانه غیر متجزء۔

جب دوسرے نصف مین اوس نے بیع کو تسلیم کر لیا تو گویا کل ہی مین تسلیم کر لیا کیونکہ وہ متجزی نہین ہر۔

(۱۷۹) وفی المحیط الاصح قول ابی یوسف

(۱۷۹) محیط مین مذکور ہر ابو یوسف رح کا قول زیادہ صحیح ہر

(۱۸۰) وابطل ای محمد تسلیم الاب والوصی شفعة الصبی فیما اذا بیعت بمثل القیمة فله ان یاخذها بعد البلوغ۔

(۱۸۰) اگر ایک مکان برابر قیمت سے فروخت کیا جائے اور ایک نابالغ اوسمین شفیع ہو اور اوس نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی شفعہ کو تسلیم کر دے تو یہ تسلیم کرنا امام محمد رح کے نزدیک باطل ہر اور بعد بلوغ کے وہ نابالغ اپنا شفعہ لے سکتا ہر۔

(۱۸۱) وقالا صح تسلیمها فلا یاخذها الصبی بعده۔

(۱۸۱) صاحبین رح کے نزدیک اون دونون کا تسلیم کر دینا صحیح ہر اور اوس کے بعد نابالغ اوسکو نہین لے سکتا

(۱۸۲) وعلی هذا الخلاف اذا بلغهما شراء دار بجوار داره فلم یطلبا۔

(۱۸۲) ایسا ہی اوس صورت مین اختلاف ہر کہ باپ کو یا باپ کے وصی کو نابالغ کے جوار مین ایک مکان کے فروخت ہو جانے کی خبر لی اور انہون نے شفعہ کے طلب نہ کی۔

(۱۸۳) قید بالتسلیم لانه لو لم یکن له ولی توقف علی بلوغه اتفاقا لقوله علیه السلام ینتظر للشفیع اذا کان غائبا وکذلك اذا کان عاجزا کذا فی المحیط۔

(۱۸۳) تسلیم کی قید اس لئے لگائی ہر کہ اگر اوسکا کوئی ولی نہین ہر تو بالاتفاق اوسکے وقت بلوغ تک انتظار کیا جائے گا اس لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر کہ شفیع کا انتظار کیا جائے جبکہ غائب ہو اور ایسی ہی جبکہ عاجز ہو۔

(۱۸۴) له انه حق ثابت فلا یملکان ابطاله کالعفو عن القصاص ولهما ان حق الشفعة انما تملك بالثمن فصار فی معنی البیع وهما یملکان الامتناع عنه بخلاف العفو عن القصاص لانه تبرع وهما لا یملکانه۔

(۱۸۴) امام محمد رح کی دلیل یہ ہر کہ یہ ایک حق ثابت ہر اور وہ دونون اوس کے ابطال کے مالک نہین ہین جیسے قصاص سے عفو کرنے پر اونکو اختیار نہین ہر صاحبین رح فرماتے ہین حق شفعہ کی ملکیت ثمن سے ہوتی ہر اور وہ حقیقت مین بیع ہر اور وہ دونون بیع کے ترک کر دینے کے مالک ہین بخلاف عفو عن القصاص کے کہ یہ تبرع ہر اور وہ تبرع کے مالک نہین ہین

(۱۸۵) وفی المحیط یثبت الشفعة للحمل بدار الرثها من ابیه

(۱۸۵) محیط مین مذکور ہر حمل کو بسبب اوس مکان کے جو اوسکے باپ کے ورثہ مین اوس کو ملا ہر شفعہ ثابت ہو جاتا ہر جیسے

فان وضعت لاقل من ستة اشهر منذ البيع فله الشفعة۔

ایسی صورت مین اگر ایک عورت وقت بیع سے چھماہ سے کم مین بچا جنے تو وہ شفیع ہو جائے گا۔

(۱۸۶) ولو بيعت اى الدار التى شفيعها الصبى بثمن يسير اى باقل من قيمتها بمحاباة فتسليمه اى تسليم كل من الاب والوصى صحيح عندح لانه امتناع عن ادخاله فى ملك الصغير لا ازالة عن ملكه۔

(۱۸۶) اگر ایک مکان جسکا نابالغ کو شفعہ حاصل ہے کم قیمت سے کچھ رعایت کرکے فروخت کیا جائے پس اسمین باپ اور وصی کا تسلیم کر دینا امام صاحب رح کے نزدیک صحیح ہو کیونکہ شفعہ کا تسلیم کر دینا اوس بیع کو نابالغ کے ملک مین داخل کرنے سے باز رکھنا ہو اوس کے ملک سے بیع کا دور کر دینا نہین ہو۔

(۱۸۷) وابطله محمد لما فيه من ترك النظر للصغير۔

(۱۸۷) اور امام محمد رح نے اوس تسلیم کو باطل سمجھا ہو کیونکہ اوسکے چھوڑ دینے مین نابالغ کے نفع کی رعایت کا ترک کر دینا ہے۔

(۱۸۸) قيد بقوله يسير لانها لو بيعت باكثر من قيمتها مما لا يتغابن الناس فى مثله جاز التسليم اتفاقا والاصح انه لا يجوز اتفاقا لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبى۔

(۱۸۸) کم قیمت کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ کوئی شخص اتنا نقصان نہین گوارا کر سکتا تو بالاتفاق تسلیم صحیح ہو مگر اصح یہ ہو کہ بالاتفاق تسلیم کر دینا صحیح نہین ہو کیونکہ اوس کا حال اجنبی کا سا ہو جب لینے کا مالک نہین ہو تو تسلیم کرنے کا بھی اوسکو کیا اختیار ہے

(۱۸۹) ولو اشتراها اى الاب دارا لابنه الصغير اعزنا له اخذها اى جاز للاب اخذ الدار بالشفعة قبل بلوغه وقال زفر لا يجوز۔

(۱۸۹) اگر ایک شخص نے اپنے صغیر لڑکے کے لئے ایک مکان خریدا تو قبل اوسکے بلوغ کے باپ کو مکان کا شفعہ مین لے لینا ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز ہے اور امام زفر رح فرماتے ہین جائز نہین ہے۔

(۱۹۰) انما قيد نا به لان الشفعة بعد بلوغه جائز اتفاقا۔

(۱۹۰) قبل بلوغ کی قید اس لئے لگائی ہو کہ بعد از بلوغ تو بالاتفاق شفعہ جائز ہو۔

(۱۹۱) وقيد بالاشتراء لان الاب لو باع ملك نفسه ليس له الشفعة لابنه الصغير لان البائع

(۱۹۱) اور خریدنے کی اس لئے قید لگائی ہو کہ اگر باپ نے اپنے ملک کو فروخت کیا تو اپنے صغیر لڑکے کے لئے اوسکو شفعہ جائز نہین ہو کیونکہ بائع کو حق شفعہ نہین ہے

لاشفعة له وللصغير الشفعة اذا بلغ اتفاقا۔

اور صغیر کے لئے بالاتفاق جب وہ بالغ ہو جائے شفعہ کرنیکا استحقاق حاصل ہے۔

(۱۹۲) وقيد بالاب لان الوصى لا يملك اخذها لنفسه اتفاقا لان ذلك بمنزلة الشراء ولا يجوز للوصى ان يشترى مال اليتيم لنفسه بمثل القيمة۔

(۱۹۲) اور باپ کی قید اس لئے لگائی ہے کہ وصی بالاتفاق اپنی ذات کے لئے لینے کا مالک نہیں ہے کیونکہ یہ بمنزلہ خریدنے کے ہے اور وصی کو یتیم کا مال اپنی ذات کے لئے برابر قیمت سے خریدنا درست نہیں ہے۔

(۱۹۳) وقيد بقوله لابنه لانه لو اشترى الاب لنفسه والصبى شفيعها فله الشفعة لابنه اتفاقا۔

(۱۹۳) اور بیٹے کے لئے خریدنے کی قید اس لئے لگائی ہے کہ اگر باپ نے اپنی ذات کے لئے خریدا اور نابالغ کو اوسمین حق شفعہ ہو تو اپنے بیٹے کے لئے وہ شفعہ کر سکتا ہے اتفاقا۔

(۱۹۴) له ان كون الشخص الواحد مطالبا ومطالبا ممتنع ولنا ان ولاية الاب قامت مقام شخصين ولهذا اجاز له ان يشترى من مال الصغير شيئا بمثل القيمة۔

(۱۹۴) امام زفر کی دلیل یہ ہے کہ ایک شخص کا مطالب اور مطالب ہونا غیر ممکن ہے اور حنفیہ کی دلیل یہ ہے کہ باپ کی ولایت دو شخصوں کے قائم مقام ہے اسی غرض سے باپ کے لئے یہ بات درست ہے کہ صغیر کے مال سے کوئی چیز برابر قیمت سے خریدے۔

(۱۹۵) ومنعنا من اخذ الدارين بيعتا فى مصرين اى سواء كانتا متلاصقين او متفرقين بصفقة واحدة اى اذا كان شفيعهما واحدا وقال زفر له ذلك وكذا الخلاف لو كان ارضين او قريتين۔

(۱۹۵) جس صورت مین دو مکان جو دو شہرون کے اندر ہین ایک عقد سے کسی شخص کے ہاتھ فروخت کئے جائین خواہ وہ دونون ملے ہوئے ہون یا دور دور ہون اور ایک ہی شخص دونون مکانون مین شفیع ہو تو وہ شفیع اون مکانون مین شفعہ نہین کر سکتا اور امام زفر رح فرماتے ہین شفعہ کر سکتا ہے یہی اختلاف دو زمینون اور دو گانون مین ہے۔

(۱۹۶) قيد بمصرين لانه لو بيعت داران فى مصر واحد فقوله كقولنا كذا فى الحقائق

(۱۹۶) دو شہرون کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر ایک شہر مین ہون تو امام زفر رح کا بھی اوسمین وہی قول ہے جو ہمارا قول ہے۔

(۱۹۷) وذكر فى المصفى والايضاح ان التقييد بالمصرين وقع اتفاقا۔

(۱۹۷) ایضاح اور مصفی مین مذکور ہے کہ دو شہرون کی قید اتفاقی ہے۔

(۱۹۸) قيد بصفقة واحدة لانهما لو بيعتا بصفقتين كان له ان ياخذ

(۱۹۸) ایک عقد کی اس لئے قید لگائی ہے کہ اگر دو عقد سے فروخت ہونگی تو بالاتفاق اون دونون میں سے جس کو

ایهما شاء اتفاقا۔

(۱۹۹) وقیدنا بقولنا اذا کان شفیعهما واحدا لانه ان کان شفیعا لاحدهما دون الاخری یاخذ التی هو شفیعها اتفاقا لان الصفقة وان اتحدت فقد اشتملت علی ما تثبت فیه الشفعة وعلی ما لا تثبت الشفعة فیه فاختص الشفعة بالدار المجاورة کذا فی المصفی

(۲۰۰) له ان تفرق المکان کتفرق الصفقة ولا ضرر علی المشتری فی اخذ احدهما فقط فیجوز ولنا ان فی اخذ احدهما دون الاخری تفریق الصفقة علی المشتری فلا یجوز۔

(۲۰۱) ولو اشتری رجل دارا من اثنین منعه ای الشفیع من اخذ نصیب احدهما۔

(۲۰۲) وقال الشافعی یجوز ذلک۔

(۲۰۳) ولو باع من اثنین جاز ای للشفیع ان یاخذ نصیب احدهما اتفاقا لوقوع العقد متفرقا فی حق المشتری۔

(۲۰۴) له قیاس المسئلة الاولی علی هذه المسئلة ولنا ان الجار فی الاولی واحد فرضاؤه بجوار المشتری فی نصیب احدهما یکون رضا فی الاخر لان الجار الواحد لا یتجزی واما فی الثانیة فالجار اثنان فله ان یرضی باحدهما دون

چاہیگا شفیع لے سکیگا۔

(۱۹۹) یہ قید کہ شفیع اون مین ایک ہی شخص ہو اسلیے لگائی ہو کہ اگر ایک شخص ایک مین شفیع ہو اور دوسرے مین نہو تو بالاتفاق جس مین وہ شفیع ہو اوسکو لے سکتا ہو کیونکہ صفقہ اگرچہ واحد ہو مگر دو مکانون پر مشتمل ہو جن مین سے ایک مین شفعہ ثابت ہو اور ایک مین نہین اس لیے اوس مکان مین جو شفیع کے مجاور ہو شفعہ متعین ہوگا۔

(۲۰۰) امام زفر رح کی دلیل یہ ہو کہ تفرق مکان کا تفرق عقد کے مانند ہو اور مشتری کو صرف ایک کے لے لینے مین کچھ نقصان نہین ہو تو شفیع کو لینا جائز ہے حنفیہ کہتے ہین ایک کے لینے اور دوسرے کے نہ لینے مین مشتری پر صفقہ کا تفریق کرنا ہو اور یہ جائز نہین ہے۔

(۲۰۱) اگر ایک شخص نے دو شخصون سے ایک مکان خریدا تو حنفیہ رح کے نزدیک شفیع دونون مین سے ایک کا حصہ نہین لے سکتا۔

(۲۰۲) امام شافعی رح فرماتے ہین یہ جائز ہے۔

(۲۰۳) اگر ایک مکان دو شخصون سے فروخت کیا تو شفیع دونون مین سے ایک کا بالاتفاق حصہ لیسکتا ہو کیونکہ مشتری کے حق مین تو عقد متفرق واقع ہوئی ہے۔

(۲۰۴) امام شافعی رح تو مسئلہ اولی کو اس مسئلہ پر قیاس کرتے ہین حنفیہ کہتے ہین پہلے مسئلہ مین جار ایک ہی شخص ہے پس شفیع کا ایک حصہ مین مشتری کے جوار پر راضی ہونا دوسرے کے حصہ مین بھی راضی ہونا ہی کیونکہ جار واحد تجزی لی چیز نہین ہے اور مسئلہ ثانیہ مین جار دو شخص ہین اور ہو سکتا ہی کہ شفیع ایک کے جوار پر راضی ہو اور دوسرے کے جوار پر ناراض ہو

الاٰخر فافترقا۔

(۲۰۵) **فصل** فی البناء والغرس فی الارض المشفوعة۔

(۲۰۶) وبناء المشتری واتخاذه مسجدا قاطع لحق البائع فی الفسخ یعنی من اشتری دارا شراء فاسدا وقبضها وبنی او اتخذها مسجدا ینقطع عنها حق البائع فی الفسخ عند ابی حنیفة وعلی المشتری قیمتها۔

(۲۰۷) وللشفیع الاخذ بالقیمة فی الاول ای فی البناء عنده۔

(۲۰۸) وقالا لا ینقطع عنها حق البائع فی المسئلتین فلیس له الاخذ۔

(۲۰۹) قید بقوله فی الاول لان فی اتخاذه مسجدا لیس له الاخذ اتفاقا اما عندهما فلعدم انقطاع حق البائع عنها واما عنده فلصحة کونها مسجدا والمسجد لا یملك۔

(۲۱۰) وذکر فی مبسوط شیخ الاسلام الخلاف فیما اذا جعله علی هیئة المسجد ولم یؤذن للناس بان یصلوا فیه حتّٰی یکون رقبة الارض

دونون صورتون مین بہت فرق ہے۔

(۲۰۵) **فصل** مشفوعہ اراضی مین مکان وغیرہ بنانے اور درخت وغیرہ لگانے کے بیان مین۔

(۲۰۶) مشفوعہ زمین مین مشتری کا مکان بنا لینا یا اوسکو مسجد قرار دیدینا بائع سے فسخ کرنے کا حق باطل کردیتا ہے یعنے جب شخص نے بیع فاسد سے ایک مکان خریدا اور اوسپر قابض ہوگیا اور وہین اوس نے اور مکان بنا لیا یا اوسکو مسجد کردیا تو بائع کو جو اس کے فسخ کا بسبب بیع فاسد ہونے کے اختیار حاصل تھا امام صاحب رح کے نزدیک وہ حق منقطع ہوجاویگا اور مشتری پر اوسکی قیمت واجب ہوجاویگی۔

(۲۰۷) بناء کی صورت مین شفیع کو اوسکی قیمت دیکر امام صاحب رح کے نزدیک لینے کا اختیار حاصل ہے۔

(۲۰۸) صاحبین کے نزدیک دونون صورتون مین بائع کو فسخ کا اختیار حاصل ہو اور شفیع کسی صورت مین اوس کو نہین لے سکتا۔

(۲۰۹) بصورت اول کی اس لئے قید لگائی ہو کہ مسجد کر لینے کی حالت مین بالاتفاق شفیع کو لینے کا استحقاق نہین ہے صاحبین رح کے نزدیک اس لئے کہ بائع کا حق اوس سے منقطع نہین ہوا اور امام صاحب رح کے نزدیک اس لئے کہ اوس کا مسجد ہونا صحیح ہو اور مسجد مملوک نہین ہوسکتی

(۲۱۰) شیخ الاسلام نے مبسوط مین ذکر کیا ہو اختلاف اوس صورت مین ہے کہ اوسکو مسجد کے ہیئت پر کردے اور لوگون کو ہنوز اجازت نہ دے اور ابتک مسجد کی زمین اور اوسکی دیوارین اوس کے ملک مین باقی ہون

والبناء باقية على ملكه اما اذا اذن للناس بان يصلوا فيه ينقطع عنه حق البائع اتفاقا فعلم من هذا ان تعليل المصنف فى شرحه بان المسجد لا يملك غير صحيح لانه ان اراد ما هو مسجد حقيقة فليس هو محل الخلاف وان اراد ما هو فى هيئة المسجد فانه يصح ان يملك۔

اور اگر لوگون کو نماز کی اجازت دیدی ہو تو بالاتفاق بائع کا حق اوس سے ساقط ہو جائے گا پس اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مصنف رح کا اپنی شرح مین اسکی یہ علت بیان کرنا کہ مسجد کسی کی مملوک نہین ہوسکتی ٹھیک نہین ہے کیونکہ اگر مسجد سے اوس نے حقیقۃً مسجد مراد لی ہے تب تو وہ محل خلاف ہی نہیں اور اوس سے مراد لی ہے کہ جو بصورت مسجد ہو تو وہ مملوک ہو سکتی ہے

(۲۱۱) ولعله اراد بان المشترى بنيته ان يجعله مسجدا توجه ان يكون حقا لله ومثله لا يملك عادة فلو اخذه الشفيع عنه يلزم ان يكون مملوكا۔

(۲۱۱) شاید مصنف کی یہ مراد ہو کہ وہ مکان مشتری کے اس نیت کر لینے سے کہ اوسکو مسجد بنا وے قریب ہے کہ خدائے تعالے کا حق اوس کے ساتھ متعلق ہو جاوے اور عادۃً ایسی شئ غیر مملوک ہو جاتی ہے۔ پس اگر شفیع اوسکو لے لیگا تو وہ لا محالہ مملوک ہو جائیگی۔

(۲۱۲) اعلم ان قيد البناء اتفاقى لان الخلاف كذا لو اخرجها عن ملكه بالهبة او بجعلها مهرا او بالبيع فللشفيع ان ينقض تصرفه ويأخذها بالقيمة عنده فان اخذها بالبيع الثانى اخذها بالثمن لان البيع الثانى صحيح۔

(۲۱۲) جاننا چاہئے کہ بنا کی قید اتفاقی ہے کیونکہ یہی اختلاف اون صورتون مین بھی ہے کہ مشتری اوس شئ کو اپنے ملک سے بذریعہ ہبہ یا مہر یا بیع کے خارج کر دے پس امام صاحب کے نزدیک ان صورتون مین بھی شفیع کو مشتری کے اس تصرف کے باطل کر دینے اور مبیع کو قیمت دیکر لیلینے کا اختیار حاصل ہے۔ اور اگر بیع ثانی کے بعد لیگا تو ثمن دیکر لینا پڑے گا کیونکہ وہ بیع صحیح ہے۔

(۲۱۳) لهما ان هذا التصرف لا يسقط حق البائع كما لا يسقط حق المالك اذا وجد فى المغصوب وكذا اتخاذه مسجدا لا يسقط حقه لان الله لا يقبله لكونه مستحق الفسخ واجبا عليه فاذا لم ينقطع حق البائع

(۲۱۳) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اس تصرف سے بائع کا حق ساقط نہو گا جس طرح کہ اگر یہ تصرفات شئ مغصوبہ مین پائی جائیں تو مالک کا حق ساقط نہین ہو جاتا اسیطرح اوسکا مسجد بنا لینا بائع کے حق کو ساقط نہین کر سکتا کیونکہ خداے تعالی کے نزدیک وہ غیر مقبول

لا يجب حق الشفعة لان حقه اقوى من حق الشفيع ولهذا يسقط حقه بالتاخير دون حق البائع وله ان البناء حق المشترى وحق الفسخ فى الفاسد حق الشرع وحق العبد مقدم عليه وباتخاذها مسجدا اتم قبض المشترى وزال ملكه فيها الى الله فانقطع حق البائع كما لو كان المشترى عبدا فقبضه فاعتقه۔

مقبول ہے اس لئے کہ اوس کا فسخ ضروری ہے پس جب بائع کا حق اوس سے منقطع نہوا تو شفعہ ثابت نہوگا کیونکہ بائع کا حق شفیع کے حق سے قوی ہے اسی لئے تاخیر کرنے سے شفیع کا حق ساقط ہو جاتا ہے بخلاف بائع کے امام صاحبؒ فرماتے ہین کہ بنا مشتری کا حق ہے اور بیع فاسد کے اندر فسخ کا حق شرع کا حق ہے اور بندہ کا حق شرع کے حق پر مقدم ہے اور جب اوس نے اوس مکان کو مسجد بنالیا تو مشتری کا قبضہ مکان مین پورا ہوگیا اور اوسکی ملکیت مکان سے جاتی رہی اور خدائے تعالی کے ملک مین داخل ہوگیا پس بائع کا حق بھی اوس سے منقطع ہوگیا۔ جس طرح ایسے ہی بیع سے غلام کو خریدتا اور بعد قبضہ کر لینے کے اوس کو آزاد کر دیتا۔

+ + + + + + + +

(۲۱۴) واذا ابنى المشترى بالشراء الصحيح او غرس ثم قضى بها اى بالشفعة للشفيع اخذه الشفيع بالثمن وقيمتها اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما مقلوعا او كلفه اى الشفيع المشترى قلعهما اى قلع بنائه وغرسه۔

(۲۱۴) اگر ایک شخص بشراء صحیح ایک زمین خرید کر کے اوس مین مکان بنالے یا باغ لگالے بعد ازان قاضی اوسمین شفعہ کا حکم کرے تو شفیع اوس زمین کو اوسی ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو اوس قیمت سے جو گرا دینے کے بعد ہوتی ہو لے سکتا ہے یا مشتری سے کہسکتا ہے کہ وہ اپنی دیوارون اور درختون کو گرالے۔

(۲۱۵) ويخيره اى ابو يوسف الشفيع بين الاخذ بذلك اى اخذ الشفيع المبيع بالثمن والبناء والغرس بقيمتهما قائمين او الترك اى ترك الاخذ ولا يكلفه بالقلع كما لو بنى الموهوب له فى الارض الموهوبة ليس للواهب ان يقلع بناءه ويرجع فى الارض لانه

(۲۱۵) امام ابو یوسف رح شفیع کو اس بات مین اختیار دیتے ہین کہ یا تو شفیع اوس زمین کو ثمن سے اور دیوارون اور درختون کو وہ قیمت دیکر جو کھڑی رہنے کی حالتمین ہوتی ہے لیلے یا چھوڑ دے اور اوس سے اونکو گرانے کی نسبت نہین کہسکتا جسطرح موہوب لہ ایک زمین موہوبہ مین کچھ مکان بنالے تو واہب کو یہ استحقاق نہین ہے کہ اوس مکان کو ڈھوا دے اور زمین واپس کرے کیونکہ اپنے ملک مین

بناه في ملكه۔

اوسکو بنایا ہے۔

(۲۱۶) ولهما ان هذا التصرف وقع في حق الغير من غير تسليط من جهته فله ان ينقضه كالراهن اذا بنى في المرهون بخلاف ما استشهد به لان التصرف فيه حصل بتسليط من جهة من له الحق۔

(۲۱۶) صاحبین رح فرماتے ہین کہ یہ تصرف دوسرے کے ملک مین بدون اوس کے اجازت کے واقع ہوا ہے تو اوسکو اس تصرف کے باطل کرنے کا استحقاق ہے جسطرح راہن شئی مرہونہ مین کچھ بنالے اور زمین موہوبہ سے جو استشہاد کیا ہے وہ اس کے خلاف ہے کیونکہ وہان پر تصرف صاحب حق کے تسلیط سے پایا گیا ہے۔

(۲۱۷) ولو بنى الشفيع او غرس اى في الدار المشفوعة ثم استحقت رجع الشفيع بالثمن على من رده من البائع او المشتري اتفاقا لانه تبين انه اخذه بغير حق لا بقيمتهما اى لا يرجع بقيمة البناء والغرس على من اخذ منه الدار يعنى اذا بنى الشفيع في الدار المشفوعة او غرس فقلع المستحق الشفيع لا يرجع بقيمتهما۔

(۲۱۷) اگر شفیع نے مکان مشفوعہ مین کچھ مکان بنا لیا یا کوئی درخت لگا لیا بعد ازان وہ مکان کسی دوسرے شخص کا نکلا تو شفیع اوس کا ثمن جسکو اوس نے دیا ہے بالاتفاق واپس لے سکتا ہے خواہ بائع کو دیا ہو یا مشتری کو کیونکہ یہ بات ظاہر ہو گئی کہ بغیر حق کے اوس سے ثمن لیا گیا تھا مگر بنا کی اور درختون کی قیمت اوس شخص سے جس سے اوس نے مکان لیا ہے نہین لے سکتا۔ یعنے اگر مکان مشفوعہ مین شفیع درخت لگالے یا کچھ بنالے اور وہ شخص جسکا حق ثابت ہوا ہے اوسکو گرا دے تو شفیع اونکی قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۱۸) ويفتى به اى ابو يوسف يرجع بالقيمة فيهما اى في البناء والغرس لان الشفيع مع من اخذ منه صار كالمشتري المغرور من جهة البائع۔

(۲۱۸) امام ابو یوسف رح نے درخت اور بنا کی قیمت لے لینے کا فتوی دیا ہے کیونکہ شفیع کا اوس شخص کے ساتھ جس سے اوس نے مکان لیا ہے ایسا حال ہے جیسا اوس مشتری کا جس کو اوسکا بائع فریب دیدے۔

(۲۱۹) ولهما الفرق بان المشتري كان مغرورا من جهة البائع و مسلطا على التصرف في المبيع والشفيع غير مغرور لانه متملك على صاحب اليد

(۲۱۹) اور صاحبین رح فرماتے ہین کہ مشتری تو بائع کی طرف سے فریب مین ہوتا ہے اور مبیع کے اندر تصرف کرنے پر مسلط ہوتا ہے اور شفیع فریب مین نہین ہو سکتا کیونکہ وہ تو جبرًا بلا اختیار صاحب قبضہ کے اوس پر متملک ہوتا ہے

جبرا من غير اختيار فلا يرجع على احد۔

تو وہ کسی سے قیمت نہین لے سکتا۔

(۲۲۰) ويتخير الشفيع بين الاخذ اى اخذ العرصة بجميع الثمن او الترك اذا اصابت المبيع آفة سماوية كما اذا كان دار فانهدم بناؤها لان البناء تابع للعرصة حتى تدخل فى بيعها من غير ذكر فالثمن لا يقابل الاتباع ما لم تكن مقصودة۔

(۲۲۰) جس صورت مین مبیع کو کوئی آفت سماوی پہونچ جائے تو شفیع کو اختیار ہوتا ہے کہ پورا ثمن دیکر اوس زمین کو لے لے یا ترک کردے مثلاً ایک مکان ہو اور اوسکی دیوارین گر جائین کیونکہ بنا زمین کے تابع ہے حتے کہ صرف زمین کے بیع کرنے سے بغیر ذکر کرنے کے بنا بیع کے اندر داخل ہو جاتی ہے پس جبتک کہ توابع ایک شئے کے مقصود و مستقل طور پر نہون ثمن اون کے مقابل نہین ہوتا۔

(۲۲۱) وفى التبيين هذا اذا انهدم البناء بالكلية ولم يبق له نقض لانه لو بقى منه شئ واخذه المشترى بانفصاله من الارض حيث لم يكن تبعا للارض فلا بد من سقوط بعض الثمن لانه مال قائم بقى محتبسا عند المشترى فيكون له حصة من الثمن فينقسم الثمن على قيمة الدار يوم العقد وعلى قيمة النقض يوم الاخذ۔

(۲۲۱) تبیین مین ہے یہ جب ہو کہ بنا بالکل منہدم ہو جائے اور انہدام کے بعد اوسکا کچھ سامان باقی نہ رہے کیونکہ اگر کچھ باقی رہگیا اور مشتری اوس زمین مین سے اوٹھا کر لے گیا تو زمین کے تابع نہوگا اور کچھ ثمن کا اوسکے بدلہ مین ضرور ساقط ہو جانا چاہیئے کیونکہ وہ ایک مال قائم ہے اور مشتری کے پاس محتبس رہا ہے تو لامحالہ ایک ثمن کا حصہ اوس کے مقابلہ مین بھی ہوگا اور عقد کے وقت مکان کی قیمت پر ثمن منقسم ہوگا اور لینے کے دن اوس مکان کی اینٹون وغیرہ پر منقسم ہوگا۔

(۲۲۲) وان نقضها اى الدار المشترى يخير الشفيع بين اخذ العرصة بالحصة اى بحصتها من الثمن والترك لان التابع صار مقصودا بالاتلاف فقابله شئ من الثمن۔

(۲۲۲) اگر مشتری نے اوس مکان کو گرایا ہو تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اوس صحن کو بحصہ رسدی ثمن دیکر لیلے یا چھوڑ دے کیونکہ تلف کر دینے سے تابع بھی مقصود ہو گیا اور کچھ ثمن اوس کے مقابل ہو جائے گا۔

(۲۲۳) ولا ياخذ الشفيع النقض بكسر النون وهو المنقوض لانه صار مفصولا

(۲۲۳) اون اشیاء کو جو مکان کے منہدم ہو جانے سے نکلے ہین شفیع نہین لے سکتا کیونکہ وہ اب ایک جدا گانہ

ولم یبق التبعیة ولا شفعة فی المنقول ویاخذ الشفیع ثمر النخل مع الارض اذا ذکر الثمر فی البیع۔

شئی ہوگئی اور تبعیت باقی نہین رہی اور منقول کے اندر شفعہ نہین ہے اور زمین کے ساتھ درختون کا پہل بہی شفیع لے سکتا ہے جبکہ بیع کے اندر ثمر کا بہی ذکر ہوا ہو

(۲۲۴) انما قیدنا به لان الثمر لا یدخل فی بیع النخل من غیر ذکر وهذا استحسانا وکان القیاس ان لا یاخذ الشفیع لانه لیس بتابع فصار کالمتاع الموضوع فی الارض وجه الاستحسان انه باتصال خلقه صار تبعا للنخیل من وجه الا ان اتصاله لما کان للقطع لا للبقاء صار کالزرع لم یدخل فی البیع الا بالذکر۔

(۲۲۴) ذکر کی ہم نے اس لئے قید لگائی ہی کہ نخل کے بیع کے اندر بغیر ذکر کے اوسکا پہل داخل نہوگا اور یہ استحسانا ہی اور قیاس چاہتا ہے کہ شفیع نہ لے سکے کیونکہ وہ تابع مین شمار نہین کیا جاتا اور ایسا ہے کہ زمین مین کچہ اسباب رکہا ہو۔ استحسان کی یہ وجہ ہے کہ اتصال خلقی کے باعث سے ایک وجہ سے ثمر درخت کے لئے بمنزلہ توابع کے ہو گیا ہے۔ لیکن چونکہ اوسکا اتصال بقار کے لئے نہین ہے بلکہ قطع کرنے کے لئے ہے اس لئے اوسکا حال کہیتی کا سا ہی کہ کہیتی بدون ذکر کئے ہوئے زمین کے بیع مین داخل نہین ہوتی

(۲۲۵) وان حدث عند المشتری ای الثمر ولم یکن علی النخل حین البیع ان هذه الوصل یعنی یاخذ الشفیع الثمر فی هذه الصورة ایضا لانه بیع تبعا للنخل۔

(۲۲۵) اگرچہ بیع کے وقت درختون پر پہل نہ تہا اب مشتری کے پاس آکر اونپر پہل آگیا ہو یعنے اس صورت مین بہی شفیع پہل لے سکتا ہی کیونکہ درختون کے تبعیت مین پہل بہی بیع کے اندر داخل ہو گیا۔

(۲۲۶) فلو جذها ای قطع المشتری الثمر سقط حصتها ای حصة الثمر من الثمن فی غیر الحادثة ای فی الثمر التی کانت عند البائع وقت البیع ولم یکن حادثة عند المشتری لان شیئا من الثمن قابلها لکونها مبیعة۔

(۲۲۶) اگر مشتری نے پہل کو کاٹ لیا بقدر پہل کے حصہ کے ثمن مین سے اوس صورت مین کم کر لیا جاوے گا کہ مشتری کے پاس آکر پہل پیدا نہوا ہو یعنے اوس پہل مین ثمن کم کر لیا جائے گا کہ بیع کے وقت بائع کے پاس پیدا ہوا ہو گا اور مشتری کے پاس آکر پیدا نہوا ہو گا کیونکہ بسبب مبیعہ ہونے کے کچہ ثمن اوس کے مقابلہ مین بہی دیا گیا ہے۔

(۲۲۷) قید به لان الثمر لو کانت حادثة

(۲۲۷) یہ قید اس لئے زیادہ کی ہی کہ اگر مشتری کے پاس

عند المشتری ویجذها لا یسقط حصتها من الثمن لانها لم تکن موجودة عند العقد فیأخذ الارض والنخل بجمیع الثمن۔

پہل پیدا ہوا ہی اور اوس نے اوسکو قطع کر لیا تو بعوض اوس کے ثمن مین سے کم نہ کیا جائیگا کیونکہ عند العقد اوسکا وجود نہ تھا تو زمین اور درختون کو پورے ثمن سے لے لیگا۔

(۲۲۸) ولو انهدم علو فبیع السفل لا یوجبها ای ابو یوسف الشفعة للعالی ای لصاحب العلو بل یکون الشفعة لمن یجاور السفل۔

(۲۲۸) اور اگر بالا خانہ گر جائے بعد ازان نیچے کا مکان فروخت ہو تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک اوپر والیکا شفعہ اس مکان مین نہوگا بلکہ وہ شخص شفیع ہوگا جو نیچے کے مکان کا پڑوسی ہے۔

(۲۲۹) وخالفه ای قال محمد الشفعة لصاحب العلو۔

(۲۲۹) بخلاف امام محمد رح کے کہ اونکے نزدیک اوپر والا شفیع ہوگا۔

(۲۳۰) ولو بیعت الی جانبهما دار الجار والمجرور حال ای بیت دار منضمة الی جانب عرصة السفل فطلباها ای صاحب العلو والسفل الشفعة فانهدم العلو والسفل قبل الاخذ بعینهما ای ابو یوسف الشفعة للسافل ای صاحب السفل۔

(۲۳۰) اگر ایک مکان دو منزلہ مکان کے پہلو مین یعنے جو نیچے والے مکان کے صحن سے ملا ہوا تھا فروخت ہوا اور دونون مکان والونے اوس مکان مین شفعہ چاہا اور اس سے پہلے کہ اون مین سے کوئی اوس مکان کو لیتا وہ دونون مکان گر پڑے تو امام ابو یوسف رح کے نزدیک صرف نیچے والے کو حق شفعہ ہے دونون کو حق شفعہ نہین ہی

(۲۳۱) لا لهما یعنی قال محمد الشفعة لهما۔

(۲۳۱) امام محمد رح فرماتے ہین دونون اوس مین شفیع ہونگے۔

(۲۳۲) لابی یوسف فی المسئلتین ان حق الشفعة زال بانهدام العلو ولمحمد ان صاحب العلو له اعادة علوه اذا بنی صاحب السفل وله ان یرفع الامر الی القاضی لیأمره ببناء السفل فیبنی علیه علوه واذا کان حقه قائما استحق الشفعة فی السفل

(۲۳۲) دونون مسئلون مین امام ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہی کہ اوپر کے مکان کے گر جانے سے اوسکا حق شفعہ زائل ہوگیا۔ اور امام محمد رح فرماتے ہین کہ اوپر والے کو اپنے مکان کے بنانے کا اختیار پھر حاصل ہی اگر نیچے والا مکان بناوے اور اوسکو یہ بھی استحقاق ہے کہ اس معاملہ کو قاضی تک پہونچاوے تاکہ نیچے والے کو قاضی مکان کے بنانے کا

وفي الدار المجاورة لهما وفي المحيط لو بنى السفل صاحب العلو لا يكون متبرعا فعلى صاحب السفل ان يعطيه قيمته لانه كان مضطرا في البناء لاحياء حقه فصار ماذونا شرعا۔

حکم کرے اور پھر وہ اپنا اوپر کا مکان بنالے ۔ پس جب اوسکا حق قائم ہے تو اوسکو نیچے کے مکان مین بھی حق شفعہ ہے اور اوس مکان مین بھی جو اون دونون کے جوار مین واقع ہوا ہے محیط مین مذکور ہے کہ اگر اوپر والے نے نیچے کا مکان اپنے پاس سے بنوادیا تو وہ اوسمین متبرع نہ سمجھا جائیگا بلکہ نیچے والے کو اوسکی قیمت دینی پڑیگی کیونکہ اپنے احیاء حق کی غرض سے نیچے کے مکان کے بنانے کی طرف مضطر ہے اور شرعًا اسبات مین وہ ماذون ہے۔

(٢٣٣) ولو بنى احد الشريكين حماما منهدما لم يرجع على شريكه بشئ لانه غير مضطر في البناء فانه يمكنه ان يرفع الامر الى القاضي حتى يقسم الساحة۔

(٢٣٣) اور اگر دو شریکون مین سے ایک نے بوسیدہ حمام کی مرمت کی تو اپنے دوسرے شریک سے وہ کچھ نہین لے سکتا کیونکہ وہ اوس کے بنانے کی طرف مضطر نہین ہے بلکہ اوسکو یہ استحقاق ہے کہ قاضی تک اس معاملہ کو پہونچا دے تاکہ قاضی اوس زمین کو تقسیم کردے۔

(٢٣٤) **فصل** في الاختلاف وما يؤخذ به المشفوع۔

(٢٣٤) **فصل** اختلاف اور اوس چیز کے بیان مین جسکے بدلہ مین مشفوع لیا جاتا ہے یعنی ثمن۔

(٢٣٥) ولو قال المشتري اشتريت البناء والارض في صفقتين يعني قال اشتريت البناء اولا ثم اشتريت الارض بدون البناء ثانيا وقال الشفيع بل اشتريتهما معا في صفقة واحدة والدار لي بجنبها ولم يكن لهما بينة كان القول للشفيع اتفاقا لان حق الشفيع قائم والمشتري يدعي ابطاله بادعاء الصفقتين والشفيع ينكره فيكون القول له مع

(٢٣٥) اگر مشتری نے کہا مین نے بناء اور زمین کو دو عقدون مین خریدا ہے یعنے اولًا بناء کو خریدا ہے بعد ازان دوسرے بیع سے زمین کو بغیر بناء کے خریدا ہے اور شفیع نے کہا بلکہ تو نے دونون کو ایک ہی بیع سے خریدا ہے اور مکان کا جو بناء کے متصل ہے مالک مین ہون اور کسیکے لیے بینہ نہو تو شفیع کا قول بالاتفاق مقبول ہوگا کیونکہ شفیع کا حق تو قائم ہے اور مشتری دو عقد کے خریدنے کا دعوی کرکے اوسکا باطل کرنا چاہتا ہے اور شفیع اوسکا منکر ہے تو اوسیکا قول معتبر ہوگا

یمینہ علی العلم لانہ حلف علی فعل الغیر۔

اور اسبات کے علم پر اوس سے حلف لے لیا جائیگا کیونکہ دوسرے کے فعل پر حلف ہی۔

(۲۳۶) فان برھنا ای اقام کل منھما البینۃ علی ما ادعاہ و لا تاریخ نرجح ابو یوسف بینۃ المشتری لانھا یثبت امرا زائدا علی الشراء وھو تفریق الصفقۃ فکانت اولی۔

(۲۳۶) اگر ہر ایک نے اپنے دعوے پر بینہ پیش کردیا اور دونوں مدعیوں میں سے کسی کی تقدم تاخر کی تاریخ متعین معلوم نہ ہو تو امام ابو یوسف رح مشتری کے بینہ کو ترجیح دیتے ہین کیونکہ اوسکی بینہ شراء کے اوپر ایک امر زائد کے ثبت ہی یعنے تفریق صفقہ کی تو وہی مقدم ہوگی۔

(۲۳۷) لا الشفیع ای قال محمد یقضی ببینۃ الشفیع لان البینۃ للاثبات وبینۃ الشفیع مثبتۃ للاستحقاق فکانت اولی۔

(۲۳۷) امام محمد رح فرماتے ہین شفیع کے بینہ کے موافق حکم دیا جاوے گا کیونکہ بینہ اثبات کے لئے ہوتی ہی اور شفیع کے بینہ استحقاق کے مثبت ہے تو وہ مقدم ہوگی

(۲۳۸) ولو اختلفا ای المشتری والشفیع فی الثمن کان القول للمشتری مع الیمین لان الشفیع یدعی استحقاق الدار علیہ عند نقد الاقل والمشتری ینکرہ۔

(۲۳۸) اگر مشتری اور شفیع میں ثمن کے اندر اختلاف ہوا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اوس سے حلف لے لیا جاوے گا کیونکہ شفیع کا یہ دعوی ہے کہ میں کم ثمن دیکر اس مکان کا مستحق ہوں اور مشتری اسبات سے منکر ہے

(۲۳۹) فان برھنا یقدمہ ای ابو یوسف برھان المشتری لانہ اکثر اثباتا۔

(۲۳۹) اگر دونوں نے بینہ پیش کردی تو امام ابو یوسف رح مشتری کے برہان کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ ایک امر زائد کو ثابت کرتی ہے۔

(۲۴۰) وقدّما بینۃ الشفیع لانہ مدع کما ذکرنا فکان بینتہ اولی علی بینۃ المدعی علیہ۔

(۲۴۰) صاحبین رح شفیع کے بینہ کو مقدم کرتے ہین کیونکہ وہ مدعی ہے اور مدعی علیہ کے بینہ پر اوسکے بینہ کو تقدم ہے

(۲۴۱) وفی المحیط لو تصادق المتبایعان بعد طلب الشفیع ان البیع کان تلجئۃ لا یصدقان علی الشفیع الا اذا کان الحال یدل علیہ بان کان المنزل کثیر القیمۃ و بیع بثمن قلیل فلا شفعۃ۔

(۲۴۱) محیط میں مذکور ہی اگر بائع اور مشتری نے باہم شفیع کے طلب کے بعد اسبات کو مان لیا کہ یہ بیع جبرًا ہوئی ہی تو شفیع کے حق میں وہ صادق نہ سمجھے جاوینگے مگر جب کہ قرینہ دلالت کرے اس بات پر کہ وہ مکان بیش قیمت ہو اور کم قیمت سے فروخت ہوا ہو تو اب اوسکا شفعہ نہو گا۔

(۲۴۲) ولو ادعی المشتری ثمنا و البائع اقل منه و لم یقبض البائع الثمن اخذ الشفیع بقول البائع وجعل ای قول البائع حطا عن المشتری من الثمن۔

(۲۴۲) اگر مشتری نے ایک ثمن کا دعوی کیا اور بائع نے اوس سے کم کا اور ہنوز بائع نے ثمن پر قبضہ نہین کیا ہے تو بائع کے قول کے موافق ثمن دیکر شفیع بیع کو لے لیگا اور بائع کے قول کے موافق مشتری سے ثمن کی کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۳) فان قبض البائع الثمن فبقول المشتری ای یاخذ الشفیع بقول المشتری لان البائع صار کالاجنبی ولا یلتفت الی قوله فبقی الخلاف بین المشتری والشفیع وقد سبق بیانه۔

(۲۴۳) اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا ہے تو بموجب قول مشتری کے ثمن دیکر شفیع بیع کو لے سکتا ہی کیونکہ بائع اوسوقت مین اجنبی کے مانند ہے اور اوسکے قول کا اعتبار نہو گا تو اب صرف شفیع اور مشتری مین اختلاف رہا اور اوسکا بیان ہو ہی چکا۔

(۲۴۴) ولو حط البائع عن المشتری بعض الثمن تسقط عن الشفیع۔

(۲۴۴) اگر بائع نے مشتری سے کچھ ثمن کی کمی کر دی تو ہمارے ائمہ کے نزدیک شفیع سے بھی ثمن مین کمی کر دی جاویگی۔

(۲۴۵) وقال الشافعی لا یسقط بل علی الشفیع الثمن المستمر۔

(۲۴۵) امام شافعی رح فرماتے ہین شفیع سے ثمن کم نہ کیا جاویگا بلکہ اوسپر وہی ثمن جو مقرر ہے دینا لازم ہوجایگا

(۲۴۶) وهذا الخلاف فرع الخلاف فی ان الحط لا یلتحق عنده باصل العقد بل هو هبة اخری للمشتری وعندنا یلتحق مرت المسئلة فی کتاب البیوع۔

(۲۴۶) اس اختلاف کی بناء اس امر پر ہے کہ امام شافعی رح کے نزدیک یہ کم کر دینا اصل عقد کے ساتھ نہ ملایا جائیگا بلکہ وہ مشتری کے لئے دوسرا ہبہ ہی اور ہمارے نزدیک ملایا جاویگا کتاب البیوع مین یہ مسئلہ ہو چکا ہی۔

(۲۴۷) اذا لکل ای لو حط البائع کل الثمن لم یسقط ولا یلتحق ذلك باصل العقد اتفاقا لانه لو التحق صار بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۲۴۷) اگر بائع نے پورا ثمن مشتری کو چھوڑ دیا تو شفیع سے ساقط نہو گا اور بالاتفاق اصل عقد کے ساتھ ملحق سمجھا جاوے گا کیونکہ اگر بیع کے ساتھ ملحق کیا جاوے تو بلا ثمن کے بیع ہو جاویگی اور یہ باطل ہے۔

(۲۴۸) او زاد فیه ای فی الثمن المشتری لم یلزم الشفیع فیاخذه

(۲۴۸) مشتری نے ثمن مین کچھ زیادتی کر دی تو شفیع کو وہ زیادتی دینی نہ ہو گی اور اول ثمن سے

بالثمن الاول لان فی اعتبار الزیادۃ اضرار الشفیع۔

وہ مبیع کو لے لیگا کیونکہ اس زیادتی کا شفیع کے حق مین اعتبار کرنے سے شفیع کو ضرر پہونچتا ہے۔

(۲۴۹) وان کان الثمن عرضا او عقارا اخذ بالقیمۃ ای بقیمۃ الثمن۔

(۲۴۹) اگر ثمن کچھ اسباب یا کوئی زمین قرار پائی ہو تو مشتری اوس ثمن کی قیمت دیکر مبیع کو لیلے۔

(۲۵۰) وفی الجامع لو وجد البائع الثمن العرض معیبا فرضی بہ یاخذ الشفیع بقیمتہ سلیما۔

(۲۵۰) اگر بائع نے اوس شے کو جو ثمن قرار پائی تھی کچھ عیبدار پایا اور وہ اوس کے لے لینے پر راضی ہوگیا تو شفیع مبیع کو وہ قیمت دیکر لیگا جو اوس شے کے سلامتی کی حالت مین ہوتی ہوگی۔

(۲۵۱) او مکیلا او موزونا فبالمثل ای فیاخذ بمثلہ کما فی الاتلاف۔

(۲۵۱) اگر کیلی یا موزون چیز ثمن قرار پائی ہو تو اوسکی مثل دیکر شفیع مبیع کو لے لیگا جس طرح تلف کردینے کی صورت مین مثل دینا آتا ہے۔

(۲۵۲) او مؤجلا ای ان کان الثمن مؤجلا فان شاء الشفیع صبر الی انقضاء الاجل ثم یاخذها وهذا الانتظار لیس فی طلب الشفعۃ لانہ علی الفور بل فی اخذها والا ای ان لم یشأ الشفیع الصبر اخذها بثمن حال

(۲۵۲) اگر ثمن مؤجل قرار پایا ہو تو اگر شفیع چاہے اوس مدت گذرنے تک صبر کرے بعد ازان شفعہ کرے اور یہ انتظار طلب شفعہ مین نہین ہے کیونکہ طلب فوراً ہی چاہیئے بلکہ اوسکے لینے مین انتظار ہو۔

(۲۵۳) لکن البائع لم یرجع علی المشتری بالثمن المؤجل لان شرط التاجیل بینهما لم یبطل۔

(۲۵۳) اگر صبر نہ کرسکے اوسیوقت ثمن دیکر لیلے لیکن بائع مشتری سے اوس ثمن مؤجل کے طلب اسوقت نہ کرے کیونکہ تاجیل کی شرط جو اونکی مابین ہوی تھی وہ باطل نہین ہوی ہے۔

(۲۵۴) وفی المحیط ان استحق الثمن بعد اخذ الشفیع الشفعۃ ینظر ان کان اخذها بالقضاء یرد المشفوعۃ علی البائع لانہ تبین انہ لم یکن لہ حق الشفعۃ لکون الشراء فاسدا فلا ینفذ قضاؤہ بالملک

(۲۵۴) محیط مین مذکور ہو اگر شفیع کے شفعہ لے لینے کے بعد اصل ثمن مین جو مشتری نے دیا تھا کسی کا استحقاق نکل آیا تو اب دیکھا جائیگا کہ اگر بحکم قاضی شفعہ لیا ہو تو وہ شے مشفوعہ بائع پر رد کردے جائیگی کیونکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ اوسکو حق شفعہ نہ تھا اسلئے کہ وہ شراء فاسد تھی اور قاضی کا حکم بالملک نافذ نہ سمجھا جائیگا کیونکہ

لوقوعه خطأً وان كان اخذها بغير قضاء لا يردها بل يرد قيمتها للبائع لانه وجد التراضي بالتملك والتمليك فجعل بيعا مستانفا۔

وہ بطور خطا کے اوس سے واقع ہوا ہے - اور اگر بدون حکم قاضی کے شفیع نے مبیع کو لیا ہے تو اصل مبیع کو واپس نہ کرے گا بلکہ بائع کو اوسکی قیمت دیدے گا کیونکہ تملک اور تملیک کے ساتھ دونون کی رضامندی ثابت ہوگئی ہے اب یہ ازسرنو ایک دوسری بیع شمار کیجائیگی۔

(۲۵۵) ومنعوا منه اى من الاخذ مع التاجيل اى لا ياخذ الشفيع بثمن مؤجل عندنا

(۲۵۵) ہمارے ائمہ کے نزدیک ثمن مؤجل کی صورت مین ثمن مؤجل سے شفیع نہین لے سکتا۔

(۲۵۶) وقال مالك ياخذ به لان الاجل وصف للثمن فياخذ به كما في الزيوف ولنا ان الاجل ليس بوصف للثمن ولهذا لا يثبت بلا شرط۔

(۲۵۶) امام مالک رح فرماتے ہین لے سکتا ہے کیونکہ اجل بھی ایک ثمن کا وصف ہے اور اس سے شفیع برابر لیگا جسطرح اگر کھوٹے روپیہ سے مشتری خریدتا تو شفیع بھی کھوٹے ہی سے لے سکتا تھا ہم کہتے ہین اجل ثمن کا وصف نہین ہے اسی واسطے بدون شرط کئے ہوئے اجل ثابت نہین ہوتی۔

(۲۵۷) او خمرا وخنزيرا اى اذا كان الثمن خمرا او خنزيرا وهما اى البائع والمشتري ذميان فبالمثل فيهما اى ياخذ الشفيع بالمثل في الخمر لانها من ذوات الامثال وبالقيمة في الخنزير لانه من ذوات القيم

(۲۵۷) اگر شراب یا خنزیر ثمن قرار پایا ہے اور بائع اور مشتری دونون ذمی ہین تو شراب کا مثل اور خنزیر کی قیمت دیکر شفیع لے سکتا ہے کیونکہ شراب ذوات الامثال سے ہے اور خنزیر ذوات القیم سے ہے۔

(۲۵۸) او الشفيع مسلم وهو معطوف على المقدر بعد قوله وهما ذميان وهو والشفيع ذمي فبالقيمة فيهما اى ان كان الشفيع مسلما ياخذ بالقيمة في الخمر والخنزير لان تسليم عين الخمر للمسلم ممتنع فالتحقت في حقه بغير المثلي حتى لا يتملك عين الخمر ولان الخمر مثلي والمثلي في المثليات قيمته لا يكون قائما مقام العين والله اعلم

(۲۵۸) بائع اور مشتری ذمی ہین اور شفیع مسلمان ہے تو دونون مین اوسکو قیمت ہی دینی آئیگی کیونکہ مسلمان کے لئے مسلمان کو شراب دینا حرام ہے تو اوسکے حق مین شراب بھی غیر مثلی ہے شمار کیجائیگی جیسے کہ مسلمان شراب کا مالک نہین ہوسکتا اور ذمی کو اس لئے شراب دینی پڑیگی کہ وہ مثلی ہے اور جتنے ذوات الامثال ہین اونمین کسی کی قیمت اوس کے عین کے قائم مقام نہین ہوسکتی ہے واللہ تعالی اعلم بالصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب الشفعة

(۱) الشفعة حق شرع نظر المن كان شريكا او جارا عند البيع۔

(۱) شفعہ ایک شرعی حق کا نام ہے جو بیع کے وقت شریک یا ہمسایہ کا لحاظ کرکے مقرر کیا گیا ہے۔

(۲) تثبت فی العقار بالبیع۔

(۲) کسی عقار کی بیع کرنے سے اوسمین شفیع ثابت ہوجاتا ہے

(۳) وتتاكد بالطلب وتملك بالقضاء او بالتسليم

(۳) طلب کرنے کے بعد شفعہ مستحکم ہوجاتا ہے اور شفیع کو ملکیت اوسوقت حاصل ہوتی ہے جبکہ قاضی حکم دیدے یا خود بائع یا مشتری مبیع کو شفیع کے قبضہ مین دیدے۔

(۴) اما البيع الذى يثبت بالشفعة هو الجائز الذى يزيل ملك البائع۔

(۴) شفعہ اوس بیع کے بعد ثابت ہوتا ہے جو شرعا صحیح ہو اور جس سے بائع کی ملکیت زائل ہوجائے۔

(۵) فان كان فى البيع خيار فان كان الخيار للمشترى كان فيه الشفعة وان كان الخيار للبائع او لهما جميعا فلا شفعة فيه مالم يسقط الخيار۔

(۵) اگر بیع کے اندر مشتری کو اختیار حاصل ہے تو اوسمین حق شفعہ ثابت ہوجاتا ہے اور اگر صرف بائع کو یا دونون کو اختیار ہے تو شفعہ نہین ہے جب تک کہ وہ اختیار ساقط نہو وے۔

(۶) وخیار الرویة والعیب لایمنع ثبوت الشفعة
(۶) خیار رویت اور خیار عیب حق شفعہ کا مانع نہین ہے۔

(۷) ولا شفعة فی البیع الفاسد ان اتصل به القبض لم یبطل حق البائع فی الاسترداد۔
(۷) بیع فاسد مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اگرچہ بیع مشتری کے قبضہ مین پہونچ جائی جبتک کہ واپسی کا حق باطل نہو۔

(۸) ولا شفعة فیما یملك لغیر بدل او ببدل لیس بمال نحو المیراث والهبة والنکاح والاجارة بان جعل الدار اجرا او بدل الخلع بان اختلعت المرأة من زوجها علی دار۔
(۸) اگر ایک مکان بلا عوض یا ایسے عوض سے جو مال نہین ہے ایک شخص کو ملے تو شفعہ ثابت نہوگا مثلاً اگر ورثہ مین یا بذریعہ ہبہ یا نکاح کے ایک مکان ملا یا کرایہ مین ایک مکان ٹھیرالیا یا ایک مکان دیکر عورت نے اپنے خاوند سے خلع کیا تو بہرحال ایسے مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا۔

(۹) ولا شفعة فی عقار ملك بالصلح عن القصاص فی النفس او فیما دون النفس۔
(۹) اگر بعوض قتل کے یا بعوض زخم کے ایک مکان یا زمین لیکر صلح کر لی تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہے۔

(۱۰) ولو وهب دارا بشرط العوض فلاشفعة فیها مالم یتقابضا فاذا تقابضا وجبت الشفعة فیاخذ الشفیع الدار بمثل العوض ان کان العوض مثلیا وان لم یکن فبقیمته۔
(۱۰) اگر بشرط عوض ایک مکان ہبہ کیا اور ہنوز واہب اور موہوب لہ نے بدلین پر قبضہ نہین کیا ہے تو اوسوقت تک اوس مکان مین شفعہ نہین ہوسکتا البتہ قبضہ کرلینے کے بعد شفعہ جاری ہوگا اور شفیع اوس مکان کو اگر ہبہ کا عوض مثلی ہے تب تو مثل دیکر ورنہ قیمت دیکر لے سکتا ہے۔

(۱۱) وان کان الهبة بغیر شرط العوض ثم عوضه بعد الهبة فلا شفعة فیها۔
(۱۱) اگر ایک مکان کسی کے لئے ہبہ کیا اور ہبہ مین عوض لینا شرط نہین کیا مگر ہبہ کے بعد خود موہوب لہ نے واہب کو اوسکے بدلےمین کچھ مال دیدیا تو مکان مین شفعہ نہین ہوسکے گا۔

(۱۲) ولو بیعت الدار بثمن مؤجل ان اراد الشفیع ان یاخذ الدار
(۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور کچھ مدت کے بعد اوسکی قیمت ادا کرنی قرار پائی اب شفیع اگر یہ بات

فی الحال بالثمن المؤجل لم یکن له ذلك ویکون له الخیار ان شاء اخذها بثمن حال وان شاء ینتظر حلول الاجل فاذا حل یاخذها بالثمن الحال وان اراد الانتظار الی حلول الاجل وقد کان طلب طلب المواثبة فانه یطلب بطلب الاشهاد فان لم یطلب وانتظر حلول الاجل تبطلت شفعته وکذا الوبیعت الدار علی ان المشتری بالخیار ولم یطلب الشفیع طلب الاشهاد بطلت شفعته

چاہے کہ فی الحال اوس مکان کو لیلے اور قیمت اوسیقدر مدت مین ادا کرے تو اوسکو یہ مجاز نہین ہے بلکہ اوسکو یہ اختیار حاصل ہے کہ یا تو اوسیوقت قیمت دیکر مکان کو لیلے یا اوس مدت تک توقف کرے اور جب وہ دن آجاوے تو اوسیوقت قیمت ادا کرے اور مکان کو لیلے۔ ایسی صورت مین اگر شفیع کو اوس مدت معینہ تک انتظار کرنا منظور ہو اور وہ طلب مواثبت کر چکا ہو تو اوس پہ اسی عرصہ مین طلب اشہاد کرنا بھی ضروری ہے اگر طلب اشہاد اوسنے نہین کی اور مدت کے پورا ہونیکا منتظر رہا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائے گا۔ اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بیع کے اندر مشتری کو اختیار شرط کیا گیا اور شفیع نے طلب اشہاد نہین کی شفعہ باطل ہو جائیگا

(١٣) والمسلم والكافر والكبير والصغير والذكر والانثی فی الشفعة لهم وعلیهم سواء وکذا العبد الماذون والمكاتب ومعتق البعض

(١٣) شفعہ کے لینے اور شفعہ کے دینے مین مسلمان وکافر بالغ و نابالغ مرد وعورت سب برابر ہین اور شفعہ کے اندر جو آزاد کا حال ہے وہی اوس غلام کا حال ہے جس کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو یا وہ ماذون یا مکاتب ہو۔

(١٤) والخصم عن الصبیان فی الشفعة لهم وعلیهم آباءهم واوصیاء الآباء عند عدمهم والاجداد من قبل الاب عند عدمهم فان لم تکن فاوصیاء الاجداد فان لم تکن فالامام والحاكم یقیم لهم من ینوب عنهم فی الخصومة والطلب۔

(١٤) نابالغ سے شفعہ لینے یا اوسکو شفعہ دینے مین اوسکا باپ نہ باپ کا وصی وصی بھی نہ ہو تو دادا۔ دادا بھی نہ ہو تو دادا کا وصی۔ ورنہ نابالغ کی طرف سے امام پیروکار ہوگا اور قاضی امام کی طرف سے کسی کو قائم مقام کر دے گا جو اوس کا پیروکار ہوگا اور شفعہ کا مطالبہ کرے گا کیونکہ قاضی کو ولایت عامہ ہے۔

(١٥) فالشفعة علی عدد الرؤس عندنا قلت الانصباء او کثرت

(١٥) اگر ایک مکان مین کئی شخص شریک ہین تو حنفیہ کے نزدیک سب کو حق شفعہ برابر حاصل ہوگا اگرچہ اونکے حصے برابر ہون یا کم وبیش ہون۔

(١٦) ومن باع دارا وهو شفیعها

(١٦) ایک شخص نے ایک مکان خواہ اپنی طرف سے یا کسی

بدار له اخری فلا شفعة له فیها باعها لنفسه او کان وکیلا فی البیع او قیما او وصیا۔

دوسرے کی طرف سے بذریعہ وکالت یا وصیت یا تولیت کے فروخت کیا اور اس مکان سے بائع کا ایک ذاتی مکان ملا ہوا ہی تو اب یہ بائع اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ نہین کرسکتا۔

(۱۷) ولو اشتری الاب دارا لولده الصغیر وهو شفیعها کان له ان یاخذها لنفسه عندنا۔

(۱۷) اگر ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ایک ایسا مکان خریدا جسمین خود اس شخص کو حق شفعہ ہے تو حنفیہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر چاہے تو اپنے لئے اوس مکان کو لے سکتا ہی۔

(۱۸) ولو اشتری الوصی للیتیم دارا لا یملك اخذها لنفسه بالشفعة۔

(۱۸) اگر ایک نابالغ کے لئے وصی نے (یعنے جسکو اوسکا باپ وصیت کر گیا ہی) ایک مکان خریدا جسمین اوس وصی کو بھی حق شفعہ تھا تو اب وصی کا شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(۱۹) ولو اشتری الاب دارا لنفسه وولده الصغیر شفیعها لیس للصبی اذا بلغ ان یاخذها بالشفعة۔

(۱۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان اپنے لئے خریدا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اوس مکان مین حق شفعہ تھا تو بالغ ہونیکے بعد وہ نابالغ اس مکان مین شفعہ کا دعوی نہین کرسکتا

(۲۰) ولو باع الاب داره وولده الصغیر شفیعها کان للصبی ان یاخذها بالشفعة اذا بلغ۔

(۲۰) ایک شخص نے اپنا مکان فروخت کیا اور اوسکے نابالغ لڑکے کو اس مکان مین حق شفعہ تھا تو وہ نابالغ لڑکا بالغ ہونیکے بعد شفعہ کا دعوی کرکے اوس مکان کو لے سکتا ہی۔

(۲۱) ولو باع المضارب دارا من المضاربة ورب المال شفیعها لا شفعة له فیها ولو باع المضارب دار الغیر المضاربة کان لرب المال ان یاخذها بالشفعة بدار من المضاربة ویکون له خاصة

(۲۱) اگر دو شخص ملکر تجارت کرتے ہین اور ایک کا مال ہی اور ایک کی محنت قرار پائی ہی اور اس تجارت مین اس دوسرے شخص نے جو خرید فروخت کرتا ہی ایک مکان فروخت کیا جسمین پہلے شریک کو حق شفعہ تھا تو اب وہ شفعہ کا دعوی نہین کرسکتا اور اگر اس تجارت سے علیحدہ اوس شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمین پہلے شریک کو بذریعہ ایک مکان کے جو اس تجارت کا مکان ہی حق شفعہ تھا تو یہ پہلا شریک خاص اپنے لئے بلا شرکت دوسرے شریک کے اوس مکان کو لے سکتا ہی۔

(۲۲) ولو باع رب المال دارا له خاصة والمضارب شفیعها بدار من المضاربة فان کان فیها ربح فله ان یاخذها لنفسه بالشفعة وان لم یکن فیها ربح فلا یاخذ۔

(۲۲) اور اگر پہلے شریک نے (یعنے جسکا مال ہی) اپنا ایک ذاتی مکان فروخت کیا اور دوسرے شریک کو بذریعہ تجارت کے ایک مکان کے حق شفعہ تھا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر وہ مکان نفع سے ملتا ہی تب تو وہ خاص اپنے لئے بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اور اگر اوسکے لینے مین نقصان ہی تو نہین لے سکتا۔

(۲۳) واذا بیعت الدار بجنب دار مشترکۃ بین رجلین کان لکل واحد من الشریکین فیہا الشفعۃ وتسلیم احدھما الشفعۃ یصح فی حق نفسہ دون صاحبہ۔

(۲۳) ایک مکان میں دو شخص شریک ہیں اس مکان کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو ان دونوں میں سے ہر شخص کو حق شفعہ ہے اور اگر ایک شخص نے بالفرض شفعہ کا دعوی نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور دوسرے کا بدستور قائم رہیگا۔

(۲۴) ولو باع الرجل دارا وعبدہ المأذون شفیعہا فان کان علی العبد دین فلہ الشفعۃ وان لم یکن فلا شفعۃ لہ۔

(۲۴) ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں اسکے غلام ماذون کو شفعہ تھا تو اسکی دو صورتیں ہیں اگر یہ غلام کسیکا قرضدار ہے تب تو شفعہ کر سکتا ہے ورنہ نہیں کر سکتا۔

(۲۵) ولو باع العبد المأذون دارا والمولی شفیعہا فان لم یکن علی العبد دین فلا شفعۃ للمولی وان کان علیہ دین فلمولاہ الشفعۃ۔

(۲۵) اگر غلام ماذون نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں اوسکے مالک کا شفعہ ہے تو اوسکی دو صورتیں ہیں اگر یہ غلام مقروض نہیں ہے تو مالک کا شفعہ نہو گا اور اگر کسیکا مقروض ہو رہا ہے تو اوسکے مالک کو شفعہ ہے۔

(۲۶) فلو باع المولی دارا ومکاتبہ شفیعہا کان لہ الشفعۃ وان باع المکاتب ومولاہ شفیعہا کان لہ الشفعۃ ایضا۔

(۲۶) اگر مالک نے ایک مکان فروخت کیا جسمیں غلام مکاتب کا شفعہ ہے تو وہ مکاتب شفعہ کا دعوی کر سکتا ہے اور اگر اوس مکاتب نے ایک مکان فروخت کیا اور مالک کا اوسمیں شفعہ ہے تو مالک بھی دعوی کر سکتا ہے۔

(۲۷) ولو مات الشفیع لایکون لورثتہ الشفعۃ

(۲۷) شفیع کے مر جانیکے بعد اوسکے وارثوں کو حق شفعہ نہیں ہوتا

(۲۸) وان مات البائع والمشتری والشفیع حی کان لہ الشفعۃ۔

(۲۸) اگر بائع اور مشتری مر جائیں تو شفیع کو بدستور حق شفعہ باقی رہتا ہے۔

طلب شفعہ کا بیان

(۲۹) طلب الشفعۃ ثلثۃ طلب المواثبۃ وطلب الاشہاد وطلب التملک

(۲۹) طلب شفعہ کی تین قسمیں ہیں طلب مواثبت اور طلب اشہاد اور طلب تملک انہیں سے اپنے اپنے موقع پر اگر ایک طلب بھی نہو گی تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۰) اما طلب المواثبۃ فوقتہ فور علم

(۳۰) طلب مواثبت اوس طلب کو کہتے ہیں جو بیع کا

الشفیع بالبیع۔

حال معلوم ہونے سے فوراً اوسیوقت طلب کیجاوے۔

(۳۱) ان اخبرہ بالبیع رجلان اورجل وامرأتان او رجل عدل فسکت ھنیۃ ولم یطلب الشفعۃ بطلت شفعتہ۔

(۳۱) اگر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت یا صرف ایک پرہیزگار مرد نے شفیع کے پاس آکر بیان کیا کہ فلان شخص نے فلان مکان فروخت کیا ہے اور یہ سنکر کچھ دیر تک شفیع خاموش رہا اور شفعہ کو طلب نہ کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۳۲) وان اخبرہ بالبیع رجل واحد غیر عدل او امرأۃ او عبد اوصبی ولم یطلب الشفعۃ لایبطل شفعتہ فی قول ابی حنیفۃ رح وفی قول صاحبیہ رح تبطل لان الشرط ھو الطلب فور العلم بالبیع وعندھما الاعلام یحصل بخبر الواحد عدلا کان اولم یکن حرا کان او عبدا صبیا کان او بالغا وعند ابی حنیفۃ رح یشترط للعلم احد شرطی الشھادۃ وھو العدد او العدالۃ وقد مر ھذا فی البکر اذا زوجت واخبرت بالنکاح وسکتت۔

(۳۲) اگر ایک مرد نے جو پرہیزگار نہین ہے یا عورت نے یا غلام نے یا نابالغ لڑکے نے شفیع کے سامنے مکان کے فروخت ہونے کا حال بیان کیا اور شفیع نے شفعہ کو طلب نہ کیا تو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہین ہوگا اور صاحبین رح کے نزدیک باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین بیع کا حال معلوم ہوتے ہی فوراً طلب کرنا شرط ہے اور صاحبین رح کے نزدیک ایک شخص کے خبر دینے سے علم حاصل ہو جاتا ہے پرہیزگار ہو یا نہو آزاد ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک علم کے لیے شہادت کی دو شرطون مین سے کسی نہ کسی کا ہونا ضروری ہے یعنے اگر ایک مرد ہے تو اوسکا پرہیزگار ہونا ضروری ہے ورنہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کا ہونا لازم ہے یہی اختلاف سابقا اوس صورت مین بیان ہوچکا ہے کہ باکرہ کو اپنے نکاح کی خبر پہونچی اور اوسنے کچھ جواب نہ دیا۔

(۳۳) وروی ھشام عن محمد رح انہ یشترط الطلب فی مجلس العلم فان طلب فی المجلس صح وان قام عن مجلسہ قبل الطلب بطلت شفعتہ وبہ اخذ الکرخی رح قال وھذا بمنزلۃ خیار المخیرۃ والامر بالید وقبول البیع وذلک یبقی الی ان یوجد الاعراض

(۳۳) ہشام نے امام محمد رح سے روایت کیا کہ شفعہ کے ثابت ہونے مین اوسی جلسہ مین شفعہ کا طلب کرنا شرط ہے جس جلسہ مین شفیع کو بیع کا حال معلوم ہو اخیر جلسہ تک بھی اگر شفیع نے شفعہ کو طلب کر لیا تو بھی کچھ حرج نہین ہے اور اگر ہنوز شفعہ کو طلب نہین کیا تھا کہ اوس جلسہ سے علحدہ ہوگیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے اور کہا ہے کہ طلب شفعہ کا حال بیع کے قبول کرنے یا عورت کو

+ + + + + +

طلاق کا اختیار حاصل کرنے کے اندر ہے اور یہ اختیارات اوسوقت تک باقی رہتے ہیں جب تک اعراض نپایا جاوے

(۳۴) وفی ظاهر الروایة یشترط الطلب فور العلم۔

(۳۴) امام صاحب رحمہ سے ظاہر روایت یہی ہے کہ بیع کی خبر ملتی ہے فوراً طلب شفعہ کرنا ضروری ہے۔

(۳۵) واختلفوا فی لفظ هذا الطلب قال بعضهم یقول طلبت الشفعة وانا اطلبها او اطلبها وقال بعضهم یطلب بلفظ الماضی او المستقبل ولا یجمع بینهما وقال بعضهم یقول اطلب الشفعة واخذها ولا یقول طلبت الشفعة واخذتها فان قال ذلك بطلت شفعته لان ذلك كذب محض قال بعضهم لا یقول اطلب الشفعة واخذها لان ذلك عدة قال وقوله طلبت الشفعة واخذتها یذکر للحال عرفا کقوله بعت واشتریت۔

(۳۵) اس بات میں اختلاف ہے کہ طلب مواثبت کن الفاظ سے کرنا چاہئے بعض کے نزدیک اسطرح کہنا چاہئے کہ میں شفعہ کو طلب کرچکا ہوں اور اوسکا طالب ہوں اور طلب کرونگا اور بعض کے نزدیک صرف ماضی یا مستقبل کے لفظ سے طلب کرنا چاہیے اور ایسا نکیا جائے کہ ایک لفظ ماضی کا ہو اور ایک مستقبل کا ہو اور بعض کے نزدیک یہ کہنا چاہیے کہ میں شفعہ کو طلب کرونگا اور شفعہ کو لونگا یہ نہ کہے کہ میں نے شفعہ کو طلب کرلیا اور شفعہ کو لے لیا اگر اسطرح کہیگا تو شفعہ باطل ہوجائیگا کیونکہ اوسکا یہ کہنا محض جھوٹ ہے بعض کہتے ہیں شفیع کو یہ نہ کہنا چاہیے کہ میں شفعہ کی درخواست کرونگا اور شفعہ کو لے لونگا کیونکہ یہ ایک قسم کا وعدہ ہے اور انھیں بعض نے بیان کیا ہے کہ (میں نے شفعہ کے طلب کرلی اور شفعہ کو لے لیا) عرف کے اعتبار سے حال کے لئے آتا ہے جسطرح خرید فروخت میں بائع مشتری کا یہ کہنا کہ میں نے خریدا اور میں نے فروخت کیا۔

+ + + + + +

(۳۶) والصحیح انه اذا طلب بای لفظ طلب بالماضی او المستقبل یصح طلبه وهو اختیار ابی جعفر والفقیه ابی اللیث والشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمه۔

(۳۶) صحیح قول یہ ہے کہ جسطرح چاہے شفیع شفعہ کی طلب کرے اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا خواہ ماضی سے ہو یا مستقبل سے۔ ابو جعفر اور فقیہ ابو اللیث اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ نے اسی قول کو پسند کیا ہے۔

(۳۷) وحکی عن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رحمه لو ان قرویا قال شفعة

(۳۷) شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رحمہ سے مروی ہے کہ شفیع اگر ایک گنوار آدمی ہے اور بیع کی خبر سنکر شفعہ شفعہ

شفعۃ کان طالبا وکذا لو قال (شفعہ مراست بخواستم ودیافتم)

کہنے لگا تو شرعاً وہ طالب سمجھا جائیگا اسی طرح اگر ایک شخص کہے کہ (شفعہ مراست بخواستم ودیافتم) تو یہ شخص بھی طالب سمجھا جائے گا۔

(۳۸) وقال بعضهم لو قال الشفیع الشفعۃ لی اطلبها واخذها بطلت شفعتہ لان قولہ لی لغو لا یحتاج الیہ۔

(۳۸) بعض کا قول ہے اگر شفیع نے یہ کہا کہ شفعہ میرا ہے میں اسکو طلب کرونگا اور لیلونگا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ میرا ہے کا لفظ اس موقع پر بیکار ہے گو یا اوسنے طلب کرنے سے پہلے دوسرا کلام کیا۔

(۳۹) وعن بعض المشائخ رح اذا قال الشفیع للمشتری حین لقیہ انا شفیعک اخذ منک الدار بالشفعۃ تبطل شفعتہ کما لو قال للمشتری حین لقیہ کیف اصبحت او کیف امسیت۔

(۳۹) بعض مشائخ سے مروی ہے اگر شفیع نے ملاقات کیوقت مشتری سے یہ بات کہی کہ میں تیرا شفیع ہوں بذریعہ شفعہ کے تجھسے مکان کو لیلونگا اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا جسطرح مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہنے سے کہ آج تمہارا کیا حال ہے یا آپ کا مزاج کیسا ہے شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۴۰) وذکر الناطقی رح اذا علم الشفیع بالبیع فقال الحمد للہ قد ادعیت شفعتها او قال سبحان اللہ لا تبطل شفعتہ وکذا لو قال للمشتری حین لقیہ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ طلبت الشفعۃ او قال کیف اصبحت او کیف امسیت او قال اللہ اکبر او عطس صاحبہ فشمتہ ثم طلب الشفعۃ صح طلبہ ولو سالہ شیئا من الحوائج ثم طلب تبطل شفعتہ وقال الناطقی رح علی قیاس قولہ سبحان اللہ او کیف اصبحت او کیف امسیت اذا قال للمشتری حین لقیہ او قال اطال اللہ بقاءک ثم طلب الشفعۃ لا تبطل شفعتہ وعن الشیخ الامام ابی بکر محمد بن الفضل رح

(۴۰) ناطقی رح نے بیان کیا ہے۔ اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے کہا الحمد للہ میں نے اوسمیں شفعہ کا دعوی کیا یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اسی طرح اگر مشتری سے ملاقات کیوقت کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ میں نے شفعہ طلب کیا ہے یا اوس کے مزاج پرسی کے بعد طلب شفعہ کا ذکر کیا یا اللہ اکبر کہا یا پاس کیسی کے چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہکر شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر مشتری سے ملاقات کیے وقت اپنی کسی اور ضرورت کا ذکر کیا بعد ازاں شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ناطقی رح نے انہیں الفاظ پر قیاس کرکے بیان کیا ہے کہ اگر شفیع ملاقات کیوقت مشتری کے لئے یہ دعا دے کہ خدا تعالی تیری عمر دراز کرے بعد ازاں شفعہ کو طلب کرے تو شفعہ

اشترى دارا فلقيه شفيعها والمشترى واقف مع ابنه فسلم الشفيع على ابنه قبل ان يطلب الشفعة تبطل شفعته وان سلم على المشترى لا تبطل شفعته قال لان الشفيع محتاج الى الكلام مع المشترى فكان محتاجا الى السلام عليه لان الكلام قبل السلام مكروه

باطل نہین ہوگا از شیخ امام ابوبکر بن فضل حرے مروی ہے کہ اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع سے اوسکی ملاقات ہوئی اوسوقت مشتری کے ہمراہ مشتری کا بیٹا بھی تھا شفیع نے مشتری کے بیٹے سے طلب شفعہ کرنے سے پہلے سلام علیک کی تو شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر مشتری سے سلام علیک کی تو شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفیع کو مشتری کے ساتھ گفتگو کی ضرورت درپیش ہے لہذا گفتگو سے پیشتر سلام بھی ضروری ہے کیونکہ سلام علیک سے پہلے اور

(۴۱) ولو قال الشفيع للمشترى شفاعت خواهم، قالوا تبطل شفعته لان هذا اللفظ طلب الشفاعة لا طلب الشفعة۔

(۴۱) اگر شفیع نے مشتری سے کہا کہ مین شفاعت چاہتا ہون تو فقہا کے نزدیک شفعہ باطل ہوجاوے گا کیونکہ اس لفظ مین شفاعت کی طلب ہے شفعہ کی طلب نہین ہے۔

(۴۲) رجلان ورثا عن ابيهما اجمة واحدا الوارثين بعينه لم يعلم بان له فيها نصيبا فبيعت اجمة اخرى بجنب هذه الاجمة فلم يطلب هو الشفعة فلما علم ان له فيها نصيبا فطلب الشفعة فى الاجمة المبيعة قالوا تبطل شفعته لان شرط تاكد الشفعة طلب المواثبة عند العلم بالبيع فاذا لم يطلب والجهل ليس بعذر فلا يبقى له الشفعة۔

(۴۲) اگر دو شخصون کو اپنے باپ کے ورثہ مین ایک جھیل ملی مگر اون دونون مین سے صرف ایک شخص اسبات سے لاعلم ہے کہ میرا اسمین حصہ ہے یا نہین اس عرصہ مین ایک اور جھیل اس جھیل کے قریب فروخت ہوئی اور اس لاعلم نے اس دوسرے جھیل مین شفعہ کا دعوی نہ کیا اور بعد کو معلوم ہوا کہ میرا بھی اس جھیل مین حصہ ہے پھر اوسنے شفعہ کا دعوی کیا تو فقہا کے نزدیک اوس کا شفعہ باطل ہوجاویگا اسواسطے کہ بیع کے علم کے ساتھ طلب مواثبت کرنا اثبات شفعہ کے لئے شرط ہے اور اس شخص نے طلب مواثبت نہین کی لیس اوسکا شفعہ باقی نہین رہیگا اور بسبب اپنی لاعلمی کے معذور نہوگا۔

* * * * * * * * * * * * * *

(۴۳) شفيع ظن ان مشترى الدار فلان فسكت و لم يطلب الشفعة فاذا علم ان المشترى غير فلان كان له الشفعة۔

(۴۳) ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے گمان کیا کہ زید نے وہ مکان خریدا ہے اور اپنے گمان کے موافق وہ خاموش ہو رہا اور شفعہ کو طلب نہین کیا مگر بعد کو معلوم ہوا کہ عمرو نے وہ مکان خریدا ہے تو شفیع بدستور شفعہ کا دعوی کرسکتا ہے۔

(۴۴) وقال بعضهم اذا توهم الشفيع ان المشتري فلان فسكت ثم علم ان المشتري غيره فطلب لا يصح طلبه۔

(۴۴) بعض کا قول ہے اگر شفیع کو شبہہ ہوا کہ فلان شخص نے یہ مکان خریدا ہے اور صرف شبہہ کی بنا پر وہ خاموش ہو رہا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ مشتری اور شخص ہے پھر اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح نہو گا۔

(۴۵) ولو قيل للشفيع بيعت دار كذا فقال من اشتريها او قال بكم اشتراها فلما اخبر بذلك قال طلبت الشفعة صح طلبه۔

(۴۵) اگر شفیع سے کسی شخص نے آکر بیان کیا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا اوسکے جواب مین شفیع نے کہا کہ کسنے خریدا ہے یا کس قیمت پر فروخت ہوا ہے پھر مشتری کا نام یا قیمت کا حال سنکر شفیع نے کہا مین نے شفعہ کو طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۶) وكذا لو قيل للشفيع بيعت دار كذا بالف درهم فسكت ثم علم انها بيعت بخمسمائة درهم كان له الشفعة۔

(۴۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ پر فروخت ہو گیا یہ سنکر شفیع نے سکوت کر لیا بعد ازان اوسکو معلوم ہوا کہ پانچ سو روپیہ پر فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ طلب کیا تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہو گا۔

(۴۷) دار بيعت بجنب دار رجل والجار يزعم ان رقبة الدار المبيعة له ويخاف انه لو ادعى رقبتها تبطل شفعته لان مالك الدار لا يكون شفيعا وان ادعى الشفعة لا يمكنه دعوى الدار انها له ماذا يصنع حتى لا يبطل شفعته قالوا يقول هذه الدار داري وانا ادعى رقبتها فان وصلت اليها والا فانا على شفعتي منها لان هذه الجملة كلام واحد فلم يتحقق السكوت عن طلب الشفعة۔

(۴۷) ایک شخص کے مکان کے متصل کسی کا مکان فروخت ہوا اور اوس ہمسایہ کو گمان ہے کہ فروخت شدہ مکان میری ملک ہے اور اوسکو خوف ہے کہ اگر مین نفس اس مکان کا دعوی کرتا ہون تب تو شفعہ باطل ہوتا ہے کیونکہ مالک شفیع نہین ہو سکتا اور اگر شفعہ کا دعوی کرتا ہون تو مکان کا دعوی نہین کر سکتا تو ایسے وقت مین اوسکو کیا کرنا چاہیے فقہار کہتے ہین اوس شخص کو ایسی صورت مین یہ کہنا چاہیے کہ یہ مکان میرا ہے اور مین اوس مکان کا مدعی ہون اگر اسطرح سے یہ مکان مجکو ملجاوے تو خیر ورنہ مین اوسمین شفیع ہون۔ کیونکہ یہ سب ایک ہی کلام ہے پس طلب شفعہ سے سکوت نہ پایا گیا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(٤٨) صغيرة ادركت وثبت لها خيار البلوغ والشفعة ان قالت طلبت الشفعة واخترت نفسي او قالت اخترت نفسي وطلبت الشفعة صح الاول وبطل الثاني فان قالت طلبت حقين الشفعة والخيار صح كلاهما۔

(٤٨) ایک نابالغ لڑکی کو حیض آیا جس سے اوسکو اختیار بلوغ اور شفعہ کا اختیار ثابت ہوا اوسکی تین صورتیں ہیں اگر اوسنے کہا کہ میں نے شفعہ کو طلب کیا اور اپنی جان کا اختیار لیا تب تو صرف شفعہ ثابت ہوگا اور اگر کہا میں نے اپنی جان کا اختیار لیا اور شفعہ کو طلب کیا تو اوس کو صرف اپنی ذات کا اختیار حاصل ہوگا اور شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ کہا کہ میں نے دونوں حق طلب کئے میرا شفعہ بھی ہے اور مجکو اختیار بھی ہے تو دونوں حق ثابت ہو جائینگے

(٤٩) اذا سمع الشفيع بيع الدار فسكت قالوا لا يبطل شفعته مالم يعلم المشتري والثمن كالبكر اذا استؤمرت فسكتت ثم علمت ان الاب زوجها من فلان فردت صح ردها۔

(٤٩) شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان فروخت ہو گیا ہے اور اسنے سکوت کر لیا تو اوسکا شفعہ باطل ہوگا جب تک اوسکو یہ نہ معلوم ہو کہ مشتری کون ہے اور قیمت کیا ہے اسیطرح اگر باکرہ لڑکی سے نکاح کے بارے میں مشورہ لیا گیا اور وہ خاموش ہو گئی بعدہ معلوم ہوا کہ میرے باپ نے فلان شخص سے میرا نکاح کیا ہے اور اوسنے نکاح کو رد کر دیا تو اوس کا رد کرنا صحیح ہوگا۔

(٥٠) رجل اشترى دارا وقال للشفيع اشتريتها لنفسي فسلم الشفيع الشفعة او سكت ثم ظهر انه اشتراها لغيره قال محمد رح تبطل شفعته وقال ابو حنيفة رح لا تبطل وعليه الفتوى۔

(٥٠) ایک شخص نے کوئی مکان خریدا اور شفیع سے کہا میں نے اپنے لیے یہ مکان خریدا ہے اسپر شفیع نے شفعہ کا دعوی نہ کیا بلکہ خاموش ہو رہا پھر معلوم ہوا کہ کسی اور شخص کے لئے یہ مکان خریدا ہے تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہو جاوے گا اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک باطل نہ ہوگا اور فتوی اسی قول پر ہے۔

(٥١) رجل صلى الظهر ثم شرع في الركعتين بعد الفرض فاخبر بالبيع فجعلها اربعا روى هشام عن محمد رح انه لا تبطل شفعته ولو جعلها

(٥١) ایک شخص نے ظہر کی نماز ادا کرکے دو رکعت نماز پڑھنا شروع کیا اسی اثنا میں اوسکو کسی نے بیع کی خبر دی اور اس شخص نے بجاے دو رکعت کے دو رکعت اور اسمیں ملا دیں تو امام محمد رح سے بواسطہ

ستا بطلت شفعته ولو كان في الاربع قبل الظهر فاخبر بالبيع فاتمها اربعا لا تبطل شفعته وذكر الناطقي رح اذا علم بالبيع وهو في التطوع فجعلها اربعا او ستا لا تبطل شفعته والصحيح انه اذا جعلها اربعا لا تبطل ولو جعلها ستا تبطل ولو افتتح الاربع بعد الجمعة لا تبطل شفعته وان صلى اكثر من اربع بطلت شفعته وكذا لو افتتح الركعتين بعد الظهر لا تبطل شفعته۔

ہشام کے مروی ہو کہ اسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر اون دو نو نمین چار رکعت اور ملا کر پڑہین تو شفعہ باطل ہوجاویگا اور اگر ظہر سے پہلے چار سنت پڑھ رہا تہا اور بیع کی خبر سنکر چار رکعت اوسنے پوری کرلین تو شفعہ باطل نہوگا اور ناطقی رح نے بیان کیا ہو اگر نماز نفل پڑہنے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اُسنے چار یا چہہ رکعت پوری کرلین تو شفعہ باطل نہین ہوگا مگر صحیح یہ ہو کہ چار پوری کرنے سے باطل نہوگا اور چہہ پورے کرنے سے باطل ہوجاویگا اور اگر جمعہ کے بعد چار رکعت شروع کردی ہین تو انکے پورے کرنے سے بہی شفعہ باطل نہوگا مگر چار سے زیادہ پڑہنے سے باطل ہوجاویگا اسیطرح ظہر کے بعد دو رکعتون کے شروع کرنے سے شفعہ باطل نہوگا۔

(٥٢) ولو افتتح التطوع بعد طلب المواثبة قبل طلب الاشهاد تبطل شفعته

(٥٢) طلب مواثبت کے بعد طلب اشہاد سے پہلے اگر ایک شخص نے نماز نفل شروع کردی تو شفعہ باطل ہوجاویگا۔

(٥٣) وبعد ما طلب الشفعة طلب المواثبة فور علمه بالبيع يحتاج الى طلب الاشهاد وانما يسمى الثاني طلب الاشهاد لا لان الشهادة شرط بل لتمكنه اثبات الطلب عند جحود الخصم۔

(٥٣) طلب مواثبت کے بعد شفیع کے لئے طلب اشہاد ضروری ہو اور اسکا نام طلب اشہاد اسوجہ سے نہین ہو کہ اسمین شہادت شرط ہو بلکہ اسواسطے ہو کہ مخاصمت کے وقت طلب شفعہ کو ثابت کرسکتا ہے

(٥٤) فان كان الشفيع حاضرا في مجلس البيع فطلب الشفعة بحضرة البائع او المشتري كفاه ذلك عن الطلب الثاني۔

(٥٤) بیع کی جگہ اگر شفیع خود موجود تہا اور بائع مشتری کے روبرو اوسنے شفعہ کو طلب کیا تو پہر دوبارہ اوسکو طلب اشہاد کی ضرورت نہین ہے۔

(٥٥) وان لم يكن كذلك فذهب الى البائع او الى الدار لطلب الاشهاد فالمسئلة على وجوه۔

(٥٥) اگر خرید فروخت کی جگہ شفیع موجود نہین تہا تو اوسوقت مین طلب مواثبت کے بعد شفیع کو طلب اشہاد کرنا چاہیے مگر اسکی صورتین مختلف ہین۔

(٥٦) ان كان البائع والمشترى والشفيع والدار فى مصر واحد والدار فى يد البائع فالى ايهم ذهب الشفيع وطلب الشفعة صح طلبه ولا يعتبر فيه الاقرب ولا الابعد لان المصر مع تباعد الاطراف كمكان واحد الا ان يجتاز على الاقرب ولم يطلب الشفعة فحينئذ تبطل شفعته۔

(٥٦) اگر بائع اور مشتری اور شفیع اور مکان یہ چاروں ایک ہی شہر میں ہیں اور مکان ہنوز بائع کے قبضہ میں ہے تو ایسی صورت میں شفیع کو اختیار ہوگا کہ تینوں میں سے کسی کے پاس جا کر شفعہ کو طلب کرے اور اس بات کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ تینوں میں سے کون قریب اور کون بعید ہے اسواسطے کہ شہر کو باوجود بعد اطراف کے ایک مقام کا حکم ہے مگر جس صورت میں بالفرض قریب پر شفیع کا گذر ہو اور بغیر طلب کئے وہ آگے چلدیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(٥٧) وان كان البائع والمشترى والدار فى مصر واحد والشفيع فى بلدة اخرى فالى ايهم ذهب الشفيع الى البائع والدار فى يد البائع او الى المشترى او الى الدار وطلب الشفعة صح طلبه۔

(٥٧) اگر بائع اور مشتری اور مکان سب ایک ہی شہر میں ہیں تو شفیع کو اختیار ہوگا کہ اگر مکان ہنوز بائع کے قبضہ میں ہے تو اسوقت بائع کے پاس ورنہ مشتری یا مکان کے پاس جا کر شفعہ کو طلب کرے۔

(٥٨) وان كان الشفيع فى موضع الدار والبائع والمشترى فى السواد او كان الشفيع مع احد المتبايعين فى مصر واحد واحد المتبايعين والدار فى غير المصر فقصد الشفيع الابعد لطلب الشفعة وترك الاقرب اليه بطلت شفعته۔

(٥٨) اگر شفیع اوسی شہر میں ہو جس جگہ مکان ہے اور بائع اور مشتری اوس شہر سے باہر ہیں یا بائع اور مشتری میں سے ایک شخص ایک شہر میں شفیع کے ساتھ ہو اور دوسرا شخص مکان کے ساتھ ہو اس حالت میں شفیع اگر قریب کو چھوڑ کر طلب شفعہ کے لئے بعید کیطرف گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

(٥٩) وان كان البائع سلم الدار الى المشترى فان طلب التشفيع من المشترى واشهد صح طلبه وكذا لو لم يكن الدار فى يد المشترى وطلب الشفيع من المشترى صح طلبه۔

(٥٩) اگر بائع نے مکان کو مشتری کے قبضہ میں دیدیا اور شفیع نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور کسی کو گواہ کردیا تو اوس کا طلب کرنا صحیح ہوگا اسی طرح اگر ہنوز مشتری کا قبضہ نہیں ہوا ہے اور شفیع نے مشتری سے شفعہ طلب کیا تو بھی اوس کا طلب کرنا صحیح ہے۔

(۶۰) وان طالب من البائع واشهد ان كان الدار في يد البائع صح طلبه والا فلا ويصير كانه لم يطلب ۔

(۶۰) اگر شفیع نے بائع سے شفعہ طلب کیا اور اوسپر کسیکو گواہ کردیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تب تو اوسکا طلب کرنا صحیح ہے ورنہ وہ طلب کرنا صحیح نہوگا اور کالعدم سمجہا جائیگا۔

* * * * * *

(۶۱) وصورة طلب الاشهاد ان يقول الشفيع للمشتري حين لقيه اطلب منك الشفعة في دار اشتريتها من فلان التي احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا وانا شفيعها بالجوار بدار احد حدودها كذا والثاني كذا والثالث كذا والرابع كذا فسلمها الي ولابد ان يبين انه شفيع بالشركة او بالجوار او في الحقوق ويبين الحدود لتصير الدار معلومة ۔

(۶۱) طلب اشہاد کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ مثلا مشتری سے ملاقات کے وقت یہ بات کہی کہ تونے جو فلان شخص سے فلان مکان جسکے چارون حدود یہ ہین خرید اہے اوسمین مین شفعہ طلب کرتا ہون اور مین اوس مکان مین بسبب ہمسائگی کے بذریعہ ایک مکان کے جسکے حدود اربع یہ ہین شفیع ہون اسواسطے وہ مکان تو مجہکو دیدے اور اِس بات کا بیان کرنا اوسپر ضرور ہے کہ وہ بذریعہ شرکت کے شفعہ کرتا ہے یا بذریعہ ہمسائگی کے ۔ اور حدود کا بیان کرنا بہی ضروری ہے تاکہ وہ مکان مجہول نرہے۔

(۶۲) اذا اخبر الشفيع بالبيع في جوف الليل فلم يقدر على ان يخرج للاشهاد فان اشهد حين اصبح صح طلبه لانه اخر الاشهاد بعذر ۔

(۶۲) اگر رات کے وقت شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور طلب اشہاد کے لئے اوسوقت نجاسکا اور صبح ہوتی ہی اوسنے طلب اشہاد کی تو کچہہ مضایقہ نہین ہے کیونکہ اس تاخیر مین شرعا وہ معذور سمجہا جائیگا۔

(۶۳) واليهود اذا اخبر بالبيع يوم السبت فلم يطلب الشفعة بطلت شفعته لانه غير معذور في التاخير وكذا لو كان الشفيع في عسكر اهل الخوارج او اهل البغي فخاف على نفسه ان يدخل في عسكر اهل العدل فلم يطلب بطلت شفعته لانه غير معذور ۔

(۶۳) اگر ہفتے کے روز ایک یہودی کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے شفعہ طلب نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ غیر معذور ہے اسیطرح اگر شفیع خوارج یا باغیون کے لشکر مین ہے اور اہل حق کے لشکر مین آنے سے اوسنے اپنی جان کا خوف کیا اور طلب اشہاد نہ کی تو شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ وہ معذور نہین ہے۔

(٦٤)، ولو كانت الشفعة بالجوار وخاف الشفيع انه لو طلب الشفعة بالجوار عند قاض لا يرى الشفعة بالجوار يبطل شفعته فلم يطلب كان على شفعته۔

(٦٤)، شفعہ بالجوار کی صورتمین اگر شفیع کو خوف ہے کہ مین نے اس قاضی کے پاس جو شافعی المذہب ہے اور شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہے اگر شفعہ طلب کیا تو میرا شفعہ باطل ہو جائیگا اس خوف سے اس شخص نے قاضی کے پاس شفعہ کو طلب نہین کیا تو شفعہ باطل نہوگا۔

(٦٥)، ولو علم الشفيع بالبيع وهو فى طريق مكة فطلب طلب المواثبة ولم يقدر على طلب الاشهاد فان لم يكن البائع والمشترى فى الرفقة فانه يوكل وكيلا ليطلب الشفعة فان لم يوكل ومضى فى الطريق فان وجد من يوكله بالطلب ولم يوكل تبطل شفعته وان لم يجد وكيلا ووجد فتى يكتب كتابا على يديه ويوكل بالكتاب وكيلا فان لم يفعل بطلت شفعته وان لم يجد وكيلا ولا فتى لا تبطل شفعته حتى يجد لانه معذور۔

(٦٥)، اگر مکہ معظمہ کے راستے مین شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوسنے طلب مواثبت کی مگر طلب اشہاد نکر سکا اگر بائع اور مشتری سفر مین اسکے ساتھ نہین ہین تو اس شخص کو طلب شفعہ کے لئے ایک وکیل مقرر کرنا چاہیے اور اگر وکیل مقرر نہین کیا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر وکیل میسر ہوا اور مقرر نکیا تب تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل میسر نہوا تو اوس کو چاہیے کہ خط لکھوا کر بذریعہ خط کے کسی شخص کو وکیل کرے اگر ایسا نکیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر وکیل بھی میسر نہوا اور خط لکھنے والا بھی میسر نہوا تو شفعہ باطل نہوگا جب تک اون دونون مین سے کوئی میسر نہ آوے کیونکہ وہ شخص معذور ہے۔

(٦٦)، دار بيعت لها شفيعان احدهما حاضر فطلب الحاضر الشفعة وقضى له القاضى ثم حضر الشفيع الآخر فان الشفيع الثانى يطلب الشفعة من الشفيع الذى قضى له القاضى لان الذى قضى له القاضى قام مقام المشترى هذا اذا طلب الاول جميع الدار بالشفعة فلو انه طلب

(٦٦)، ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین جنمین سے ایک حاضر اور ایک غائب ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اوسکے لئے شفعہ کا حکم کر دیا بعد ازان دوسرا شفیع حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو شفیع اول سے طلب شفعہ کرنا چاہیے جس کے لئے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے کیونکہ شفیع اول اسوقت مین بمنزلہ مشتری کے ہے مگر یہ اسوقت ہے

نصف الدار ظنا منه انه لایستحق الا النصف بطلت شفعته وکذا لوکانا حاضرین فطلب کل واحد منهما الشفعة فی نصف الدار بطلت شفعتهما لان السکوت عن النصف الباقی تسلیم للشفعة فی النصف المسکوت فیبطل شفعته فی النصف المسکوت واذا بطلت فی النصف تبطل فی الکل کذا ذکر فی الکتاب۔

ہے کہ شفیع اول پورے مکان میں شفعہ کا دعوی کرے اور اگر شفیع نے اس گمان سے کہ مین نصف مکان کا مستحق ہون نصف مکان کا دعوی کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسیطرح اگر دونون شفیع حاضر ہون اور ہر ایک نصف نصف مکان کا دعوی کرے تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ باقی نصف کا دعوی نکرنا اوس باقی مین شفعہ کا ترک کرنا ہی لہذا اوس نصف مین تو اس طرح باطل ہوا اور جب نصف مین باطل ہوتا ہی تو کل مین باطل ہو جاتا ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۶۷) وذکر الناطقی رح رجل اذا اشتری دارا فی جنب الشفیع فجاء الشفیع وقال سلم لی نصفها بالشفعة فابی المشتری لاتبطل شفعته وهو الصحیح لان طلب تسلیم النصف لایکون تسلیما للباقی وکذا لو قال الشفیع انا شفیع هذه الدار فسلم لی نصفها بالشفعة فاسلم لک النصف الباقی فابی المشتری لاتبطل شفعته

(۶۷) ناطقی رح نے ذکر کیا ہی کہ اگر ایک شخص نے شفیع کے مکان سے ملا ہوا ایک مکان خرید ا بعد ازان شفیع نے آکر اوس سے کہا بذریعہ شفعہ کے اس مکان کا نصف مجکو دیدے اور مشتری نے انکار کیا تو شفعہ باطل ہوگا یہی قول صحیح ہے اس لیے کہ نصف کا طلب کرنا باقی کا ترک کر دینا نہین ہی اسیطرح اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون اس لئے بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دیدے تو مین باقی نصف مکان تیرے لیے چھوڑ دونگا یہ سنکر مشتری نے انکار کیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہوگا۔

(۶۸) الوکیل بشراء الدار اذا اشتری وقبض فجاء الشفیع وطلب الشفعة من الوکیل قبل ان یسلم الوکیل الدار الی الموکل قال الشیخ الامام ابوبکر محمد بن الفضل رح یصح طلبه وان کان ذلک بعد ما سلم الوکیل الدار الی الموکل لا یصح طلبه ولو ان

(۶۸) اگر ایک شخص کو ایک مکان خرید کرنے کے لیے وکیل کیا اور اوسنے مکان خرید کر قبضہ مین لے لیا اور ہنوز موکل کے قبضہ مین وہ مکان نہین دیا تھا کہ شفیع نے وکیل کے پاس آکر شفعہ کو طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہی کہ اوسکا طلب کرنا صحیح ہوگا اور اگر وکیل نے موکل کو وہ مکان تسلیم کر دیا تھا تو شفیع کا طلب کرنا صحیح نہوگا اور اگر شفیع نے وکیل کے لئے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسکا

الشفیع سلم الشفعة للوکیل صح تسلیمه سواء کانت الدار فی یده او لم تکن۔

یہ چھوڑنا صحیح ہو جائیگا خواہ وہ مکان اوسوقت وکیل کے قبضے مین ہو یا نہو۔

(٦٩) الوکیل بطلب الشفعة اذا سلم الشفعة للمشتری جاز عند ابی حنیفة وابی یوسف رح وهو بمنزلة تسلیم الاب والجد شفعة الصغیر۔

(٦٩) اگر ایک شخص طلب شفعہ کا وکیل تھا اور اوسنے مشتری کے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک جائز ہے جسطرح باپ یا دادا نابالغ کے شفعہ کو چھوڑ دے تو جائز ہوتا ہے۔

(٧٠) رجل له شفعة عند القاضی فانه یقدم القاضی الی السلطان وان کانت شفعته عند السلطان وامتنع القاضی عن احضاره کان الشفیع علی شفعته لانه ترك الطلب بعذر۔

(٧٠) اگر قاضی پر ایک شخص کا شفعہ ہے تو وہ شخص قاضی کو سلطان کے پاس لیجا سکتا ہے اور اگر خود سلطان پر اوسکا شفعہ ہے اور قاضی سلطان کو حاضر نکر سکا تو شفیع اپنے شفعہ پر قائم رہیگا کیونکہ وہ طلب نکرنے مین معذور ہے۔

(٧١) رجل اشتری لابنه الصغیر دارا والاب شفیعها کان للاب ان یاخذها بالشفعة لان الاب لو اشتری مال ولده الصغیر لنفسه جاز واذا اراد ان یاخذ ویطلب یقول اشتریت واخذت بالشفعة فتصیر الدار له ولا یحتاج الی القضاء ولو کان مکان الاب وصی فالجواب فیه کالجواب فی شراء الوصی مال الیتیم لنفسه علی قول من یملك ذلك یکون الوصی بمنزلة الاب وعلی قول من لا یملك ذلك فله الشفعة ایضا لکن یقول اشتریت وطلبت الشفعة ثم یرفع الامر الی القاضی حتی ینصب القاضی

(٧١) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے ایک مکان خریدا اور خود باپ اوسمین شفیع ہے تو یہ باپ اوس مکانکو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے اسواسطے کہ باپ اگر اپنے نابالغ لڑکے کا مال خود خریدے تو جائز ہے اور جب اوسکو لینا اور طلب کرنا منظور ہو تو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے اوس مکان کو خرید لیا اور شفعہ سے لے لیا صرف یہ کہنے سے یہ مکان اوسکا ہو جائیگا اور قاضی کے کہنے کی ضرورت نہو گی اور اگر باپ کی جگہ باپ کا وصی ہو تو اوسکا حکم وسی کے مانند ہے کہ وصی یتیم کے مال کو اپنے لیے خریدے جن لوگوں کے نزدیک اوسکو یہ اختیار ہے اونکے نزدیک وصی بمنزلہ باپ کے ہو اور جنکے نزدیک یہ اختیار نہین ہے اونکے نزدیک بھی وصی کو شفعہ ہے مگر اوسکو یہ کہنا چاہیے کہ مین نے یہ مکان خرید لیا اور شفعہ طلب کر لیا پھر اس امر کو قاضی کے روبرو پیش کرنا چاہیے تاکہ قاضی نابالغ کی طرف سے ایک متولی مقرر کرے

وصیا عن الصبی فیاخذ الوصی منہ بالشفعۃ ویسلم الوصی الثمن الی القیم ثم بعد ذلک یسلم القیم الی الوصی

جس سے یہ وصی شفعہ کا مطالبہ کرے اور اوس متولے کو ثمن ادا کرے بعد ازان یہ متولے ثمن کو اس وصی کی سپردگی مین دے۔

(۴۲) الشفیع بالجوار اذا باع الدار التی یستحق بہا الشفعۃ الا شقصا منہا لا تبطل شفعتہ لان ما بقی یکفی للشفعۃ ابتداء فیکفی لبقائہا۔

(۴۲) اگر شفیع بالجوار نے ایک مکان جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ کا مستحق ہو فروخت کیا مگر اوسکا ایک حصہ رہنے دیا تو شفعہ باطل نہو گا کیونکہ وہ ایک حصہ خود ابتداءً شفعہ کے لیے کافی ہو پس اوسکے بقا کے لیے بھی کافی ہوگا۔

(۴۳) الشفیع اذا باع الشفعۃ بعد ما وجبت لہ الشفعۃ لانسان او وہبہا لا تبطل شفعتہ لان حق الشفعۃ لا یحتمل التملیک بلفظ الہبۃ والبیع لانہا لم تصادف محلہا۔

(۴۳) اگر شفیع نے شفعہ ثابت ہو جانے کے بعد حق شفعہ کسی کے لیے بیع یا ہبہ کر دیا تو شفعہ باطل نہو گا اس لیئے کہ ہبہ اور بیع کے لفظ سے حق شفعہ مین احتمال تملیک کا نہین ہے کیونکہ شفعہ ہنوز ناتمام ہے۔

+ + + + + + + +

(۴۴) الشفیع اذا ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا بالشفعۃ تبطل شفعتہ وان طلب الشفعۃ ثم ادعی رقبۃ الدار المشفوعۃ انہا لہ لا یسمع دعواہ لان طلب الشفعۃ اولا اقرار منہ بعدم الملک فلا یسمع دعواہ ولو تصرف المشتری فی الارض المشفوعۃ قبل ان یاخذہا الشفیع بان وہبہا من انسان وسلم او تصدق بہا او اجرہا او جعلہا مسجدا او صلی فیہا او جعلہا مقبرۃ ودفن فیہا او وقفہا وقفا مستقلا بطل

(۴۴) اگر شفیع نے دعوی کیا کہ یہ مکان مشفوعہ ذاتی میرا مکان ہو شفعہ کے ذریعہ سے نہین ہے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفعہ طلب کرنے کے بعد مکان مشفوعہ مین ملکیت کا دعوی کیا تو یہ دعوی مسموع نہوگا اسلیئے کہ اولاً شفعہ کا طلب کرنا گویا اس بات کا اقرار کرنا ہو کہ یہ مکان میری ملک نہین ہو لہذا اوسکا دعوی غیر مسموع ہوگا اور اگر مشتری نے شفیع کے لینے سے پیشتر زمین مشفوعہ مین کسی قسم کا تصرف کیا یعنے اوسکو ہبہ کرکے قبضہ کرا دیا یا صدقہ کر دیا یا کرایہ پر اوٹھا دیا یا اوسکو مسجد قرار دیکر نماز پڑھنی شروع کر دی یا مقبرہ بنا کر دفن کرنا شروع کر دیا یا ہمیشہ کے لیے اوسکو وقف کر دیا تو شفیع کا شفعہ باطل نہو گا بلکہ اوسکو مشتری کے ان تصرفات کے باطل کرنیکا اختیار

شفعة الشفيع وله ان ينقض تصرف المشترى وان باعها المشترى من غيره كان الشفيع بالخيار ان شاء اخذها بالبيع الاول وان شاء اخذها بالبيع الثانى ولو غرس المشترى فيها كرما اوشجرا اوبنى فيها بناء اوغرس رطبة كان للشفيع ان يقلع ويا خذ الارض بالشفعة وان زرع المشترى فيها زرعًا فى القياس له ان يقلع ويا خذ الارض بالشفعة كما فى الشجر وفى الاستحسان يتوقف الى ان يستحصد الزرع ثم يا خذ بالشفعة۔

ہو گا اور اگر اس مشتری نے دوسرے شخص کے ہاتھ زمین مشفوعہ کو اس عرصہ میں بیع کر دیا تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ خواہ بیع اول سے اوس زمین کو لے لے خواہ بیع ثانی سے اور اگر مشتری نے اوس زمین میں انگور کی ٹٹیاں یا اور قسم کے درخت لگالئے یا ایک مکان بنا لیا یا ترکاری وغیرہ اوسمیں بو دی تو شفیع کو اون سبکے اوکھاڑنے کا اختیار ہو گا اور زمین کو شفعہ سے لے سکیگا اور اگر مشتری نے صورت مذکورۂ بالا میں کھیت بو دیا تو قیاس کا مقتضے یہی ہے کہ شفیع کو اوس کے اوکھاڑ ڈالنے اور بذریعہ شفعہ کے زمین کو لینے کا اختیار دیا جاوے جسطرح بڑے درختوں کے اوکھاڑ ڈالنے کا اوسکو اختیار رہا مگر استحسانا کھیت کے کاٹنے تک توقف کیا جائے گا بعد ازان شفعہ سے اوس زمین کو لے سکیگا۔

(٧٥) ولو اشترى الرجل دارا وزخرفها بالنقوش بشئ كثير كان للشفيع الخيار ان شاء اخذ واعطاه ما زاد وان شاء ترك

(٧٥) اگر ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور بہت کچھ لاگت لگا کر نقش نگار سے اوسکو آراستہ کیا تو شفیع کو اختیار ہو گا کہ خواہ اوس مکان کو زرِ ثمن کے ساتھ اسقدر لاگت بھی دیکر مکان کو لے لے خواہ ترک کر دے۔

(٧٦) وان حط البائع شيئا من الثمن كان للشفيع ان يا خذ بما وراء المحطوط ولو زاد المشترى للبائع فى الثمن كان للشفيع ان ياخذها بدون الزيادة۔

(٧٦) اگر بائع نے بیع کے بعد مشتری سے کچھ قیمت کم کر دی تو شفیع کو بھی اختیار ہو گا کہ اوس کم قیمت سے مکان کو لے لے اور اگر مشتری نے بائع کے لیے کچھ قیمت اضافہ کر دی تو شفیع کو بدون اس زیادتی کے اوس مکان کے لینے کا اختیار ہو گا۔

(٧٧) ولو تقايل البائع والمشترى لا تبطل الشفعة وكذلك لو انفسخ البيع بينهما بخيار شرط اورؤية

(٧٧) اگر بائع اور مشتری نے باہم رضامندی سے بیع کو واپس کر دیا تو شفعہ باطل نہ ہو گا اسیطرح اگر خیار شرط یا خیار رویت یا عیب کی وجہ سے قبضہ کرنے کے بعد

او الرد بالعيب بعد القبض بقضاء القاضي ولو كانت الشفعة بالجوار فباع الشفيع داره التي يستحق بها الشفعة بطلت شفعته۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جاوے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیع کر دے تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔

(۷۸) ولو آجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضي المدة والمستاجر شفيعها قال ابو نصر رح يجوز البيع بين البائع والمشتري ولا يقدر البائع على تسليم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة كان طلبه اجازة للبيع فيبطل الاجارة وله الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفيع الدرك للمشتري او ضمن الثمن للبائع فانه لا يكون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البيع بضمانه فصار الشفيع بمنزلة البائع فلا يكون له الشفعة اما ههنا بيع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تمام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کر دیا اور یہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہو جائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہو جائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہو جائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کے لیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہو جاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہو جاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۷۹) واذا طلب الشفيع طلب المواثبة والاشهاد وابى المشتري ان يسلم اليه الدار فانه يرفع الامر الى القاضي ويطلب منه التمليك ولا يملكها الشفيع الا بقضاء

(۷۹) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچا دے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

اور رضاء حتی لو بیعت دار اخری بجنب الدار المشفوعة ثم قضی القاضی للشفیع بالشفعة ثم دفعها الیه لایکون لهذا الشفیع ان یاخذ الدار الثانیة بالشفعة لان الشفیع لم یکن جار الدار الثانیة قبل قضاء القاضی وکذا لو جعل الشفیع داره التی یستحق بها الشفعة مسجدا او وقفها وقفا مستقلا او جعلها مقبرة ثم قضی له بالشفعة فانه لایکون شفیعا للدار الثانیة لان قیام الملك له فیما یستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد والوقف المستقل بمنزلة الزائل عن ملکه۔

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیے حتّے کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوئی اور مکان فروخت ہوا اور پھر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلا دیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا جار نہین ہی اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنا دیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کر دیا یا اوسکو مقبرہ کر دیا بعد ازان قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو یہ شفیع دوسرے مکا نین شفیع نہوگا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات شرط ہی کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہی اوسوقت وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہوگیا۔

(۸۰) ولوان الشفیع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم یرفع الامر الی القاضی ان لم یتمکن من الرفع بمرض او حبس او منع مانع ولم یجد من یوکل بالخصومة لاتبطل شفعته وان لم یکن یرفع مع التمکن من المرافعة ذکر فی الکتاب انه علی شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابیحنیفة رح واختلفت الروایات عن محمد رح فی روایة اذا مضی شهر

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشهاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دو صورتین ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچا سکا یا کوئی اور مانع پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لیے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہی کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا کا قول ہی کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یہی ہی اور امام محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہی کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

او الرد بالعیب بعد القبض بقضاء القاضی ولو کانت الشفعة بالجوار فباع الشفیع دارہ التی یستحق بها الشفعة بطلت شفعته۔

بحکم قاضی بیع فسخ ہو جاوے تو بھی شفعہ نہین باطل ہوگا اور اگر شفیع بالجوار اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے وہ شفیع ہے بیع کردے تو اوسکا شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۷۸) ولو آجر الرجل دارا مدة معلومة ثم باعها قبل مضی المدة والمستاجر شفیعها قال ابو نصر رح یجوز البیع بین البائع والمشتری ولا یقدر البائع علی تسلیم الدار الا برضا المستاجر واجازته فان طلب المستاجر الشفعة کان طلبه اجازة للبیع فیبطل الاجارة وله الشفعة هو بخلاف ما اذا باع الدار وضمن الشفیع الدرك للمشتری او ضمن الثمن للبائع فانه لا یکون له الشفعة لان ثمه تعلق جواز البیع بضمانه فصار الشفیع بمنزلة البائع فلا یکون له الشفعة اما ههنا بیع المستاجر جائز قبل اجازة المستاجر فلا تبطل شفعته باجازته۔

(۷۸) اگر ایک شخص نے ایک مدت معلوم تک اپنا مکان کرایہ پر دیا بعد ازان مدت تام ہونے کے پہلے اوسکو فروخت کردیا اور وہی کرایہ دار اوسکا شفیع تھا تو ابو نصر رح کا قول ہے کہ یہ بیع بائع اور مشتری مین صحیح ہوجائیگی مگر کرایہ دار کی رضامندی اور اجازت کے بغیر مشتری کے قبضہ مین اوس مکان کو بائع نہ دے سکیگا اور اگر کرایہ دار نے شفعہ طلب کیا تو اوس کا طلب کرنا بیع کی اجازت دینا سمجھا جائیگا اور اجارہ باطل ہوجائیگا اور اوسکا شفعہ ثابت ہوجائیگا بخلاف اوس صورت کے کہ ایک شخص مکان کو فروخت کرے اور شفیع مشتری کے لیے آیندہ کے لیے خرابی پیدا ہونے کا ضامن ہوجاوے یا بائع کے لیے ثمن کا ضامن ہوجاوے کہ یہان اوسکا شفعہ قائم نرہیگا اسلیے کہ اس مقام پر بیع کا جواز شفیع کے ضامن ہونے پر موقوف ہے پس وہ بمنزلہ بائع کے ہے لہذا اوسکا شفعہ نہوگا مگر اوس جگہ کرایہ دار کے بغیر اجازت کے مکان کی بیع صحیح ہے لہذا اجازت دینے سے اوسکا شفعہ باطل نہوگا

(۷۹) واذا طلب الشفیع طلب المواثبة والاشهاد وابی المشتری ان یسلم الیه الدار فانه یرفع الامر الی القاضی ویطلب منه التملیك ولا یملکها الشفیع الا بقضاء

(۷۹) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر مشتری نے شفیع کو مکان کے دینے سے انکار کیا تو اوسکو چاہیے اپنا معاملہ قاضی تک پہونچاوے اور اوس سے طلب تملیک کرے اور بغیر حکم قاضی کے شفیع اوس مکان کا مالک نہوگا۔

اورضاء حتى لوبيعت دار اخرى بجنب الدار المشفوعة ثم قضى القاضي للشفيع بالشفعة ثم دفعها اليه لايكون لهذا الشفيع ان ياخذ الدار الثانية بالشفعة لان الشفيع لم يكن جار الدار الثانية قبل قضاء القاضي وكذا لوجعل الشفيع دارة التي يستحق بها الشفعة مسجدا اووقفها وقفا مستقلا اوجعلها مقبرة ثم قضى له بالشفعه فانه لايكون شفيعا للدار الثانية لان قيام الملك له فيما يستحق به الشفعة شرط وقت القضاء والمسجد والوقف المستقل بمنزلة الزائل عن ملكه۔

اور اگر قاضی حکم نہ دے تو باہمی رضامندی کا ہونا چاہیے حتے کہ اگر مکان مشفوعہ سے ملا ہوا کوی اور مکان فروخت ہوا اور پہر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیکر وہ مکان مشفوعہ شفیع کو دلادیا تو شفیع اس دوسرے مکان فروخت شدہ کو شفعہ سے نہ لیگا اسلیے کہ قبل از حکم قاضی یہ شفیع اوس دوسرے مکان فروخت شدہ کا جار نہین ہے اسیطرح اگر شفیع نے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کا مستحق ہے مسجد بنادیا یا ہمیشہ کے لیے وقف کردیا یا اوسکو مقبرہ کردیا بعد ازان قاضی نے اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو یہ شفیع دوسرے مکان مین شفیع نہو گا اسلیے کہ حکم قاضی کیوقت یہ بات شرط ہے کہ جسکے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا مستحق ہے اوسوقت وہ مکان شفیع کے ملک مین قائم ہو اور مسجد اور وقف دائمی کرنے سے گویا وہ مکان اوسکے ملک سے خارج ہوگیا۔

(۸۰) ولوان الشفيع بعد طلب المواثبة والاشهاد لم يرفع الامر الى القاضي ان لم يتمكن من الرفع بمرض اوحبس اومنع مانع ولم يجد من يوكل بالخصومة لاتبطل شفعته وان لم يكن يرفع مع التمكن من المرافعة ذكر في الكتاب انه على شفعته ابدا وان طال الزمان قالوا هذا قول ابيحنيفة رح واختلفت الروايات عن محمد رح في رواية اذا مضى شهر

(۸۰) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد اگر شفیع نے اپنا معاملہ قاضی تک نہ پہونچایا تو اوسکی دوصورتین ہین اگر بوجہ مرض یا قید کے نہ پہونچاسکا یا کوئی اور مانع پیش آگیا جسکے وجہ سے شفیع کو پیروی کے لئے کوئی وکیل میسر نہوا تو اوسکا شفعہ باطل نہو گا اور اگر باوجود قدرت کے اوسنے ایسا کیا تو کتاب مین مذکور ہے کہ وہ شخص ہمیشہ اپنے شفعہ پر قائم رہیگا اگرچہ زمانہ دراز گذر جائے فقہا کا قول ہے کہ امام ابوحنیفہ رح کا مذہب یہی ہے اور امام محمد رح سے اس مسئلہ مین روایات مختلف ہین ایک روایت یہ ہے کہ اگر باوجود قدرت کے ایک مہینہ تک

ولم يرفع مع التمكن بطلت شفعته وفي رواية اذا مضى شهر وثلثة ايام وفي رواية اذا مضت ثلثة ايام ولم يرفع بطلت شفعته واختلفت الروايات فيه عن ابي يوسف رح ايضا والفتوى على انه مقدر بشهر۔

اپنا معاملہ قاضی کے سامنے پیش نکرے تو اوس کا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت مین ایک مہینا تین روز اور ایک روایت مین ہے کہ اگر تین روز بھی گذر جائین اور قاضی کیطرف چارہ جوئی اپنے معاملے کی نکرے تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور امام ابو یوسف سے بھی اسمین روایات مختلف ہین اور فتوی یہہ ہے کہ ایک مہینے تک چارہ جوئی نکرے گا تو شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۸۱) واذا رفع الامر الى القاضي فان القاضي لا يسمع دعواه الا بحضرة الخصم فان كانت الدار في يد البائع يشترط لسماع الدعوى حضرة البائع والمشتري لان الشفيع يطلب القضاء بالملك واليد جميعا والملك للمشتري واليد للبائع فيشترط حضرتهما وان كانت الدار في يد المشتري كفاه حضرة المشتري فان احضر الخصم وجاء اوان الدعوى يقول ان هذا اشترى دارا بكذا وانا شفيعها ويقول له القاضي اين الدار التي تريد شفعتها بين لي موضعها وحدودها لان القاضي لا يتمكن من القضاء الا بمعلوم والدار اذا لم تكن بحضرتهما لا تصير معلومة الا ببيان الحدود فاذا بين الحدود يقول له القاضي باي سبب

(۸۱) جسوقت شفیع قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لیجائے تو جبتک اوسکا مدعا علیہ حاضر نہوگا قاضی اوسکے دعوے کی سماعت نکرے گا اور اگر مکان ہنوز بایع کے قبضہ مین ہے تو دعوے کی سماعت کے لیئے دونون بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے اس لیئے کہ شفیع قاضی سے ملک اور نیز قبضہ کا حکم چاہتا ہے اور صورت مذکورہ مین ملک مشتری کی ہے اور قبضہ بائع کا ہے لہذا دونون کا حاضر ہونا شرط ہے اور اگر مکان مشتری کے قبضہ مین آگیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور جسوقت مدعی مدعا علیہ دونون حاضر ہو جائین اور دعوی کرنے کا وقت آئے تو مدعی یعنے شفیع کو مدعا علیہ کیطرف اشارہ کر کے قاضی کے روبرو یہ کہنا چاہیے کہ اسنے ایک مکان اسقدر قیمت سے خریدا ہے اور مین اوسمین شفیع ہون اور قاضی کو یہ کہنا چاہیے کہ جس مکان مین تو شفعہ کا دعوی کرتا ہے اوسکا پتا و نشان اور اوسکے حدود مجھسے بیان کر اسلیے کہ قاضی مجہول چیز پر حکم نہین دے سکتا اور مکان جسوقت کہ قاضی کے سامنے موجود نہین ہے بغیر بیان حدود کے اوسکو معلوم

تطلب الشفعة لان اسباب الشفعة مختلفة بعضها مقدم على البعض فلابد من بيان السبب۔

نہیں ہو سکتا جب یہ شفیع مکان کے حدود و غیرہ بیان کرے تو قاضی کو اوس سے پوچھنا چاہیے کہ کس وجہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہے اس لیے کہ شفعہ اسباب مختلف ہیں اور بعض بعض پر مقدم ہوتے ہیں لہذا سبب کا بیان کرنا شفیع کو ضروری ہے۔

فصل فى ترتيب الشفعاء

ترتیب شفعہ کا بیان

(۳۸۲) قال فى الكتاب الخليط وهو الشريك فى نفس البقعة احق من الشريك اراد بالشريك هو الشريك فى حقوق الدار والشريك احق من الجار والجار احق من غيره وصورة هذا الترتيب منزل بين رجلين فى دار مشتركة بين احد هذين الرجلين وبين رجل آخر سواهما وهذه الدار فى سكة غير نافذة وعلى ظهر هذا المنزل دار لرجل آخر بابه تلك الدار فى سكة اخرى فباع احد الشريكين المنزل فى الدار نصيبه من المنزل كان الشريك فى المنزل اولى بالشفعة من غيره لانه شريك فى نفس البقعة المبيعة فان سلم هو الشفعة كان الشريك فى الدار اولى بالشفعة من الشركاء فى السكة لانه شريك فى الطريق الخاص وهو الطريق فى الدار فان سلم هو فاهل السكة احق بالشفعة

(۳۸۲) کتاب میں بیان کیا ہے کہ خلیط (یعنے نفس مکان میں شریک) شریک پر مقدم ہے دوسرے شریک سے وہ شخص مراد لیا ہے جو مکان کے حقوق میں شریک ہو اور شریک جار پر مقدم ہے اور جار اور لوگوں پر مقدم ہے اور اس ترتیب کی صورت یہ ہے کہ مثلا ایک کمرے میں زید اور عمرو شریک ہیں اور وہ کمرہ ایک ایسے مکان میں واقع ہوا ہے جس میں عمرو اور خالد شریک ہیں اور یہ مکان کوچہ سربستہ میں واقع ہے اور اس کمرہ کی پشت پر کسی اور شخص کا مکان ہے جس کا دروازہ دوسرے کوچہ میں ہے اس صورت میں زید نے اپنا حصہ جو اوس کمرہ میں ہے فروخت کیا تو سب شفیعوں پر عمرو کو تقدم ہوگا اس لیے کہ وہ خاص اوس کمرہ میں شریک ہے اور جس وقت کہ عمرو اپنے شفعہ کو ترک کردے گا تو خالد کو اور شفیعوں پر تقدم ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص میں شریک ہے یعنے اوس راستہ میں جو اوس کے مکان میں پایا جاتا ہے اگر یہ شخص شفعہ کو چھوڑ دے گا تو کوچے والوں کو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ راستے میں شریک ہیں اگر کوچہ والے بھی شفعہ چھوڑ دیں گے تو اوس وقت جار ملاصق

لانهم شركاء في الطريق فان سلم اهل السكة كانت الشفعة للجار الملاصق وهو الذي على ظهر المنزل۔

یعنے اوس شخص کو شفعہ ہوگا جسکا مکان اس گھر کی پشت پر واقع ہے۔

* * * * * * * * * * *

(۸۳) ولا شفعة في الوقف لا للقيم ولا للموقوف عليه۔

(۸۳) اگر وقف کے مکان کے قریب کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین شفعہ نہین ہے نہ وقف کے متولی کو نہ اوس شخص کو جسکے لیے وہ مکان وقف کیا گیا ہے۔

(۸۴) ولا شفعة في بيع الكردار وهي التي تكون في الارض على نهر الموالي لان الكردار نقلي ولا شفعة في المنقولات۔

(۸۴) سلطان کی زمین جو کاشت کے لیے لوگونکو دی گئی ہو اور کاشتکارون نے مکانات وغیرہ بنا لیے ہین اگر یہ مکانات وغیرہ فروخت کیے جائین تو اوسمین شفعہ نہین ہے اس لیے کہ وہ منقول ہین اور منقولات مین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۵) ولا شفعة في الاراضي التي حازها الامام لبيت المال وكذا الاراضي الميان ديهية وهي التي يزرعها الاكرة لا يجوز بيعها۔

(۸۵) جن اراضیات کو سلطان نے بیت المال کے لیے رکہا ہے اونمین بسبب عدم جواز بیع کے شفعہ نہین ہو سکتا اور اسیطرح میان دیہی اراضیات مین شفعہ نہین ہو سکتا کیونکہ اونکی بیع جائز نہین ہے۔

(۸۶) ولا شفعة فيما كبس المزارع منها التراب۔

(۸۶) کاشتکار نے سلطان کی زمین مین جو بہراؤ ڈالا ہے اوسمین شفعہ نہین ہوتا۔

(۸۷) ويجوز بيع الكردار اذا كان معلوما ولا شفعة فيها لما قلنا۔

(۸۷) عملے کی بیع درست ہے بشرطیکہ مجہول نہو مگر اوسمین شفعہ نہین ہے اس واسطے کہ وہ منقول ہے۔

(۸۸) رجل اوصى بغلة داره لرجل وبرقبتها للآخر فبيعت دار بجنب هذه الدار كانت الشفعة للموصى له بالرقبة۔

(۸۸) ایک شخص نے اپنے ایک مکان کے بابت یہ وصیت کی کہ اسکے آمدنی زید کو دیجائے اور خود یہ مکان عمرو کو دیا جائے پہر اس مکان کے پہلو مین کسی کا مکان فروخت ہوا تو عمرو کو اوسمین حق شفعہ ہوگا زید کو نہوگا۔

(۸۹) رجل اخذ ارضا مزارعة وزرع فيها فلما صار الزرع بقلا اشترى المزارع الارض مع نصيب

(۸۹) ایک شخص نے کسی سے کاشت پر ایک زمین لی اور اوسمین کہیت بو یا جب یہ کہیت جم نکلا تو کاشتکار نے اس زمین کو مع اوس حصے کے جو زمیندار کا اوس کہیتی مین

رب الارض من الزرع ثم جاء الشفيع
فله الشفعة في الارض و في نصف
الزرع الا انه لا ياخذ بالشفعة
حتى يدرك الزرع لان نصف
الارض مشغول بنصيب المزارع

۹۰، دار فيها ثلث بيوت بيت في
اول الدار ثم البيت الثاني بجنب
هذا البيت ثم البيت الثالث
بجنب الثاني كل بيت لرجل واحد
باع واحد منهم بيته ان كان طريق
البيوت في الدار كانت الشفعة
للباقيين بحكم الشركة في الطريق
وان كان ابواب البيوت في سكة واحدة
نافذة لا في الدار فان بيع البيت
الاوسط فالشفعة لصاحب الاعلى
والاسفل هما سواء لانهما جاران
متلازقان احدهما على اليمين
والاخر على اليسار و ان بيع البيت
الاعلى كانت الشفعة لصاحب
الاوسط لا غير لانه جار وان بيع
البيت الاسفل كانت الشفعة
لصاحب الاوسط لانه جار
ملازق۔

۹۱، سكة غير نافذة فيها سكة
اخرى غير نافذة بيعت في السكة

تھا خرید لیا بعد از ان شفیع آکر موجود ہوا تو اوس
زمین مین اور زمیندار کے حصے مین اوس کا شفعہ ہے
مگر جب تک کھیتی پک کر طیار نہو جایگی شفیع اوس کو
نہ لے سکیگا اسواسطے کہ نصف زمین کاشتکار کے
حصے مین گھری ہوئی ہے۔

۹۰، ایک احاطہ مین تین مکان ہین جنمین سے ایک
مکان احاطہ کے شروع مین اور دوسرا اس مکان کے پہلو
مین اور تیسرا مکان اس دوسرے مکان کے پہلو مین واقع
ہے اور یہ تینون مکان تین شخصون کے ہین جنمین سے ایک
شخص نے اپنا مکان فروخت کیا تو اون مکانات کو دیکھا
جائیگا اگر انکا راستہ اسی احاطہ مین ہے تب تو شرکت
راستے کے سبب سے دو باقی مکان والونکا شفعہ ہوگا اور اگر
ان مکانات کے دروازے احاطہ مین نہین ہین بلکہ ایک
کوچہ مین نکلتے ہین جو سربستہ نہین ہے اگر ان تینون
مکانات مین سے درمیان کا مکان فروخت ہوا تو داہنے
اور بائین والے کو برابر حق شفعہ ہوگا کیونکہ وہ دونون
جار ملازق ہین ایک اس طرف سے ایک اوس طرف سے
اور اگر اخیر کا مکان فروخت ہوا تو صرف درمیان والے کو
شفعہ ہوگا کیونکہ جار وہی ہے اور اگر شروع کا مکان
فروخت ہوا تو فقط درمیان والے کو شفعہ ہوگا
اس لیے کہ وہی اوس کا جار متصل ہے۔

۹۱، ایک کوچہ سربستہ مین دوسرا کوچہ سربستہ واقع
ہے اور اس پہلے کوچہ مین ایک مکان فروخت ہوا تو صرف

السفلی دار کانت الشفعة لاهل السكة السفلی لان لهم شركة فی الطریق الخاص وهی السكة السفلی ولو بیعت فی السكة العلیا دار کانت الشفعة لاصحاب السکتین جمیعا لاستوائهم فی الشركة فی الطریق۔

اسی کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ سب اس کوچہ کے طریق خاص مین شریک ہین اور اگر دوسرے کوچہ مین مکان فروخت ہوا تو دونون کوچہ والونکو حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ دونون کوچہ والون کو راستہ مین برابر شرکت ہے۔

* * * * * * * * * *

(۹۲) وكذلك نهر خاص شق منه نهر اخر فبیع ارض علی النهر الصغری کانت الشفعة لاصحاب النهر الصغری ولو بیع ارض علی النهر الاول کانت الشفعة لاصحاب النهرین جمیعا۔

(۹۲) اسیطرح اگر ایک نہر خاص مین سے دوسری ایک چھوٹی نہر نکالی گئی ہے اور اس چھوٹی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو اوسی نہر والون کو شفعہ ہوگا بڑی نہر والونکو نہوگا اور اگر بڑی نہر پر ایک زمین فروخت ہوئی تو دونون نہر والون کو حق شفعہ ہوگا۔

(۹۳) دار بیعت ولها بابان فی سکتین فانکانت هذه الدار فی القدیم دارین باب احدهما فی سكة غیر نافذة وباب الاخری فی السكة الاخری مثلها فاشتراها رجل ورفع الحائط بین الدارین حتی صارتا دارا واحدة فلاهل كل سكة ان یاخذ الجانب الذی كان بابه فی تلك السكة وانکانت هذه الدار المبیعة فی الاصل واحدة ولها بابان کانت الشفعة لاهل السکتین فی جمیع الدار بالسویة انما یعتبر فی هذا القدیم

(۹۳) ایک مکان فروخت ہوا جسکے دو دروازے ہین اور ہر ایک دروازہ دوسرے کوچہ کیطرف ہے تو دیکھا جائیگا کہ اگر یہ مکان ہمیشہ سے دو مکان تھے جنمین سے ایک کا دروازہ ایک کوچہ سربستہ مین اور دوسرے کا دروازہ دوسرے کوچہ سربستہ مین واقع تھا اور اب کسی شخص نے اوسکو خرید کر دونون مکان کے درمیان کی دیوار گرا کر اوسکو ایک مکان کرلیا ہے تو ہر کوچہ والیکو اسبات کا استحقاق ہوگا کہ مکان کے جس جانب کو دروازہ اس کوچہ مین ہو صرف اوسی جانب کو یہ کوچہ والا بذریعہ شفعہ کے لیلے اور اگر یہ مکان فروخت شدہ اصل مین ایک مکان تھا جسکے دو دروازے تھے تو دونون کوچہ والونکو پورے مکان مین برابر حق شفعہ ہوگا بہر حال مکان کی اصل حالت کا لحاظ کیا جائیگا حالت موجودہ کا

دون الحادث۔

لحاظ نکیا جایگا۔

(٩٤) وكذلك سكة غير نافذة رفع حائطها الى الطريق الاعظم حتى صارت نافذة بيع فيها دار كانت الشفعة لاهل السكة بالسوية لان هذه السكة وان جعلت نافذة لم تكن نافذة في القديم ولهم ان يسدوا الطريق وكذلك حين رفع الحائط لو قالوا جعلناها طريقا له وللعامة لان لهم ان يسدوا ويجعلوها كما كانت۔

(٩٤) اسیطرح اگر کوچہ سربستہ کی دیوار جو شارع عام کیطرف تہی گرا دیگئی اور اب وہ سربستہ نرہا اگر اس کوچہ مین کوئی مکان فروخت ہو تو ان کوچہ والون کو برابر حق شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ کوچہ اگرچہ اسوقت مین سربستہ نہین ہی مگر قدیم سے وہ سربستہ تہا اور اب بہی اونکو راستہ بند کرنے کا اختیار ہے اسیطرح اگر دیوار گرجانیکے بعد کوچہ والے یہ بات کہدین کہ ہم نے اوس کو شارع عام کر دیا اوسوقت بہی اونکو برابر حق شفعہ ہوگا اس لیے کہ وہ پہر اوس کوچہ کو بند کر سکتے ہین۔

* * * * * * *

(٩٥) سكة في اقصاها دار طريق هذه الدار في سكة نافذة بيع هذه الدار فانكان طريق الدار طريقا للعامة وليس لاهل السكة ان يمنعوهم فلا شفعة لاهل السكة انما الشفعة تكون لجار الدار وانكان طريق هذه الدار خاصة ولاهل السكة ان يمنعوا العامة عن الدخول في سكتهم كانت الشفعة لاهل السكة وكذلك سائر السكك انكانت في الخطة النافذة لا شفعة لهم فان احدثوا النفاذ فلهم الشفعة۔

(٩٥) ایک کوچہ کے انتہا پر ایک مکان واقع ہے جسکا راستہ غیر سربستہ کوچہ مین ہو اب یہ مکان فروخت ہوا پس اگر اس مکان کے راستہ کو تمام لوگ آتے جاتے ہین اور کوچہ والونکو لوگونکے منع کرنیکا اختیار نہین ہو تو ان کوچہ والون کو شفعہ نہین ہو بلکہ صرف ہمسایہ کو شفعہ ہو اور اگر اوس مکان کا راستہ خاص ہو اور کوچہ والونکو بہی یہ اختیار حاصل ہو کہ لوگونکو اپنے کوچہ مین نہ آنے دین تو اسوقت مین ان کوچہ والونکو شفعہ ہوگا اسیطرح تمام کوچون کا حال ہے کہ جو کوچہ شاہی سڑک مین ہے تب تو اونکا شفعہ نہین ہے اور جس کوچہ سربستہ مین لوگون نے راستہ نکال لیا ہے اوسمین اونکا شفعہ ہو۔

* * * * * *

۹۶، سكة غير نافذة اقصاها مسجد وطرف من اطراف المسجد الى الطريق الاعظم فهى سكة نافذة وان كانت جوانب المسجد كلها بيوت الناس كانت الشفعة لاهل السكة وهذا اذا كان المسجد خطة فان لم يكن خطة وانما احدثه اهل السكة وجبت لهم الشفعة وكذلك حكم السكك التى فى اقصاها الوادى ببخارا فهى سكة نافذة لانهم يخرجون الى الوادى والوادى بمنزلة الطريق۔

۹۶، ایک کوچہ سربستہ کی انتہا پر مسجد بنی ہوی ہے اور مسجد کے ایک طرف شارع عام کی جانب ہی تو وہ کوچہ سربستہ نہ سمجھا جائیگا اور اگر مسجد کے تمام جوانب مین لوگونکی گہر ہین تو کوچہ والونکو شفعہ ہوگا مگر یہ اوسوقت ہے کہ وہ مسجد شاہی ہو اور اگر شاہی مسجد نہین ہے بلکہ کوچہ والون نے بنا لی ہے تو اونکا شفعہ ثابت ہوگا اسیطرح بخارا کے اون کوچون کا حکم ہے جو جنگل کیطرف نکلتے ہین کہ وہ جنگل بمنزلہ سڑک کے سمجہا جائے گا اور یہ کوچے سربستہ نہین ہین۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

۹۷، علو لرجل وسفل لآخر وطريق العلو فى السكة العليا لا فى السفل باع صاحب السفل سفله كان لصاحب العلو ان ياخذ السفل بالشفعة لان السفل متصل بالعلو فكانا جارين ولو انه طلب الشفعة فانهدم العلو قبل ان ياخذ او كان العلو منهدما حين بيع السفل كان لصاحب العلو ان ياخذ السفل بالشفعة فى قول محمد رح لان له حق التعلى على العلو فياخذ بذلك وقال ابو يوسف رح اذا انهدم العلو لا شفعة له۔

۹۷، ایک دو منزلہ مکان ہے جسمین سے نیچے کا درجہ ایک شخص کا اور اوپر کا درجہ دوسرے شخص کا ہے اور اوپر والے کا راستہ نیچے کے مکان مین نہین ہی بلکہ شارع عام کیطرف ہی اگر اس صورت مین نیچے والا اپنا مکان فروخت کرے تو اوپر والے کا اوسمین شفعہ ہی اسلیے کہ نیچے کے درجہ کو اوپر کے درجہ سے اتصال ہی لہذا انمین سے ہر ایک دوسرے کا جار ہی اور اگر اوپر والے نے شفعہ کا دعوی کیا مگر ہنوز نیچے کا مکان بذریعہ شفعہ کے اوسکو ملا نتہا کہ اوپر کا مکان گر پڑا یا جسوقت نیچے کا مکان فروخت ہوا ہی اوسوقت اوپر کا مکان گرا ہوا تہا امام محمد رح کے نزدیک اس صورتین ہی نیچے کے مکانکو شفعہ سے لیسکتا ہی اس لیئے اوسکو اوپر بنانیکا حق ہی حاصل ہی اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک اگر اوپر کا مکان گر جائے تو پہر اوسکو شفعہ نہین ہوتا۔

(٩٨) وصاحب السفل بشفعة العلو احق من الجار في قول ابي حنيفة رح اذا لم يكن للجار شركة في الطريق۔

(٩٨) امام صاحب کے نزدیک نیچے والا اوپر والے کے شفعہ میں جار پر مقدم ہے بشرطیکہ جار کو راستہ میں شرکت نہو۔

(٩٩) والشركة بالخشبة التي تكون على حائط الغير وله حق وضع الخشبة لاغير يكون جاراً ولا يكون شريكاً۔

(٩٩) اگر ایک شخص کی کڑی دوسرے کی دیوار پر رکھی ہوی ہو اور اوس دیوار میں بجز اسبات کے کہ وہ کڑی کو رکھ لے کوئی اوسکا حق نہیں ہو تو یہ شخص جار ہوگا شریک نہوگا۔

(١٠٠) سكة مستطيلة غير نافذة ينشعب منها زائغة مستطيلة غير نافذة بيعت دار من الزائغة كانت الشفعة لاهل الزائغة لشركتهم في طريق خاص۔

(١٠٠) اگر ایک دراز کوچہ سربستہ ہو جس میں ایک دراز خم سربستہ نکلتا ہے اس خم میں اگر کوئی مکان فروخت ہو تو صرف خم والوں کو شفعہ ہوگا کیونکہ وہ طریق خاص میں شریک ہیں۔

(١٠١) وان بيعت دار من السكة العليا كانت الشفعة لاهل السكة والزائغة جميعاً لاستوائهم في المرور في السكة العليا۔

(١٠١) اگر صورت مذکورہ بالا میں اوس کوچہ میں کوئی مکان فروخت ہو تو سب لوگوں کو اوسمیں شفعہ ہوگا کوچہ والوں کو بھی اور خم والوں کو بھی اسواسطے کہ یہ سب لوگ اوس کوچہ کے اندر آمد و رفت کرنے میں برابر ہیں۔

(١٠٢) وكذلك نهر لقوم تنشعب منه ساقية لقوم باع رجل من اهل الساقية ارضا شربه من الساقية كانت الشفعة لاهل الساقية۔

(١٠٢) اسیطرح اگر کچھ لوگوں کی ایک نہر ہو جسمیں سے ایک چھوٹی نہر دوسرے لوگوں کے لیے نکلی ہوئی ہو اور چھوٹی نہر والوں میں سے ایک شخص نے اپنا کھیت فروخت کیا جسکی آبپاشی چھوٹی نہر سے ہوتی ہو تو صرف چھوٹی نہر والوں کو اوسمیں شفعہ ہوگا۔

(١٠٣) وان بيع ارض على النهر الاول كانت الشفعة لاهل النهر والساقية جميعاً۔

(١٠٣) اگر صورت مذکورہ بالا میں بڑی نہر پر کوئی زمین فروخت ہوئی تو بڑی نہر والوں کو اور نیز چھوٹی نہر والوں کو شفعہ ہوگا۔

(١٠٤) قراح في وسط ساقية جارية شرب القراح من الساقية من

(١٠٤) اگر ایک جاری نہر ہے اور اوسکے وسط میں ایک باغ واقع ہو جسکی آبپاشی دونوں طرف سے اسی نہر سے ہوتی ہو

الجانبین فبیع القراح فجاء شفیعان لهذا القراح احدهما علی یمین الساقیة والآخر علی شمال الساقیة کانت الشفعة لهما جمیعا لان الساقیة من القراح وکانت من اجزاء القراح فکل واحد منهما یکون جار القراح

اب یہ باغ فروخت ہوا اور دو شخص اوسمین شفیع ہین ایک نہر کے داہنی طرف سے ایک بائین طرف سے تو اون دونونکا شفعہ ہوگا اسواسطے کہ یہ نہر باغ مین جاتی ہے اور باغ کا جز ہے لہذا اون دونون مین سے ہر شخص باغکا جار ہوگا۔

* * * * * * *

(۱۰۵) رجل له دار فیها مقاصیر باع منها مقصورة معینة او طائفة معلومة وللدار جار علی جانب واحد منهما کان لهذا الجار الشفعة وان لم یکن جارا لتلك المقصورة ولا لتلك الطائفة لان المبیع من جملة الدار فکان جار الدار جار المبیع ولو ان الشفیع سلم شفعته ثم ان المشتری باع تلك المقصورة لم یکن لجار الدار شفعة فی المقصورة اذا لم یکن هو جارا لتلك المقصورة لان المقصورة بعد بیعها لم تبق من اجزاء الدار۔

(۱۰۵) اگر ایک شخص کے احاطہ مین چند کوٹھریان ہین جنمین سے ایک خاص کوٹھری یا ایک خاص قطعہ اوسنے فروخت کیا اور ایک شخص اوس احاطہ کا جار ہو تو اس جار کا شفعہ ہوگا اگرچہ وہ جار اوس کوٹھری یا اوس قطعہ کا جار نہوا سلیے کہ یہان پر مبیع اوس احاطہ کا جزو ہے پس جو شخص احاطہ کا جار ہے مبیع کا بھی جار ہے اور اگر شفیع نے اپنا شفعہ چھوڑ دیا پھر مشتری نے اوس کوٹھری وغیرہ کو فروخت کرڈالا تو احاطہ کی جار کو اوس کوٹھری مین شفعہ نہو گا جبکہ وہ اوس کوٹھری کا جار نہو اسلیے کہ فروخت ہو جانے کے بعد وہ کوٹھری احاطہ مین شامل نرہی۔

* * * * * *

(۱۰۶) وکذلك الرجل اذا اشتری بیتا من دار والدار کلها لرجل واحد کان لجار الدار شفعة فی البیت وان لم یکن هو جار ذلك البیت فلو ان الشفیع سلم الشفعة ثم باع مشتری البیت ذلك البیت

(۱۰۶) اسیطرح اگر ایک شخص کسی احاطہ مین سے ایک کوٹھری خریدے اور وہ احاطہ بالکل ایک شخص کی ملک ہو تو احاطہ کے جار کو اس کوٹھری مین شفعہ ہوگا اگرچہ وہ اس کوٹھری کا جار نہو اور اگر شفیع نے شفعہ چھوڑدیا بعد ازان کوٹھری کے مشتری نے اوس کوٹھری کو فروخت کرڈالا تو احاطہ کے جار کو اوس کوٹھری مین

لم يكن لجار الدار شفعة في البيت۔

شفعہ نہ ہوگا۔

(۱۰۷) ولو ان رجلا اشترى دارا في سكة غير نافذة ثم اشترى دارا اخرى في تلك السكة كان لاهل السكة ان ياخذ والدار الاولى بالشفعة لان المشتري لم يكن شفيعا وقت الشراء الاول ثم صار هو شفيعا مع اهل السكة في الدار لان المشتري وقت شراء الدار الثانية هو من اهل السكة وكذلك دار بين ثلثة نفر اشترى رجل نصيب احدهم فلجار الدار ان ياخذ الثلث الاول اذا لم ياخذ الشريكان ذلك الثلث ثم لا شفعة له في الثلثين الاخرين لان المشتري شريك في الدار وقت شراء الثلث الثاني والثالث فيكون هو مقدما على الجار۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کوچہ سربستہ مین ایک مکان خریدا پھر اوسکے بعد دوسرا مکان اوسی کوچہ مین خریدا تو صرف پہلے مکان مین کوچہ والون کا شفعہ ہوگا اس لیے کہ جسوقت مشتری نے پہلا مکان خریدا ہے اوسوقت اوسکو کسی طرح اوس کوچہ مین شفعہ کا استحقاق نہ تھا مگر خریدنے وقت وہ مشتری بھی اور کوچہ والون کی طرح دوسرے مکان مین شفیع ہوگیا اسواسطے کہ جسوقت اوس نے دوسرا مکان خریدا ہے وہ بھی اوسوقت اوس کوچہ کا رہنے والا ہے۔ اسیطرح اگر ایک مکان مین تین شخص شریک ہین اور اب ایک اور شخص نے اون تینون مین سے ایک کا حصہ خریدلیا تو اوس مکان کے جار کو اس حصہ کے لینے کا اختیار ہے بشرطیکہ وہ دونون شریک اوسکو چھوڑ دین بعدازان باقی دو حصون مین جار کا شفعہ نہین ہے اسواسطے کہ مشتری نے جسوقت باقی حصون کو خریدا ہے اوسوقت وہ مشتری مکان مین شریک تھا لہذا جار پر اوس کو تقدم ہوگا۔

(۱۰۸) ولو كانت لاربعة نفر فاشترى رجل نصيب الثلاثة واحدا بعد واحد والشريك الرابع غائب ثم حضر فله ان ياخذ نصيب الاول وهو في نصيب الاخرين شفيع مع المشتري۔

(۱۰۸) اگر ایک مکان مین چار شخص شریک ہین اور کسی نے اونمین سے تین کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک وہان موجود نہ تھا بعدازان وہ موجود ہوا تو اوسکو صرف پہلے شخص کے حصہ لینے کا اختیار ہے اور اخیر کے دو حصون کو نہین لے سکتا بلکہ مشتری کیطرح وہ بھی شفیع ہے۔

(۱۰۹) ولو اشترى احد الاربعة

(۱۰۹) اگر ایک مکانمین چار شخص شریک تھے جنمین سے

نصیب الاثنین واحدا بعد واحد ثم حضر الرابع کان شفیعا مع المشتری فی النصیبین جمیعا لان فی هذه الصورة کان المشتری شریکا وقت شراء النصیبین جمیعا

ایک شخص نے دو کا حصہ یکے بعد دیگرے خرید لیا اور چوتھا شریک حاضر نہ تھا بعد ازان وہ حاضر ہوا تو یہ چوتھا شریک خریدنے والے کے ساتھ دونون حصونمین شفیع ہے کیونکہ اس صورتمین خریدنے والا دونون حصون کے خریدتے وقت شریک ہے۔

(۱۱۰) رجل له خمس منازل فی سکة غیر نافذة فباع هذه المنازل فطلب الشفیع الشفعة فی منزل واحد منها ان طلب الشفعة بحق الشرکة فی الطریق لم یکن له ان یاخذ البعض لما فیه من تفریق الصفقة من غیر ضرورة وان طلب الشفعة بالجوار وجاره فی هذا المنزل لا غیر کان له ذلک لانه جار لهذا الواحد خاصة وجنس هذه المسئلة یاتی بعد هذا فی فصل علیحدة۔

(۱۱۰) کوچہ سربستہ مین ایک شخص کے پانچ مکان ہین اوس شخص نے ان مکانون کو فروخت کیا اور شفیع نے فقط ایک مکانمین شفعہ طلب کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے تب تو وہ اس مکان کو نہین لے سکتا اس لیے کہ بلا ضرورت عقد کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر جوار کی وجہ سے شفعہ طلب کیا ہے اور فقط اسی مکان سے اوسکو جوار ہے تو فقط یہ مکان اوسکو ملجائیگا اسواسطے کہ فقط اسی مکان کا وہ جار ہے۔ اسی کے مثل علیحدہ فصل مین ایک اور مسئلہ مذکور ہوگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۱۱) رجل له خان فیه مسجد افرزه صاحب الخان واذن للناس بالتاذین وصلوٰة الجماعة فیه ففعلوا حتی صار مسجدا ثم باع صاحب الخان کل حجرة فی الخان من رجل حتی صار دربا ثم بیع منها حجرة قال محمد رح الشفعة لجمیعهم لاشتراکهم فی طریق الخان وقد کان الطریق

(۱۱۱) ایک سرا مین سرا کے مالک نے مسجد بنائی اور لوگون کو اذان کہنے اور جماعت سے نماز پڑہنے کی اجازت دیدی اور لوگون نے اوسکی اجازت کے موافق اذان کہنا اور جماعت سے نماز پڑہنا شروع کر دیا حتے کہ وہ مسجد ہوگئی پھر مالک سرا نے سرا کے تمام مکانات مختلف لوگون کے ہاتھ فروخت کر ڈالے یہان تک کہ وہ ایک محلہ ہوگیا اب اگر اوسمین کوئی مکان فروخت ہوا امام محمد رح کے نزدیک سب لوگ اوسمین شفیع ہین اس لیے

مملوكا۔

کہ سب لوگ سرا کے راستہ مین شریک ہین جسوقت کہ سرا کا راستہ مملوک تہا۔

(۱۱۲) دار بيعت ولها شفيعان بالجوار فطلب الشفعة من المشترى ورفع احدهما المشترى الى حاكم لا يرى الشفعة بالجوار فقال له الحاكم لا شفعة لك ثم عزل الحاكم عن القضاء وولى آخر يرى الشفعة بالجوار فجاء الشفيع الآخر فقضى هذا القاضى للثانى بالشفعة لم يكن للاول ان يشاركه فى الشفعة لان القاضى الاول قد ابطل شفعته۔

(۱۱۲) ایک مکان فروخت ہوا اور دو شخص بسبب جوار کے اوسمین شفیع ہین ان دونون نے مشتری سے شفعہ کا مطالبہ کیا اور ایک نے مشتری کو شافعی المذہب حاکم کے روبرو پیش کر دیا جو شفعہ بالجوار کو تجویز نہین کرتا ہے اس حاکم نے اُس سے کہا تیرا شفعہ نہین ہے بعدہ وہ حاکم موقوف ہو گیا اور اوسکی جگہ دوسرے مذہب کا حاکم مقرر ہوا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہے اب دوسرا شفیع آیا اور قاضی نے اس دوسرے کے لیے شفعہ کا حکم دیا تو پہلے شفیع کو شفعہ کے اندر شرکت کا استحقاق نہو گا اس لیے کہ قاضی اول اوسکے شفعہ کو باطل کر چکا ہے۔

(۱۱۳) رجلان اشتريا دارا احدهما شفيعها فلا شفعة للشفيع فيما صار للاجنبى لان شراء الاجنبى لا يتم الا بقبول الشفيع البيع لنفسه۔

(۱۱۳) دو شخصون نے ایک مکان خریدا جنمین سے ایک شخص اوس مکان کا شفیع ہے تو اس دوسرے کے حصہ مین شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اس لیے کہ دوسرے کا خریدنا جبتک شفیع اپنے لیے بیع کو قبول نکرے ناتمام ہے۔

(۱۱۴) نهر فيه شرب لقوم وارض النهر لغيرهم فباع رجل ارضه والماء منقطع فى النهر فلهم الشفعة فى قول محمد رح۔

(۱۱۴) ایک نہر سے کچھ لوگ آب پاشی کرتے ہین مگر نہر کی زمین اور لوگون کی ہے اب ایک شخص نے اپنی زمین ایسے وقت مین فروخت کی کہ نہر کا پانی خشک ہو گیا تہا تو امام محمد رح کے نزدیک ان لوگون کا اوسمین شفعہ ہے۔

(۱۱۵) وفى قياس قول ابى حنيفة رح لا شفعة لهم بحق الشرب اذا كان الماء منقطعا كما فى العلو المنهدم

(۱۱۵) امام ابو حنیفہ رح کے قول کے موافق صورت مذکورہ مین اگر نہر مین پانی اوسوقت موجود نہو تو آب پاشی کے حق مین اونکا شفعہ نہین ہے جسطرح اوپر کا مکان گر جانے سے شفعہ جاتا رہتا ہے۔

(۱۱۶) رجل باع دارا وابنه الصغير شفيعها ليس للوالد ان يطلب الشفعة لولده لانه باع والصغير

(۱۱۶) ایک شخص نے مکان فروخت کیا اور اوسکا نابالغ بیٹا مکان مین شفیع ہے تو اس شخص کو اپنے بیٹے کے لیے طلب شفعہ کا حق نہین ہے کیونکہ خود اوسنے فروخت کیا ہے اور اگر ایک شخص نے

علی شفعته اذا بلغ۔

(۱۱۷) اذا ثبت ان الشفعة تثبت باسباب و بعضها اقدم من البعض فاذا طلب الشفیع القضاء بالشفعة لابد من بیان السبب حتی یعلم القاضی انه بای سبب یقضی فان بین المدعی السبب وقال بدار لی یلازق المبیع تم دعواه و یطالب المدعی علیه بالجواب فان قال المدعی علیه ماله قبلی شفعة جوابا تاما ثم یقول للمدعی قد انکر ما ادعیت فان قال المدعی حلفه لی حلفه القاضی ثم قال فی الکتاب یحلفه بالله ما لهذا المدعی قبلک شفعة فی هذه الدار التی ادعاها المدعی فان حلف انقطعت الخصومة بینهما الا ان یقیم المدعی البینة علی ما ادعی وان نکل المدعی علیه لزمته الشفعة

(۱۱۸) وان قال المدعی علیه فی الجواب انی قد اشتریت هذه الدار التی بین المدعی حدودها الا ان الدار التی فی ید المدعی و یطلب بها الشفعة لیست له کلف المدعی اقامة البینة علی ان تلک الدار التی فی یده له فان اقام البینة علی الملک یستحق

مکان فروخت کیا اور اسکا نابالغ لڑکا اوسمین شفیع ہو تو بالغ ہونیکے بعد بھی وہ

(۱۱۷) جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ شفعہ چند اسباب سے ثابت ہوتا ہے اور بعض اسباب کو بعض پر تقدم ہے پس جسوقت قاضی سے شفیع شفعہ کے حکم کی درخواست کرے تو شفیع پر سبب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ قاضی کو اپنے حکم کا سبب معلوم ہو جائے پس اگر شفیع نے سبب بیان کر دیا مثلاً کہدیا کہ مین اپنے ایک مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہون جو فروخت شدہ مکان سے ملا ہوا ہے تو شفیع کا دعوی تمام ہو جائیگا اور مدعا علیہ سے اوسکا جواب طلب کیا جاویگا اگر مدعا علیہ نے جواب دیا کہ میری طرف اسکا شفعہ نہین ہے تو اوسکا جواب پورا ہو گیا پھر قاضی مدعی سے یہ بات کہیگا کہ مدعا علیہ تیرے دعوی سے منکر ہے اسپر اگر مدعی نے کہا میرے طرف سے اسکا حلف لو تو قاضی کو اوس سے حلف لینا چاہیے پھر کتاب مین بیان کیا ہے کہ قاضی اوس سے یہ حلف لے کہ خدا کی قسم جس مکا نمین مدعی دعوی کرتا ہے میرے اوپر اوس مکا نمین مدعی کا شفعہ نہین ہے اگر مدعا علیہ نے حلف کر لیا تو اونکا قضیہ رفع ہو جائیگا مگر جس صورتمین مدعی اپنے دعوی پر گواہ قائم کر دے اور اگر مدعا علیہ نے حلف سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

(۱۱۸) اگر مدعا علیہ نے قاضی کی روبرو مدعی کے جواب مین کہا کہ جس مکان کے حدود مدعی نے بیان کیے ہین بلاشبہ اوسکو مین نے خریدا ہے مگر مدعی کے پاس جو مکان ہے اور جسکے ذریعہ سے وہ شفعہ طلب کرتا ہے وہ مکان مدعی کا نہین ہے تو اوسوقت مدعی سے کہا جائیگا کہ اسبات پر گواہ پیش کرے تو شفعہ کا مستحق ہو جائیگا اور اگر اوسکے پاس ملکیت کے گواہ نہین ہین مگر اوسنے یہ کہا کہ مشتری خود اس بات کو جانتا ہو کہ وہ مکان میرا ہے

بها الشفعة وان لم يكن له بينة على الملك ولكن قال ان المشتري يعلم انها لي حلف المدعى عليه بالله ما نعلم ان الدار التي في يد المدعي بجنب الدار التي اشتريتها له فان حلف لا سبيل له عليه الا ان يقيم المدعي البينة على الملك وان نكل لزمته الشفعة۔

تو قاضی کو مدعا علیہ سے یہ حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مدعی کے قبضہ میں میری خرید کردہ مکان کے متصل جو مکان واقع ہی میں نہین جانتا کہ وہ مدعی کا مکان ہی اگر مدعا علیہ نے یہ حلف کرلیا تو مدعی کا اوسپر کچھ دعوی نرہیگا مگر جسوقت کہ مدعی ملکیت کے گواہ پیش کردے اور اگر مدعا علیہ نے حلف کرنے سے انکار کیا تو مدعی کا شفعہ لازم ہو جائیگا۔

۱۱۹، وان قال المشتري اني قد اشتريت هذه الدار التي يريد ان ياخذها بالشفعة منذ سنة وقد علم هذا المدعي بشرائي ولم يطلب الشفعة يقول القاضي للمدعي متى اشتري هو هذه الدار فان قال المدعي طلبت الشفعة حين علمت كان صحيحا وكفاه ذلك فان قال المشتري ما طلبت حين علمت كان القول قول الشفيع وان قال الشفيع علمت منذ سنة وطلبت وقال المشتري لم تطلب كان القول قول المشتري وهو كالبكر اذا زوجت فبلغها الخبر فردت فاختصما الى القاضي فقال الزوج حين بلغها الخبر سكتت وقالت رددت حين علمت كان القول قولها وان قالت علمت يوم كذا ورددت لا يقبل قولها۔

۱۱۹، اگر مشتری نے کہا جس مکان کو مدعی بذریعہ شفعہ کے لینا چاہتا ہی اسکو مین نے ایک برس سے خرید رکھا ہے اور خود اس مدعی کو میرے خریدنے کا علم ہوا مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا تو قاضی کو مدعی سے کہنا چاہیے اسنے یہ مکان کب خریدا ہی اگر مدعی نے کہا جسوقت مجکو خریدنے کا حال معلوم ہوا اوسی وقت مین نے شفعہ طلب کیا تو اوسکا یہ کہنا صحیح ہوگا اور اوسکے لیے کافی ہو جائیگا اسپر اگر مشتری نے یہ بات کہی جسوقت تجکو علم ہوا ہی اوسوقت تو نے شفعہ نہین طلب کیا تو شفیع کا قول معتبر ہوگا اور مشتری کا یہ قول معتبر نہوگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی ایک برس ہوا جو مجکو بیع کا حال معلوم ہوا تھا اور شفعہ کو مین نے طلب کیا تھا اسپر مشتری نے کہا تو نے شفعہ کو طلب نہین کیا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا جسطرح ایک شخص نے اپنی کنواری لڑکی کا نکاح کیا اور جب اوسکو اپنے نکاح کی خبر پہونچی تو اوسنے نکاح کو رد کر دیا اور یہ دونون خاوند بیوی قاضی کے پاس اپنا مقدمہ لے گئے اور خاوند نے بیان کیا جب اسکو نکاح کی خبر پہونچی ہی یہ خاموش ہو رہی اور اوسنے کہا جسوقت مجکو معلوم ہوا ہی اوسیوقت مین نے منع کر دیا ہے تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور اگر اوسنے یہ بات کہی کہ فلان روز مجکو نکاح کا حال معلوم ہوا اور مین نے منع کر دیا تو اوسکا قول معتبر نہوگا۔

(۱۲۰) و لو قال الشفیع لم اعلم بالشراء الا الساعة كان القول قوله و على المشتري البينة انه علم قبل ذلك و لم يطلب۔

(۱۲۰) اگر شفیع نے قاضی کے روبرو یہ بات کہی کہ مجکو اسیوقت خریدنے کا علم ہوا ہی تو اوسکا قول مقبول ہوگا یا مشتری کو اسبات کے گواہ پیش کرنے پڑینگے کہ اسکو پہلے سے فروخت کا علم ہوا ہی مگر اسنے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۱) و لو قال المشتري انه لم يطلب الشفعة حتى لقيك و قال الشفيع طلبت كان القول قول المشتري و يحلف بالله انه لم يطلب الشفعة حين لقيك۔

(۱۲۱) اگر مشتری نے قاضی کے روبرو بیان کیا کہ جسوقت یہ مجھسے ملا ہی اوسوقت تک اسنے شفعہ کو طلب نہین کیا او شفیع نے کہا مین نے طلب کیا تھا تو مشتری کا قول معتبر ہوگا او مشتری سے اسبات کا حلف لیا جائیگا کہ ملاقات کیوقت شفیع نے شفعہ طلب نہین کیا۔

(۱۲۲) و لو قيل للشفيع متى علمت فقال امس او في يوم قبل هذه الساعة لا يقبل قوله الا ببينة۔

(۱۲۲) اگر شفیع سے قاضی نے کہا بیع کا حال تجکو کسوقت معلوم ہوا اوسنے کہا کل یا آج اس گھنٹہ بھر پہلے تو بغیر گواہو نکے اوسکا یہ قول مقبول نہوگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۲۳) و لو ان رجلا ادعى شفعة بالجوار قبل رجل لا يرى الشفعة بالجوار فانكر المدعى عليه و قال لا شفعة له كان القول قوله و يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة على قول من يرى الشفعة بالجوار و لا يحلف بالله ما لهذا قبلك شفعة في هذه الدار لانه لو حلف على هذا الوجه يحلف بالله بناء على مذهبه فيفوت حق المدعي۔

(۱۲۳) اگر مدعی حنفی المذہب ہی اور شفعہ بالجوار کو مانتا ہی اور مدعا علیہ شافعی المذہب ہی اور شفعہ بالجوار کو نہین مانتا جب اس مدعی نے دعوی کیا مدعا علیہ نے انکار کیا اور کہا اسکا شفعہ نہین ہی تو مدعا علیہ کا قول معتبر ہوگا اور اس بات کا اوس سے حلف لیا جائیگا کہ ہمکا ئین حنفی مذہب کے موافق میرے اوپر اسکا شفعہ نہین ہی یہ حلف نلیا جائیگا کہ اس مکان مین اسکا شفعہ نہین ہی اس لیے کہ اگر اس طریقے پر اوس سے حلف لیا جائیگا تو اپنے مذہب کے موافق وہ حلف کرلیگا اور مدعی کا حق تلف ہو جائیگا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۲۴) و لو ان دارين متلازقتين لرجلين فتصدق صاحب احدى

(۱۲۴) اگر دو شخصون کے دو مکان ملے ہوے ہین اور ایک مکان والے نے اپنے مکان کی وہ دیوار جو ہمسایہ کے مکان سے

الدارين بالحائط الذي يلي جاره على رجل بما تحته من الارض وقبض المتصدق عليه ثم باع المصدق داره من المتصدق عليه ذكر الناطقي رح انه لا يبقى الجار شفيعا فان طلب الجار يمين المشتري بالله ما فعل صاحب الدار ذلك ضرارا او فرارا من الشفعة على وجه التلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقربه لزمته ويحلف فان حلف لا شفعة له وان نكل كان له الشفعة لانه اقر انه جار ملازق۔

(۱۲۵) رجل اشترى من رجل عشر ارض او دار بثمن كثير ثم اشترى تسعة اعشارها بثمن قليل كان للجار الشفعة في البيع الاول دون الثاني لانه بالبيع الاول صار شريكا في نفس البقعة فيكون هو اولى من الجار في البيع الثاني فان اراد الشفيع ان يحلفه بالله ما اردت بذلك ابطال شفعتي قال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح لا يحلفه على هذا الوجه لانه لو اقربه لا يلزمه شئ لكن لو اراد ان يحلف المشتري يحلفه

ملی ہوئی ہے مع دیوار کی اراضی کے ایک شخص کو للہ دیدی پھر اوسی شخص کے ہاتھ اپنے مکان کو فروخت کردیا تو ناطقی رح نے ذکر کیا ہے کہ اس صورت مین وہ جار شفیع نرہیگا اب وہ جار مشتری سے اسبات کی قسم لینا چاہتا ہے کہ مالک مکان نے عداوت یا شفعہ سے بچنے کے لیے مجبور کرنیکے طریقہ پر یہ کارروائی نہین کی ہے تو یہ مشتری اسبات کی قسم کہا سکتا ہے اسلیے کہ جار اس مشتری پر ایسے امر کا دعوی کرتا ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم ہو جائے لہذا اوس سے حلف لیا جائیگا اگر حلف کرلیا تو جار کا شفعہ باطل ہو گیا اور اگر انکار کیا تو اوس کا شفعہ ثابت ہو جائیگا اس لیے کہ اس انکار سے جار ملازق ہونے کا اقرار پایا گیا۔

(۱۲۵) ایک شخص نے ایک زمین یا مکان کا دسواں حصہ زیادہ قیمت سے خرید کر بعدہ اوسکے باقی نو حصے تھوڑی قیمت سے خرید لیے تو اس صورت مین جار کو بیع اول مین شفعہ ہوگا بیع ثانی مین نہوگا اسلیے کہ یہ مشتری بیع اول سے اوس مکان یا زمین مین شریک ہو گیا لہذا بیع ثانی مین جار سے اوسکو تقدم ہوگا پھر اس صورت مین اگر شفیع کو مشتری سے اسبات پر حلف لینا منظور ہو کہ مجکو اس کارروائی سے تیرے شفعہ کا باطل کرنا مقصود نہین تھا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ اوس سے باین طریق حلف نہین لے سکتا اس لیے کہ اگر مشتری نے اسکا اقرار بھی کرلیا تو اوسپر کچھ لازم نہین آئیگا البتہ اس طریقہ پر حلف لے سکتا ہے کہ بیع اول مجبور کرنے کے لیے نہ تھی اس لیے کہ شفیع ایسے امر کا مدعی ہے کہ اگر مشتری اقرار کرلے تو اوسپر لازم آجائیگا اور

بالله ان البيع الاول ما كان تلجئة كان له ذلك لانه ادعى عليه معنى لو اقر به يلزمه فكان له ان يحلفه على هذا الوجه قال وما ذكر في الاصل ان الشفيع اذا اراد استحلافه انه لم يرد به ابطال الشفعة كان له ذلك لانه ادعى ان البيع كان تلجئة۔

شیخ امام ابوبکر نے بیان کیا ہے کہ مبسوط مین جو ذکر کیا ہے کہ اگر شفیع کو مشتری سے ابطال شفعہ مقصود نہونے پر حلف لینا منظور ہو تو وہ حلف لے سکتا ہو اوس سے وہ صورت مقصود ہے کہ شفیع بیع کے اندر مجبور کرنیکا مدعی ہو۔

(۲۲۱) رجلان تبايعا بيعا فطلب الشفيع الشفعة بحضرة البائع والمشتري فقال كان البيع بيننا بيع معاملة وصدقه المشتري في ذلك قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح فهما لا يصدقان على الشفيع الا ان يكون البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بذلك الثمن لقلته فح يكون البيع بيع معاملة ولا يكون للشفيع فيه الشفعة الا ترى انه لو جرى هذا الاختلاف بين البائع والمشتري فقال البائع بعته معاملة وقال المشتري لا بل كان البيع بيع رغبة ان كان البيع بثمن لا يباع مثل ذلك المبيع بمثل ذلك الثمن لقلته كان القول قول البائع وان لم يكن كذلك كان القول

(۲۲۱) دو شخصون نے باہم ایک بیع کی اور بائع اور مشتری کے روبرو شفیع نے شفعہ طلب کیا اور بائع نے یہ بات بیان کی کہ ہمارے اور تمہارے درمیان یہ بیع معاملہ کے طور پر تھی اور مشتری نے اس بات کی تصدیق کی تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہو کہ شفیع کے بارے مین اونکی تصدیق نکی جائیگی مگر جس صورت مین کہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہو کہ وہ مبیع اوس ثمن سے کبھی فروخت نہوسکے اس صورت مین یہ بیع بیع معاملہ ہوگی اور شفیع کا اوسمین شفعہ نہوگا دیکھو اگر یہی اختلاف بائع اور مشتری مین واقع ہو اور بائع یہ بات کہے کہ مین نے معاملہ کے طور پر اس چیز کو فروخت کیا ہے اور مشتری کہے نہین بلکہ یہ بیع رغبت سے ہوئی ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر یہ بیع اسقدر قلیل ثمن سے ہوئی ہے کہ وہ شئی کسی حالت مین اوسقدر ثمن سے فروخت نہین ہوسکتی تو بائع کا قول معتبر ہوگا اور اگر یہ بات نہین ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا۔ اسیطرح اگر اون دونون اور شفیع کے مابین یہ اختلاف واقع ہو تو اوس کا یہی حکم ہے۔

قول المشتری وکذلك اذا وقع الاختلاف بینهما وبین الشفیع۔

(۱۲۷) وقال القاضی الامام علی السغدی رح وان باع بما لا یباع مثله لا یصدق ان علی الشفیع ایضا لان هذا قول العوام ان الثمن اذا کان بحیث لا یباع به مثله لا یجوز۔

(۱۲۷) قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہو اگر اسقدر ثمن سے بیع واقع ہوئی ہے کہ اوس شئی کی بیع اوسقدر ثمن سے نہین ہوسکتی تو بھی شفیع کے لحاظ سے بائع اور مشتری کی تصدیق کیجاویگی اس لیے کہ یہ عوام کا ہو کہ ثمن اگر بہت قلیل یا کثیر ہو تو بیع جایز نہین ہوتی ہے۔

(۱۲۸) رجل اشتری دارا لابنه الصغیر فاراد اب الشفیع ان یاخذ الشفعة واختلفا مع الشفیع فی الثمن کان القول قول الاب لانه ینکر حق التملیك بما ادعی من الثمن ولا یمین علی الاب لان فائدة الاستحلاف الاقرار ولو اقر الاب بما ادعی الشفیع لا یصح اقراره علی الصغیر

(۱۲۸) ایک شخص نے اپنے نابالغ لڑکے کے لیے مکان خریدا اور دوسرے شخص کا نابالغ لڑکا وہین شفیع ہو اس شفیع کا باپ شفعہ لینا چاہتا ہو اور اون دونون نے شفیع کے ساتھ ثمن مین اختلاف کیا تو باپ کا قول معتبر ہوگا اس لیے کہ وہ اوس ثمن کے بدلے حق تملیک کا منکر ہے جسکا مدعی دعوی کرتا ہو اور باپ کے اوپر قسم نہ لازم ہوگی اس لیے کہ قسم لینے کا فایدہ اقرار ہو اور اگر باپ نے شفیع کے دعوی کا اقرار کیا تو اس نابالغ پر اوسکا اقرار لازم نہوگا۔

(۱۲۹) رجل له دار غصبها منه غاصب والغاصب یجحد ملك المغصوب منه فبیعت دار بجنب هذه الدار والمغصوب منه شفیع الدار المبیعة والمشتری یجحد الشفعة ویجحد ان الدار المغصوبة له قال ابن مقاتل رح یطلب المغصوب منه شفعة الدار المبیعة ثم یخاصم المشتری والغاصب الی القاضی ویقول هذه الرجل اشتری هذه

(۱۲۹) ایک شخص کا مکان کسی نے غصب کر لیا اور غاصب مالک مکان کی ملکیت سے انکار کرتا ہو اگر اس مکان کے پہلو مین کوئی مکان فروخت ہو اور وہ مالک اس فروخت شدہ مکان کا شفیع ہو اور مشتری شفعہ کا انکار کرتا ہو اور کہتا ہو کہ یہ مکان اسکا نہین ہو تو ابن مقاتل کا قول ہو کہ مالک مکان کو اس فروخت شدہ مکان مین شفعہ طلب کرنا چاہیے بعد ازان مشتری اور غاصب سے قاضی کے روبرو اونکو مخاصمت کرنی چاہیے اور یہ کہنا چاہیے کہ اس شخص نے یہ مکان خریدا ہو اور مین نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور میرا شفعہ بذریعہ فلان مکان کے ہو جسکو اس دوسرے

الدار قد طلبت منه الشفعة ولی شفعتها بهذه الدار التی غصبنی هذا الغاصب فان اقام البینة ان الدار المغصوبة له قضی القاضی له بالدار المغصوبة وبالشفعة ایضًا وان لم یکن له بینة حلف الغاصب والمشتری فان نکل الغاصب عن الیمین وحلفه المشتری قضی القاضی له بالدار المغصوبة علی الغاصب ولا یقضی له بالشفعة لان نکول الغاصب یکون حجة علی الغاصب دون المشتری وان حلف الغاصب ونکل المشتری قضی القاضی له بالشفعة ولا یقضی له بالدار المغصوبة لان نکول احدهما یکون حجة علیه دون الاخر۔

شخص نے غصب کر لیا ہے اب اگر یہ مالک مکان اس بات پر گواہ پیش کر دے کہ غصب شدہ مکان اوسیکا مکان ہے تو قاضی اوس شخص کو یہ مکان دلا دے گا اور شفعہ کا بھی حکم دے دیگا اور اگر اوسکے پاس گواہ نہیں ہیں تو غاصب اور مشتری سے حلف لیگا پس اگر غاصب نے حلف سے انکار کیا اور مشتری نے حلف کر لیا تو قاضی وہ مکان غاصب سے مالک مکان کو دلا دیگا لیکن شفعہ کا حکم نہ دے گا اس لیے کہ غاصب کا حلف سے انکار کرنا غاصب کی ذات پر حجت ہو گا مشتری پر حجت نہو گا اور اگر غاصب نے حلف کر لیا مگر مشتری نے اوس سے انکار کیا تو قاضی شفعہ کا حکم دے گا لیکن غاصب سے وہ مکان نہ دلوا ئے گا اس لیے کہ جس نے حلف سے انکار کیا ہے اوس کا انکار اوسی پر حجت ہو گا۔

* * * * * * *

(۱۳۰) واذا توجه القضاء بالشفعة فان القاضی لا یقضی بالشفعة حتی یحضر الشفیع الثمن فان قال الشفیع اقض لی بالشفعة ودعها علی حالها ولا تسلم حتی اتیك بالثمن قال محمد رح لا یجیبه القاضی الی ذلك فان قال الشفیع ان لم اجئ بالثمن الی ثلثة ایام فانا بریٔ من الشفعة فام یجئ بالثمن الی ذلك الوقت ذکرا بن رستم عن محمد رح انه یبطل شفعته لان تسلیم

(۱۳۰) جب قاضی کے نزدیک شفعہ کا حکم دینا لازم ہو جائے تو جسوقت تک شفیع قاضی کے روبرو ثمن لا کر موجود نکر دے اوسوقت تک حکم میں تاخیر کرنی چاہیے اور اگر اس صورت میں شفیع نے قاضی سے یہ بات کہی کہ میرے لیے شفعہ کا حکم دیکر بدستور اسکو چھوڑ دے اور تاوقتیکہ ثمن تیرے روبرو لا کر پیش نکر دوں اوسوقت تک مجھکو مکان نہ دلانا تو امام محمد رح کے نزدیک قاضی اوسکی بات منظور نکرے اور اگر شفیع نے یہ بات کہی کہ اگر میں تین روز تک ثمن حاضر نکروں تو میں شفعہ سے دست بردار ہوں اور پھر تین روز تک اوسنے ثمن لا کر حاضر نکیا تو ابن رستم نے محمد رح سے

الشفعة اسقاط بعض فيصح تعليقه بالشرط وقال بعض المشائخ رح لاتبطل شفعته وهو الصحيح لان الشفعة انما تثبت بطلب المواثبة والاشهاد فتاكدت لاتبطل مالم يسلم بلسانه.

روایت کیا ہی کہ اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ شفعہ کا تسلیم کرنا فقط اوسکا ساقط کردینا ہی پس وہ معلق بالشرط ہوسکتا ہی اور بعض مشائخ نے بیان کیا ہی اوسکا شفعہ باطل نہوگا اور قول صحیح یہی ہی اسلیے کہ شفعہ جسوقت طلب مواثبت اور طلب اشہاد سے ثابت ہوگیا اور پھر اسکو استحکام ہوگیا تو جسوقت تک اپنی زبان سے ترک نکرے اوسوقت تک باطل نہوگا

(۱۳۱) وكذا لو قال المشترى للشفيع هات الدراهم وخذ شفعتك فان امسكته احضار الدراهم فى ثلثة ايام ولم يحضر يبطل شفعته عند محمد رح ولو ان الشفيع احضر الدنانير والثمن دراهم اختلفوا فيه والصحيح انه لاتبطل.

(۱۳۱) اسیطرح اگر مشتری نے شفیع سے یہ بات کہی کہ روپیہ لااور اپنا شفعہ لے اور تین روز تک وہ روپیہ لاسکتا تھا مگر نلایا تو امام محمد رح کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور اگر شفیع نے بجاے روپیہ کے اشرفیاں لاکر دیدین تو اوسمین اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔

+ + + + + + + +

(۱۳۲) الوكيل بشراء الدار اذا كان شفيعا قالوا هو يطلب الشفعة من الموكل وليس هو كمن اشترى لنفسه وهو شفيع فانه لايحتاج الى الطلب قالوا وقيل ايضا ان الوكيل يقوم مقام الموكل فى هذا حتى لايحتاج الى الطلب لايبعد والاول اعجب۔

(۱۳۲) جو شخص ایک مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور وہ اوس مکان مین شفیع بھی ہو تو فقہا کے نزدیک موکل سے اوسکو شفعہ طلب کرنا چاہیے بخلاف اوس شخص کے کہ خود خریدار بھی ہو اور شفیع بھی ہو کہ اوسکو طلب کرنیکی ضرورت ہی نہین ہی اور فقہا کا قول ہی اگر یہ بات کہی جاسکے کہ وکیل کا فعل موکل کے اسمعر مین قائم مقام ہوتا کہ اوسکو بھی طلب کی حاجت نرہے تو کچھ بعید نہین ہی لیکن پہلا قول پسندیدہ ہی۔

(۱۳۳) الوكيل بالشراء اذا اشترى فجاء الشفيع يطلب الشفعة من الوكيل قال بعضهم ان كان الوكيل يسلم الدار الى الموكل لايصح الطلب منه وهكذا روى عن محمد رح ان الوكيل لايبقى خصما بعد التسليم الى الموكل وان كان

(۱۳۳) ایک شخص مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا گیا اور اوسنے مکان خریدا تو شفیع نے آکر وکیل سے شفعہ کا مطالبہ کیا اس صورت مین بعض کا قول یہ ہی کہ اگر وکیل نے وہ مکان موکل کو دیدیا ہی تو شفیع وکیل سے طلب نہین کرسکتا اور امام محمد رح سے اسیطرح مروی ہی اسلیے کہ جب وکیل وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا تو اب اوس سے

الوكيل لم يسلم الى الموكل يصح الطلب منه وهو خصم وقال الشيخ الامام ابو بكر محمد بن الفضل رح والقاضي الامام علي السغدي رح صح الطلب منه سلم او لم يسلم لانه في حكم الحقوق عاقد لنفسه فكان بمنزلة المشتري يكون خصما في طلب الشفعة كانت الدار في يده او لم تكن۔

کچہ دعوی نہین ہوسکتا ہی اور اگر وہ مکان ہنوز وکیل ہی کے قبضہ مین ہی تو اوس سے شفعہ کا مطالبہ ہوسکتا ہی اور شیخ امام ابو بکر محمد بن فضل رح اور قاضی امام سغدی رح کا قول ہی کہ بہر صورت وکیل سے وہ شفیع شفعہ کو طلب کرسکتا ہی خواہ وہ مکان موکل کے قبضہ مین دیچکا ہو یا ہنوز اسی کے پاس ہی اسلیے کہ حقوق کے حکم مین وکیل خود اپنی ذات کیلیے عقد کرنیوالا سمجہا جاتا ہی لہذا مشتری کیطرح بہر صورت اوس سے شفعہ کا دعوی ہوسکتا ہی خواہ مکان وکیل کے قبضہ مین ہو یا نہو۔

(۱۳۴) رجل اشترى دارا بالكوفة بكر حنطة بغير عينه فخاصمه الشفيع الى القاضي بمرو والدار بالكوفة او بمرو وقضى القاضي له بالشفعة ذكر في النوادر انكانت قيمة الكر في الموضعين سواء اعطاه الشفيع الكر حيث قضى له بالشفعة وانكانت القيمة متفاضلة فانكان الكر في الموضع الذي يريد الشفيع ان يعطي اعلى قيمة فذلك الى الشفيع يعطيه حيث شاء وانكان ارخص ورضي المشتري بذلك فكذلك يعطيه الشفيع حيث شاء وان لم يرض المشتري بذلك اعطاه الشفيع في الموضع الذي يكون قيمة الكر فيه مثل قيمته في موضع الشراء۔

(۱۳۴) ایک شخص نے کوفہ مین ایک مکان مثلاً پچاس من گیہون سے بلا تعین فروخت کیا اور شہر مرو مین شفیع نے قاضی کے روبرو اپنا مقدمہ دائر کیا اور وہ مکان کوفہ یا مرو مین ہی اور قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا تو نوادر مین مذکور ہی اگر دونون شہرون مین گیہون کا ایک ہی نرخ ہی تو جس جگہ قاضی نے شفعہ کا حکم دیا ہی اوسی شہر مین شفیع کو اوسقدر گیہون دینا چاہیے اور اگر دونون شہرون مین نرخ متفاوت ہی تو اوسکی دو صورتین ہین جس شہر مین شفیع گیہون دینا چاہتا ہی اگر وہان نرخ کی گرانی ہی تو اوس وقت شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے گیہون ادا کرے اور اگر نرخ کی ارزانی ہی اور مشتری بہی اوسی شہر مین لینے پر راضی ہی تو بہی شفیع کو اختیار ہی کہ جہان چاہے اوسقدر گیہون مشتری کو ادا کرے اور اگر مشتری اس بات سے راضی نہین ہی تو شفیع کو اوس شہر مین گیہون ادا کرنی چاہیین جہان کا نرخ اوس شہر کے نرخ کے مطابق ہے جسمین وہ مکان خریدا گیا ہے۔

(۱۳۵) رجل اشترى ارضا بمائة

(۱۳۵) ایک شخص نے ایک زمین

درهم ورفع منها التراب وباع التراب بمائة درهم ثم جاء الشفيع وطلب الشفعة قال الشيخ الامام ابوبكر محمد بن الفضل رح ياخذ الشفيع الارض بنصف الثمن وهو خمسون درهما يقسم الثمن على قيمة الارض قبل دفع التراب وعلى قيمة التراب المرفوع ثم يطرح عن الشفيع قيمة التراب وقال القاضي الامام على السغدى رح لايطرح عن الشفيع نصف الثمن وانما يطرح عنه بحصة النقصان فلو ان المشترى كبس الارض بعد ما رفع منها التراب فاعادها كما كانت قبل ان يحضر الشفيع ثم حضر الشفيع قال الشيخ الامام ابوبكر رح يقال للمشترى ارفع من الارض بقدر ما احدثت فيها ثم يكون الجواب فيه على ما قلنا۔

اوس زمین مین سے مٹی کھودکر سو روپیہ کو فروخت کر ڈالی اور شفیع نے آکر شفعہ طلب کیا تو شیخ امام ابوبکر محمد بن فضل رح کا قول ہے کہ شفیع نصف ثمن یعنے پچاس روپیہ دیکر لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوسکا ثمن یعنے سو روپیہ سالم زمین کی قیمت اور کھودی ہوی مٹی کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور شفیع سے مٹی کی قیمت کم کردیجائیگی اور قاضی امام علی سغدی رح کا قول ہے کہ شفیع سے نصف ثمن کم نکیا جائیگا بلکہ مٹی کھودنے سے جسقدر زمین کی قیمت مین نقصان آیا ہے اوسیقدر ثمن مین کمی کردیجائیگی اور اگر مشتری نے مٹی کہد ڈالنے کے بعد پھر بھراؤ ڈالکر بدستور سابق شفیع کے آنے سے پہلے اوسکو برابر کردیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو شیخ امام ابوبکر رح کا قول ہے اسوقت مین مشتری سے کہا جائیگا تونے جسقدر مٹی دوبارہ اسمین ڈالی ہے سب اوٹھالی بعد ازان علی اختلاف القولین ثمن مین کمی کردی جائیگی۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۳۶) المشترى اذا تشفع الى الشفيع واستمهله شهرا فامهله ثم رجع الشفيع وطالبه في الحال كان له ذلك۔

(۱۳۶) اگر مشتری نے شفیع سے کہہ سنکر ایک مہینے کی مہلت مانگی اور شفیع نے مہلت دی پھر اوسنے اپنے قول سے رجوع کرکے فی الفور شفعہ کا مطالبہ کیا تو وہ ایسا کرسکتا ہے

(۱۳۷) المشترى مع الشفيع اذا اختلفا في الثمن كان القول قول المشترى مع يمينه وان اقام البينة على ما ادعى يقضى ببينة الشفيع في قول ابيحنيفه رح

(۱۳۷) اگر مشتری اور شفیع کے مابین ثمن مین اختلاف واقع ہو تو حلف لیکر مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر شفیع نے اپنے دعوے پر گواہ سنا دئے تو امام ابوحنیفہ اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے موافق حکم دیا جاسے گا

ومحمد رحمہ وقال ابو یوسف رحمہ البینة بینة المشتری۔

اور ابو یوسف رحمہ کہتے ہین مشتری کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۱۳۸) الشفیع اذا اخذ الدار من البائع کانت عھدته علی البائع وان اخذھا من المشتری کانت عھدته علی المشتری وللشفیع خیار رؤیة وله ان یرد بالعیب وھو بمنزلة المشتری فی ذلك وان کان المشتری اشتری الدار علی ان البائع بری من کل عیب بھا او کان بھا عیب علم المشتری بذلك ورضی کان للشفیع ان لا یرضی بالعیب ویردہ۔

(۱۳۸) اگر شفیع نے مکان کو بائع سے لیا ہے تو بائع اوسکا ذمہ دار ہوگا اور اگر مشتری سے لیا ہے تو مشتری ذمہ دار ہوگا اور شفیع کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور عیب کی وجہ سے بیع کو واپس کرسکتا ہے الحاصل ان امور مین شفیع مشتری کے مانند ہے اور اگر مشتری نے مکان کے خریدنے وقت یہ شرط منظور کرلی ہے کہ اگر اوسمین کچھ عیب ظاہر ہو تو بائع اوس سے دست بردار ہے یا مشتری کو اوس مکان کا عیب معلوم تھا مگر وہ اس عیب سے راضی تھا تو شفیع اس بات کا مجاز ہے کہ اوس عیب پر راضی نہو اور اوس مکان کو واپس کردے۔

(۱۳۹) الشفیع اذا اخذ الدار بالشفعة وبنی فیھا ثم استحقت الدار رجع الشفیع بالثمن علی من اخذ منه الدار ولا یرجع بقیمة البناء علی احد بخلاف المشتری فان المشتری لما یرجع بالثمن علی البائع یرجع بقیمة البناء ایضا۔

(۱۳۹) اگر شفیع نے بذریعہ شفعہ کے ایک مکان لیکر اوسمین کچھ عمارت بنالی بعد ازان اوس مکان مین کسی اور کا حق نکلا تو یہ شفیع اوسی شخص سے ثمن واپس لے سکتا ہے جس سے مکان لیا ہے اور عمارت کی قیمت کسی سے نہین لے سکتا بخلاف مشتری کے کہ مشتری جسوقت بائع سے ثمن لے سکتا ہے عمارت کی قیمت بھی لے سکتا ہے۔

(۱۴۰) الشفیع اذا وکل رجلا باخذ الشفعة جاز توکیله فان قال المشتری بعد ما اثبت الوکیل الشفعة انا ارید یمین الشفیع انه لم یسلم یقال له سلم الدار الی الوکیل واتبع الموکل وحلفه وھو کالوکیل بقبض

(۱۴۰) اگر شفیع کسی شخص کو شفعہ لینے کے لیے وکیل کرے تو کرسکتا ہے اور جب کہ وکیل نے شفعہ کو ثابت کردیا اوسکے بعد مشتری نے کہا کہ مین شفیع سے اسبات پر حلف لینا چاہتا ہون کہ اوسنے شفعہ کو ترک نہین کیا تو اس مشتری سے کہا جائیگا کہ یہ مکان وکیل کو دیکر پھر موکل سے نزاع کرے اور اوس سے حلف لے اور اس وکیل کو اوس شخص کا

الدين اذا ادعى المدعي المديون ان الموكل ابرأه عن الدين فانه يومر بدفع الدين الى الوكيل ويقال له اتبع الموكل وحلفه على ما يدعى

(١٤١) رجل اشترى دارا بالجياد ونقد الزيوف فتجوز به البائع فان الشفيع ياخذ بالجياد لانه اشتراها بالجياد

(١٤٢) رجل اشترى ارضا بمائة درهم وقبضها فحضر الشفيع وطلب الشفعة وسلمها اليه المشتري بمائة درهم ثم ان المشتري نقد الثمن للبائع فوهب له البائع منها خمسة بعد ما اخذ المائة فعلم الشفيع بالهبة ليس له ان يسترد شيئا من المشتري من الثمن ولو ان البائع وهب من المشتري خمسة من الثمن قبل قبض الثمن والمسئلة بحالها كان للشفيع ان يسترد من المشتري ما وهب له من البائع لان هبة شيء من الثمن قبل قبض الثمن حط والحط يلتحق باصل العقد فكان للشفيع ان يسترد من المشتري قدر ما حط عنه البائع اما بعد قبض الثمن هبة البعض ليس بحط بل هو تمليك مبتدأ كانه وهب له مالا اخر

حکم ہے جو دین کے وصول کرنے کو وکیل کیا جائے اور قرضدار اسبات کا دعوی کرے کہ اوسکے موکل یعنے قرض خواہ نے مجکو قرض چھوڑ دیا ہے تو اس قرضدار سے کہا جائے گا کہ جو کچھ قرض ہے اس وکیل کو دیدے بعد ازان موکل سے نزاع کر اور اسکے دعوی اوس سے حلف لے۔

(١٤١) ایک شخص نے کھرے روپیوں سے ایک مکان خریدا مگر ادا کرتے وقت بائع کو ناقص روپیہ دیئے اور بائع نے انکو منظور کر لیا تو شفیع اس مکان کو ناقص روپیہ سے نہین لے سکتا بلکہ اوسکو کھرے روپیہ دینا پڑینگے اس لیے کہ وہ مکان کھرے روپیون سے خریدا گیا ہے۔

(١٤٢) ایک شخص نے سو روپیہ کو ایک زمین خریدی اور اوسپر اپنا قبضہ کر لیا اب شفیع نے حاضر ہو کر شفعہ طلب کیا مشتری نے شفیع سے سو روپیہ لیکر وہ زمین شفیع کو دیدی بعد ازان مشتری نے بائع کو ثمن ادا کیا مگر بائع نے سو روپیہ وصول پاکر پانچ روپیہ اس مشتری کو ہبہ کر دئے اور شفیع کو اس ہبہ کا علم ہوا تو یہ شفیع مشتری سے کچھ واپس نہین لے سکتا ہے اور اگر اس صورت مین بائع نے قبل از وصول ثمن پانچ روپیہ مشتری کو ہبہ کر دئے تو شفیع بھی مشتری سے یہ پانچ روپیہ واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ قبل از وصول ثمن مین سے کچھ ہبہ کر دینا فی الحقیقت ثمن مین کمی کر دینا ہے اور ثمن کی کمی اصل عقد مین داخل ہو جاتی ہے لہذا شفیع بھی مشتری سے اوسیقدر کمی واپس لے سکتا ہے اور بعد از وصول ثمن کچھ ثمن کا ہبہ کر دینا حقیقت مین ثمن کا کم کر دینا نہین ہے بلکہ وہ خود ایک تملیک اور گویا دوسرا مال کا ہبہ کر دینا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۴۳) الوكيل بالبيع اذا باع الدار بالف ثم ان الوكيل حط عن المشترى مائة من الثمن صح ويضمن قدر المحطوط للآمر ويبرئ المشترى عن المائة ويأخذ الشفيع الدار بجميع الثمن لان حط الوكيل لا يلتحق باصل العقد۔

(۱۴۳) ایک شخص کو مکان فروخت کرنیکے لیے وکیل کیا اور ہزار روپیہ کو وہ مکان اوسنے فروخت کیا بعد ازان وکیل نے سو روپیہ مشتری کی خاطر سے کم کر دئے اوسکا یہ کم کرنا صحیح ہی اور یہ سو روپیہ موکل کے وکیل کو دنیا لازم ہونگی اور مشتری ان سو روپیہ سے بری ہو جائیگا اور شفیع پورا ثمن دیکر اس مکان کو لے سکیگا اس لیے کہ وکیل کا کم کر دنیا اصل عقد مین معتبر نہوگا۔

(۱۴۴) رجل اشترى نصفا شائعا من دار او جزءا شائعا منها ثم ان المشترى قاسم البائع وحضر الشفيع فان كانت القسمة بقضاء القاضى فان الشفيع يأخذ من المشترى ما صار له بعد القسمة وليس له ان يبطل القسمة رواية واحدة وان كانت القسمة بغير قضاء هل له ان يبطل القسمة فيه روايتان والصحيح انه لا يبطل وله ان يأخذ بالشفعة ما صار للمشترى۔

(۱۴۴) ایک شخص نے ایک مکان کا نصف غیر معین یا ایک جزو غیر معین خریدا پھر مشتری نے بائع سے اوس حصہ کو تقسیم کر لیا بعد ازان شفیع حاضر ہوا تو یہ تقسیم اگر بحکم قاضی ہوی ہی تب تو بالاتفاق وہ شفیع اس تقسیم کو باطل نہین کر سکتا بلکہ اوسی معین حصہ کو لے سکتا ہی جو مشتری کے حصہ مین آیا ہی اور اگر یہ تقسیم بحکم قاضی نہین تھی تو اب اسبات مین اختلاف ہی کہ اوس تقسیم کو شفیع باطل کر سکتا ہی یا نہین مگر صحیح یہ ہی کہ باطل نہین کر سکتا اور اوسی جزو کو لے سکتا ہی جو بعد تقسیم کے مشتری کے حصہ مین آیا ہی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۴۵) ولو ان رجلين اشتريا دارا هما شفيعان ولهما شفيع ثالث ايضا فاقتسم المشتريان ثم حضر الشفيع الثالث كان له ان يبطل القسمة كانت القسمة بقضاء او بغير قضاء۔

(۱۴۵) اگر دو شخصون نے ایک مکان خریدا جسمین یہ دونون بھی شفیع ہین اور ایک تیسرا شخص بھی اوس مین شفیع ہے آن دونون نے وہ مکان باہم تقسیم کر لیا بعد ازان تیسرا شفیع حاضر ہوا تو وہ اس تقسیم کو باطل کر سکتا ہے خواہ یہ تقسیم بحکم قاضی ہو یا بلا حکم قاضی

(۱۴۶) رجل اشتری دارا وبها شفیعان احدهما غائب فطلب الحاضر الشفعة نقضی له القاضی ثم جاء الشفیع الثانی فان الثانی یطلب الشفعة من الشفیع الحاضر الذی قضی له القاضی لا من المشتری لان الشفیع الاول قام مقام المشتری هذا اذا طلب الشفیع الحاضر جمیع الدار بالشفعة فان طلب النصف علی ظن انه لا یستحق الا النصف بطلت شفعته۔

(۱۴۶) ایک شخص نے ایک مکان خریدا جسمین دو شخص شفیع ہین مگر ایک شفیع حاضر اور ایک غیر حاضر ہے اس حاضر نے شفعہ طلب کیا اور قاضی نے بھی اسکے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان شفیع دوم حاضر ہوا تو اس شفیع دوم کو مشتری سے طلب شفعہ نکرنا چاہیے بلکہ شفیع اول سے شفعہ طلب کرنا چاہیے جسکے لیے قاضی نے شفعہ کا حکم دیدیا ہے اسلیے کہ اب شفیع اول مشتری کے قائم مقام ہوگیا مگر یہ اوسوقت ہے کہ شفیع اول تمام مکان مین طلب شفعہ کرے اور اگر اس گمان سے کہ میرا فقط نصف مکان مین حق ہے نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۴۷) وکذا لوکان حاضرین فطلب کل واحد منهما الشفعة فی النصف بطلت شفعتهما لان کل واحد منهما لما لم یطلب الکل بطلت شفعته فی النصف الذی لم یطلب واذا بطلت شفعته فی النصف یبطل فی الکل

(۱۴۷) اسیطرح اگر ایک مکان فروخت ہوا جسمین دو شخص شفیع ہین اور دونون حاضر ہین اور ہر ایک نے نصف نصف مکان مین شفعہ طلب کیا تو دونون کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب ہر ایک نے پورے مکان مین شفعہ طلب نہ کیا تو اوس نصف باقی مین اُسکا شفعہ باطل ہوگیا اور جب نصف مین باطل ہوا تو کل مین باطل ہو جائیگا

(۱۴۸) رجل باع دارا وهی فی اجارة رجل والمستاجر شفیعها جاز البیع فی حق البائع والمشتری یتوقف فی حق المستاجر فان اجاز المستاجر البیع نفذ البیع لزوال ما یوجب التوقف ویکون للمستاجر ان یاخذ الدار بالشفعة

(۱۴۸) ایک شخص نے اپنا ایک مکان جسمین کرایہ دار رہتا تھا فروخت کیا اور وہ کرایدار خود اوسمین شفیع تھا تو بائع اور مشتری کے حق مین یہ بیع جائز ہو گی مگر کرایدار کے حق مین اجازت پر موقوف رہیگی اگر کرایدار نے بیع کی اجازت دیدی تو نافذ ہو جائیگی اسلیے کہ توقف کا سبب زائل ہو گیا اور یہ کرایدار اس مکان کو شفعہ سے لے سکتا ہے۔

(۱۴۹) وهو بخلاف ما لو باع دارا علی ان یکفل فلان بالثمن او بالدرك

(۱۴۹) اگر ایک مکان باین شرط فروخت کیا کہ فلان شخص اُسکے ثمن یا اور کسی قسم کے نقصان کا کفیل ہو اور وہی شخص اوس

وفلان شفیع الدار فکفل الشفیع بطلت شفعته لان الکفالة اذا شرطت فی البیع کان تمام البیع بالکفالة فیصیر الکفیل بمنزلة البائع اما ههنا البیع کان تاما جائزا بین البائع والمشتری فلا یصیر المستاجر بالاجارة بمنزلة البائع فلا یبطل شفعته۔

ہو کا مین شفیع ہو اگر اس شخص نے کفالت کو منظور کر لیا تو اسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر کفالت کی شرط لگائی گئی تو بیع کا تام ہونا کفالت پر منحصر رہا اور یہ کفیل بمنزلہ بائع کے ہو جائیگا بخلاف صورت مذکورہ بالا کے کہ وہان بائع اور مشتری کے مابین بیع جائز ہو گئی ہے اور وہ کرایدار بمنزلہ بائع کے نہین ہے لہذا اوس کا شفعہ باطل نہو گا۔

* * * * * *

(۱۵۰) ولو ان المستاجر لم یجز البیع ولکنه طلب الشفعة کان طلب الشفعة فسخا للاجارة۔

(۱۵۰) اگر صورت مذکورہ بالا مین کرایدار نے بیع کی اجازت نہ دی لیکن شفعہ کو طلب کیا تو شفعہ طلب کرنے کی وجہ سے اوسکا کرایہ نامہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۵۱) رجل اشتری دارا فحضر الشفیع واراد ان یاخذ الدار فقال المشتری احدثت فیها هذا البناء وقال الشفیع لا بل اشتریتها مبنیة کما هی کان القول قول المشتری وان اقاما البینة کانت بینة الشفیع اولی۔

(۱۵۱) ایک شخص نے ایک مکان خریدا اور شفیع نے آکر اوس مکان کو لینا چاہا تو مشتری نے کہا یہ عمارت میری بنائی ہوئی ہے اور شفیع نے کہا یہ بات نہین ہے بلکہ تو نے اسیطرح اسکو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونون نے گواہ سنا دیے تو شفیع کے گواہون کو ترجیح ہو گی۔

* * * * * *

* * * * * *

(۱۵۲) وکذا لو اشتری ارضا فحضر الشفیع فاراد ان یاخذ الدار وفیها اشجار واختلفا علی هذا الوجه وانما یکون القول قول المشتری اذا لم یکن مکذبا ظاهرا فان کان مکذبا ظاهرا بان قال احدثت فیها الاشجار الان لا یقبل قول المشتری وان قال اشتریت

(۱۵۲) اسیطرح اگر ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور شفیع نے آکر جسوقت اوسکا لینا چاہا تو اوس زمین مین درخت موجود تھے اور ان درختون کی نسبت مشتری نے کہا یہ درخت مین نے لگائے ہین اور شفیع نے کہا یہ بات غلط ہے بلکہ جسوقت تو نے زمین کو خریدا ہے یہ درخت اوسمین موجود تھے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا بشرطیکہ ظاہرین صورت نہ معلوم ہوتا ہو اور اگر ظاہرین صورت معلوم ہوتا ہو مثلاً اوس نے یہ بات کہی کہ اسیوقت مین نے

منذ عشرين يوما واحدثت فيها الاشجار قبل قوله اذا بين وقتا لايكذب به الظاهر۔

یہ درخت لگائے ہیں تو مشتری کا یہ قول معتبر ہوگا اور اگر یہ کہا کہ اس زمین کو خریدے ہوئے مجھکو بیس روز ہوئے ہیں اور اس وقت زمین میں درخت نہ تھے بلکہ میں نے یہ درخت لگائے ہیں تو اسکا یہ قول معتبر ہوگا بشرطیکہ درخت لگانے کی اسقدر قلیل مدت بیان کی ہے جس سے اسکا قول صریح کذب نہ ہو۔

(۱۵۳) وان قال المشتري اشتريت البناء بخمسمائة درهم ثم اشتريت الارض بعد ذلك او قال اشتريت الارض بدون البناء اولا ثم اشتريت البناء بعقد آخر فلا شفعة لك في البناء لانه نقلي صار مقصودا وقال الشفيع لا بل اشتريتهما معا في صفقة واحدة في القياس يكون القول قول المشتري وفي الاستحسان يكون القول قول الشفيع لان المشتري ينكر الشفعة في البناء لتفرق الصفقة بعد قيام سبب الشفعة ظاهرا فلا يقبل قول المشتري ولو قال المشتري وهب لي البناء اولا ثم اشتريت الارض كان القول قول المشتري و ياخذ الشفيع الارض بدون البناء۔

(۱۵۳) اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً میں نے اس مکان کی عمارت پانسو روپیہ کو خرید کر بعد ازاں اوسکی زمین خریدی ہے یا یہ بات کہی کہ اولاً میں نے اسکی فقط زمین اور اوسکے بعد اسکی عمارت دوسری بیع سے خریدی ہے اس لیے عمارت کے اندر تیرا شفعہ نہیں ہے اسلیے کہ وہ منقولات میں سے ہے اور یہان پر بیع سے مقصود بالذات ہے اور شفیع نے اسکے جواب میں کہا یہ بات غلط ہے بلکہ تو نے ان دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں خریدا ہے قیاس چاہتا ہے اس صورت میں مشتری کا قول معتبر ہو مگر استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اسواسطے کہ مشتری ظاہر کے خلاف جدا جدا بیع بیان کرکے عمارت میں شفعہ کا منکر ہے اور ظاہر میں شفعہ کا سبب موجود ہے لہذا مشتری کا قول معتبر نہوگا اور اگر مشتری نے یہ بات کہی کہ اولاً بذریعہ ہبہ کے یہ عمارت مجھکو ملی ہے بعد ازاں اوسکی زمین کو میں نے خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور یہ شفیع زمین کو بغیر عمارت کے لے سکیگا۔

(۱۵۴) وكذا لو قال اشتريت النصف ثم النصف وقال الجار وهو الشفيع اشتريت الكل بعقد واحد كان القول قول الشفيع استحسانا وان اقاما البينة كانت البينة بينة المشتري في قول ابي يوسف رحمه الله لانه هو المحتاج

(۱۵۴) اسیطرح اگر مشتری نے کہا کہ اول میں نے نصف مکان خریدا ہے اور نصف مکان دوسرے مرتبہ خریدا ہے اور ہمسایہ نے جو اس مکان کے اندر شفیع تھا یہ بات کہی تو نے کل مکان ایک بیع سے خریدا ہے تو استحسانا شفیع کا قول معتبر ہوگا اور اگر دونوں نے گواہ سنا دیے تو ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اس لیے کہ گواہوں کی ضرورت فقط مشتری کو ہے

الی البینة وعلی قول محمد رح البینة بینة الشفیع فان ادعی المشتری انه اشتری الکل مما بعقد واحد وادعی الشفیع انه اشتراه متفرقا کان القول قول المشتری۔

اور محمد رح کے نزدیک شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر مشتری نے اسبات کا دعوی کیا کہ مین نے تمامًا ایک ہی مرتبہ کل مکان کو خریدا ہی اور شفیع نے دعوی کیا کہ تو نے دو مرتبہ کر کے اوس مکان کو خریدا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہو گا۔

(۱۵۵) وان قال المشتری وهب لی هذا البیت من الدار بطریقه الی باب الدار ثم باعنی ما بقی من الدار بالف درهم وقال الشفیع بل اشتریت کل الدار بالف درهم کان القول قول المشتری فی البیت فیاخذ الشفیع کل الدار ان شاء غیر البیت وطریقه بالف فان جحد البائع هبة البیت کان القول قوله مع یمینه وان صدق البائع المشتری فیما قال کان البیت للموهوب له ولا یصدقان علی ابطال الشفعة فی الدار لان شرکة المشتری قبل شری الدار لا تظهر فی حق الشفیع بقولهما الا ان یقیم البینة علی الهبة قبل شراء الدار فیصیر المشتری شریکا فی الدار فیقدم علی الجار۔

(۱۵۵) اگر مشتری یہ بات کہتا ہو کہ اولا اس احاطہ کا ایک کمرہ مع اوسکے راستہ جو احاطہ کے دروازے مین سے ہو بذریعہ ہبہ کے مجکو ملا ہے پھر باقی احاطہ ہزار روپیہ کو مین نے خریدا ہے اور شفیع کہتا ہے یہ بات غلط ہو بلکہ تو نے کل احاطہ ہزار روپیہ کو خریدا ہو تو اس کمرہ کے بارے مین مشتری کا قول معتبر ہو گا اور شفیع کو اگر منظور ہو گا تو اوس کمرہ اور اوسکے راستہ کے علاوہ کل احاطہ کو ہزار روپیہ سے لے سکیگا اور اگر اس صورت مین اصل مالک یعنے بائع یہ بات کہے کہ یہ کمرہ مین نے ہبہ نہین کیا تو حلف لیکر اس بائع کا قول معتبر ہو گا اور اگر بائع نے مشتری کے قول کے تصدیق کی تو وہ کمرہ بذریعہ ہبہ کے مشتری کو ملجائیگا مگر اوس احاطہ مین بطلان شفعہ کے بابت ان دونون کی تصدیق نکیجاویگی اس لیے کہ شفیع کے حق مین بائع اور مشتری کے کہنے سے قبل از خرید احاطہ مشتری کے شرکت احاطہ مین ظاہر نہو گی مگر جس صورت مین کہ یہ مشتری قبل از خرید احاطہ ہبہ ہو جانے پر گواہ سنا دے تو اوس وقت مین یہ مشتری احاطہ مین شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہو گا۔

(۱۵۶) رجل اشتری دارا فادعی الشفیع ان المشتری هدم طائفة من الدار وکذبه المشتری کان

(۱۵۶) ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اس بات کا دعوی کیا کہ مشتری نے مکان کا کچھ حصہ گرا دیا ہو اور مشتری نے اس بات سے انکار کیا تو مشتری کا قول معتبر ہو گا اور اگر دونون نے

القول قول المشتري والبينة بينة الشفيع وان لم يوقت شهود صاحب الشفعة يقضي بالبيت بينهما نصفين لاستوائهما في الحجة ويقضي ببقية الدار للذي اقام البينة على شراء كل الدار ولا شفعة لاحدهما على الاخر لانه لم يثبت سبق شراء احدهما۔

گواہ پیش کیے تو شفیع کے گواہ معتبر ہونگے اور اگر صاحب شفعہ کے گواہوں نے وقت کی تعین نہین کی تو نصف نصف مکان اونکو دیا جائیگا اسلیے کہ حجت مین دونون برابر ہین اور باقی مکان اوس شخص کو دیا جائیگا جسنے کل مکان خریدنے پر گواہ پیش کیے ہین اور ایک کا شفعہ دوسرے پر نہوسکیگا اسلیے کہ ایک کے خریدنے کو دوسرے پر تقدم ثابت نہین ہوا۔

+ + + + +

۱۵۷، ولو اختصما في الدارين المتلازقين فاقام احدهما البينة انه اشترى هذه الدار بالف منذ شهر واقام الاخر البينة انه اشترى هذه الدار الاخرى منذ شهرين يقضي للثاني بشرى الدار الاخرى منذ شهرين كما شهد شهوده ويقضي له ايضا بالشفعة في الدار الاخرى لان جواره سبق على بيع الدار الثانية ولو لم يوقت شهوده يقضي لكل واحد منهما بداره ولا شفعة لواحد منهما وجعل كان البيعين كانا معا ولو وقت احدهما ولم يوقت الاخر يقضي لصاحب الوقت بالشفعة على الاخر۔

۱۵۷، اگر دو شخص دو ملے ہوے مکانون مین مخاصمت کرتے ہین اور ایک نے اسبات پر گواہ پیش کیے کہ مجکو ایک مہینہ گذرا جو مین نے اس مکان کو ہزار روپیے خریدا ہے اور دوسرے نے اسبات کے گواہ پیش کیے کہ دو مہینے گذرے جو مین نے اس دوسرے مکان کو خریدا ہو تو دوسرے کے گواہون کے موافق دو مہینے سے دوسرے مکان کے خریدنے کا حکم دیا جائیگا اور اوس کے لیے اوس مکان مین شفعہ کا حکم دیا جائیگا اس لیے کہ دوسرے مکان کے بیع سے پہلے اوسکو حق جوار ثابت ہو اور اگر اونکے گواہوں نے وقت کی تعین نہین کی تو ہر ایک کو اپنا اپنا مکان دلادیا جائیگا اور کوئی کسیکا شفیع نہوگا اور ایسا سمجہا جائیگا کہ گویا دونو بیع ایک ہی وقت مین ہوئی ہین اور اگر ایک نے وقت کی تعین کی اور دوسرے نے نہ کی تو تعین کرنیوالا دوسرے کا شفیع ہو جائیگا۔

فصل فيما للشفيع ان ياخذ البعض اولا ياخذ

اسبات کا بیان کہ شفیع مکان کا ایک حصہ لے سکتا ہے یا نہین

(۱۵۸) رجل اشتری ارضا فاجرها من الجار بالشراء اودفعها مزارعة او کان فیها نخل فدفع النخیل معاملة اوساومه الجار بعد ما علم الجار بالشراء بطلت شفعة الجار لان اقدامه علی هذه التصرفات بعد العلم بها رضًا منه بقرار ملك المشتری فیبطل شفعته

(۱۵۸) ایک شخص نے ایک زمین خریدی اور جار کو زمین کرایہ پر اوٹھا دی یا کاشت کے لیے وہ زمین کسی کو دیدی یا اوسکے اندر درخت تھے اور معاملہ کے طور پر پرورش کے لیے وہ درخت کسیکو دیدیے یا جار نے مشتری سے اوسکی قیمت ٹھیرائی اور اوسکو معلوم تھا کہ یہ زمین فروخت ہو گئی ہے تو اس جار کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ باوجود علم بالشرا کے شفیع کو ان تصرفات پر اقدام کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ مشتری کی ملکیت ثابت ہونے سے وہ راضی ہے لہذا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۵۹) ولو اشتری نخلا لیقطع ثم اشتری الارض بعد ذلك قال لا شفعة للشفیع فی النخیل لانه نقلی وکذا لو اشتری الثمر لیجزها والبناء لیهدمه ثم اشتری الارض بعد ذلك کان للشفیع الشفعة فی الارض خاصة۔

(۱۵۹) اگر ایک باغ کاٹنے کی غرض سے خرید ابعد ازان اوس باغ کی زمین کو بھی خرید لیا تو امام صاحب رح کے نزدیک ان درختون مین شفیع کا شفعہ نہو گا اسلیے کہ وہ منقولات مین داخل ہین اسیطرح اگر درختون کو پھل توڑنے کی غرض سے یا عمارت کو ڈھانے کی غرض سے خرید کر بعد ازان اوسکی زمین کو بھی خرید لیا تو شفیع کا فقط زمین مین شفعہ ہو گا۔

(۱۶۰) ولو اشتری قریة فیها بیوت واشجار ونخل ثم انه باع الاشجار والبناء فقطع المشتری بعض الاشجار وهدم بعض البناء ثم حضر الشفیع کان له الارض وما لم یقطعه من الاشجار وما لم یهدمه من البناء ولیس له ان یاخذ ما قطع ویطرح عن الشفیع حصة ما قطع من الشجر وما هدمه من البناء لانه صار مقصودا فاخذ قسطا من الثمن۔

(۱۶۰) ایک شخص نے ایک گانون خرید اجسمین بہت سے گھر اور درخت اور باغات ہین بعد ازان اوس شخص نے درختون اور عمارات کو فروخت کیا اور ہنوز مشتری نے تھوڑے سے درخت اور تھوڑے سے مکانات گرا لیے تھے کہ اس گانون مین شفیع پیدا ہو گیا تو اس شفیع کو اسوقت مین صرف گانون کی زمین اور وہ درخت اور مکانات مل سکتے ہین جنکو ہنوز مشتری ثانی نے نہین گرایا ہے اور جنکو گرا لیا ہے وہ نہین مل سکتی بلکہ اون گرے ہوون کی قیمت لگا کر شفیع کے لیے ثمن کم کر دیا جائیگا اسلیے کہ بیع ثانی مین درخت اور مکانات مقصود بالذات ہین لہذا ثمن اون پر تقسیم کیا جائیگا

(۱۶۱) رجل اشتری نهرا باصله ولرجل ارض فی اعلی النهر بجنبه

(۱۶۱) ایک شخص نے نہر کو بالکل خرید لیا اور نہر کے کنارے پر شروع مین ایک شخص کے زمین ہو اور ایک شخص کی زمین

ولآخر ارض في اسفل النهر الى جنبه فلهما الشفعة جميعا في اصل النهر من اعلاه الى اسفله وكذا القناة والبير والعين لانها من العقارات وتستحق بالشفعة وكذا القناة مفتحها في ارض وظهرماؤها في ارض اخرى فجيران القناة من مفتحها الى مصبها شركاء في الشفعة۔

اس نہر کے اخیر میں ہو تو یہ دونون زمیندار اول سے اخیر تک اس نہر مین شفیع ہین اور نہر اور کنوان اور چشمہ کا بھی یہی حکم ہے اسلیے کہ یہ سب عقارات مین داخل ہین لہذا سب مین شفعہ ہو سکتا ہی اسیطرح وہ نہر جسمین ایک زمین سے پانی آتا ہو اور دوسری زمین مین جاتا ہے تو اس نہر کے پاس رہنے والے لوگ اول سے اخیر تک اس نہر مین شفعہ کے اندر شریک ہین۔

(۱۶۳) رجل له نصيب في نهر فهو احق بالشفعة ممن يجري النهر في ارضه لان الذي يجري النهر في ارضه جار وصاحب النصيب في النهر شريك في المبيع فكان مقدما على الجار۔

(۱۶۲) ایک شخص ایک نہر مین حصہ دار ہے اور ایک شخص کی زمین مین نہر چلتی ہو تو یہ حصہ دار زمین والے پر نہر کے شفعہ مین مقدم ہوگا اسواسطے کہ جسکی زمین مین نہر چلتی ہو وہ اوس نہر کا جار ہی اور یہ حصہ دار نہر مین شریک ہی لہذا اوسکو جار پر تقدم ہوگا۔

(۱۶۴) رجل له ارض كثيرة المؤن والخراج لا يشتريها احد فباعها من انسان مع دار له قيمتها الف وخمسمائة بالف وخمسمائة وللدار شفيع ان يأخذ الدار بالشفعة ولا يأخذ الارض قالوا ان كانت الارض بحال يشتريها احد من اصحاب السلطان قسم الثمن وهو الف وخمسمائة على الدار وعلى قيمة الارض وهي القدر الذي يشتريها احد من اصحاب السلطان فيأخذ الشفيع الدار بذلك ان رضي به

(۱۶۳) ایک شخص کے پاس ایک زمین ہی جسمین اوسکو محنت بہی زیادہ کرنی پڑتی ہو اور محصول بھی زیادہ دینا پڑتا ہو اسوجہ سے کوئی شخص اوسکا خریدار نہین اسواسطے اس زمیندار نے اوس زمین کے ساتھ ایک مکان شامل کرکے جسکی قیمت ڈیڑہ ہزار ہی ڈیڑہ ہزار سے فروخت کیا اور اس مکان مین ایک شخص شفیع ہے سوال یہ ہو کہ یہ شفیع اوس زمین کو چھوڑ کر صرف مکان کو لے سکتا ہی یا نہین فقہا کہتے ہین اگر یہ زمین ایسی ہو کہ ارکین سلطنت مین سے کوئی شخص اوسکا خریدار ہو سکتا ہی تو یہ ڈیڑہ ہزار اوس مکان پر اور زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اور زمین کی وہ قیمت فرض کی جائیگی کہ ارکین سلطنت مین سے کوئی اوس قیمت سے خرید سکے اور جسقدر قیمت مکان کی

المشتری وان كانت الارض بحال لا يشتريها احد من اصحاب السلطان ولكنه ينتفع بها ينظر الى قيمة الارض فی اخر الوقت الذی ذهبت رغبة الناس عنها ثم ينقسم الثمن على ذلك لانه اذا لم يكن لها قيمة فی الحال يعتبر قيمتها فی اخر الوقت الذی كانت متقومة وذهبت رغبة الناس عنها۔

حصہ مین پڑیگی وہی قیمت دیکر شفیع اوس مکان کو لے سکتا ہے بشرطیکہ مشتری بھی راضی ہو جائے اور اگر ایسی زمین ہے کہ اراکین سلطنت مین سے کوئی اوسکو نہین خرید سکتا لیکن اوس زمین سے نفع اوٹھا سکتے ہین تو دیکھا جائیگا کہ اخیر وقت مین جب سے لوگون کی رغبت اوسکی خریداری سے جاتی رہی ہے اوسکی کیا قیمت تھی پھر وہ ثمن اوس مکان اور اس قیمت پر تقسیم کیا جائیگا اسواسطے کہ فی الحال زمین کی کچھ قیمت نہین ہے تو اخیر وقت کی قیمت لگائی جائیگی یعنے جب سے لوگونکی خریداری جاتی رہی ہے۔

(۱۶۴) رجل اشترى دارين فی موضعين مختلفين احدهما بالشام والاخرى بالعراق فی صفقة واحدة فان كان الشفيع شفيعا للدارين جميعا فانه يأخذ الدارين وليس له ان يأخذ احد الدارين۔

(۱۶۴) ایک شخص نے دو مکان دو مختلف شہرونمین ایک ہی بیع سے خریدے مثلاً ایک مکان شام مین اور دوسرا عراق مین اور ایک شخص ان دونون مکانون مین شفیع ہے تو وہ دونون مکانون کو سعًا لے سکتا ہے اگر صرف ایک مکان لینا چاہے تو نہین لے سکتا۔

\+ \+ \+ \+ \+

(۱۶۵) وان اشترى الدارين فی صفقتين فاراد الشفيع ان يأخذ احدى الدارين كان له ذلك وان كان هو شفيعا للدارين جميعا۔

(۱۶۵) اگر ایک شخص نے دو شہرون کے دو مکان دو بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہے تو لے سکتا ہے اگرچہ دونون مکانون مین وہ شفیع ہو۔

(۱۶۶) رجل اشترى خمس منازل من رجل واحد فی سكة غير نافذة بصفقة واحدة فاراد الشفيع ان يأخذ منزلا واحدا قالوا ان طلب الشفعة بحكم الشركة فی الطريق لا يأخذ البعض لانه تفريق للصفقة من غير ضرورة وان اراد الشفعة بحكم الجوار وجواره

(۱۶۶) ایک شخص نے کسی سے پانچ مکان کوچہ سربستہ مین ایک بیع سے خریدے اور شفیع صرف ایک مکان لینا چاہتا ہے تو دیکھا جائیگا کہ یہ شفیع شرکت راستہ کی وجہ سے شفعہ کرتا ہے یا فقط اس ایک مکان کا ہمسایہ ہے۔ دوسری صورت مین ایک مکان کو لے سکتا ہے پہلی صورت مین نہین لے سکتا اسواسطے کہ بلا ضرورت ایک بیع کی تفریق لازم آتی ہے اور اگر اصل جو شخص کوئی زمین دو جگہ یا دو بارہ یا دو مکان مختلف واقع

في هذا المنزل الذي يريد اخذه لا غير كان له ذلك فالحاصل انه اذا اشترى عقارا في موضعين او بستانين او دارين في مواضع متفرقة فان كانت الصفقة متفرقة بان اشترى كل دار بصفقة على حدة والشفيع شفيع لهما بدارين له او بدار واحدة فاراد ان ياخذ بالشفعة احدهما كان له ذلك وان اشتريهما في صفقة واحدة فان كان الشفيع شفيعا لهما جميعا ليس له ان ياخذ بالشفعة احدهما ولكن ياخذهما او يدع۔

وان كان الشفيع شفيعا لاحدهما والصفقة واحدة اختلف الروايات فيه عن ابي حنيفة رح في اخر الروايات عنه وهو قول ابي يوسف ومحمد رح فانه ياخذ التي هو شفيعها خاصة وهو كما لو اشترى دارا وعبدا بصفقة واحدة فان الشفيع ياخذ الدار بالشفعة دون العبد۔

مین خریدی اور بیع بھی علاحدہ علاحدہ ہو کہ ہر مکان کو علاحدہ بیع سے خریدے اور شفیع بذریعہ ایک مکان یا دو مکانوں کے اونمین شفعہ کرے اور فقط ایک مکان کا لینا چاہے تو لے سکتا ہے اور اگر اون دونون کو ایک بیع سے خریدا ہے تو اسکی دو صورتین ہین اگر شفیع ان دونون کے اندر شفیع ہے تب تو بذریعہ شفعہ کے ایک کو نہین لے سکتا بلکہ اوسکو اختیار ہوگا کہ دونون کو لے لے یا دونون کو چھوڑ دے اور اگر فقط ایک مکان مین شفیع ہے اور بیع ایک ہی ہوی ہے تو ابو حنیفہ رح سے اس صورت مین مختلف قول مروی ہین - مگر اخیر روایت اور نیز ابو یوسف اور محمد رح کا قول یہ ہے کہ جس مکان مین وہ شفیع ہے فقط اوسکو لے سکتا ہے جسطرح کوئی شخص ایک غلام اور ایک مکان کو معًا ایک بیع سے خریدے تو شفیع صرف مکان بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے غلام کو نہین لے سکتا۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۱۶۷) هذا اذا كان الشفيع شفيعا لاحدهما فان كان شفيعا لهما جميعا والصفقة واحدة فانه ياخذهما او يدع۔

(۱۶۷) صورت مذکورہ بالا مین یہ تفصیل اسوقت ہے کہ شفیع صرف ایک مکان مین شفیع ہو اور اگر دونون مین معًا شفیع ہو اور بیع ایک ہی ہوئی تو شفیع کو اختیار ہے کہ دونون کو لے لے یا بالکل دونون کو چھوڑ دے ۔

(۱۶۸) رجلان باعا دارا مشتركة بينهما

(۱۶۸) دو شخصون نے ایک مکان مشترک ایک شخص کے ہاتھ

من رجل لم يكن للشفيع ان يأخذ البعض وان كان البائع واحدا والمشترى اثنين فللشفيع ان يأخذ حصة احدهما يعتبر جانب المشترى لا جانب البائع وروى الحسن عن ابى حنيفة رح ان البائع اذا كان اثنين والمشترى واحدا كان للشفيع ان يأخذ نصيب احد البائعين قبل القبض ولا يأخذ بعضه بعد القبض وهذا قول ابى حنيفة رح الاول اما فى قوله الآخر يعتبر جانب المشترى على كل حال قبل القبض وبعده سواء كان المشترى اشتراه لنفسه او لغيره بالوكالة-

فروخت کیا تو شفیع ایک کے حصہ کو نہیں لے سکتا ہے اور اگر ایک شخص نے اپنا مکان دو شخصوں کے ہاتھ فروخت کیا تو شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے غرض اس بارے مین مشتری کا لحاظ کیا جائیگا نہ بائع کا اور حسن نے ابو حنیفہ رح سے روایت کیا ہے کہ اگر بائع دو شخص ہین اور مشتری ایک شخص ہے تو شفیع ایک بائع کے حصہ کو بھی لے سکتا ہے بشرطیکہ ہنوز مشتری نے قبضہ نہ کیا ہو اور اگر قبضہ کر لیا ہے تو ایسا نہین کر سکتا - یہ ابو حنیفہ رح کا پہلا قول ہے مگر اخیر قول یہی ہے کہ ہر حال مین مشتری کا اعتبار کیا جائیگا خواہ اوسکا قبضہ ہوا ہو یا نہین اور خواہ مشتری نے اپنے لیے خریدا ہو یا دوسرے کے لیے وکالۃً خریدا ہو-

* * * * *

(١٦٩) رجل اشترى دارين لرجلين فليس للشفيع ان يأخذ نصيب احد الامرين-

(١٦٩) ایک شخص نے دو شخصوں کے لیے دو مکان خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہین ہے کہ ایک شخص کا حصہ لے لیگا-

(١٧٠) وان اشترى رجلان دار الرجل كان للشفيع ان يأخذ النصف ولو كان البائع اثنين والمشترى واحدا فطلب الشفيع نصيب احد البائعين لا يبطل شفعته بذلك وله ان يأخذها كلها مقسومة كانت او غير مقسومة

(١٧٠) اگر دو شخصوں نے ایک مکان کسی شخص کے لیے خریدا تو شفیع اگر لینا چاہے نصف مکان کو لے سکتا ہے اور اگر دو شخصون سے ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے ایک بائع کے حصہ مین شفعہ طلب کیا تو اوس کا شفعہ باطل نہوگا مگر اوسکو کل مکان لینا پڑے گا خواہ تقسیم شدہ ہو یا نہو-

فصل فى تسليم الشفعة والحيلة فى ابطالها واسقاطها

شفعہ کے چھوڑ دینے اور اوسکے باطل کرنے یا ساقط کرنیکے لیے حیلہ کرنے کا بیان

(١٧١) رجل اشترى دارا بمائة

(١٧١) ایک شخص نے سو اشرفی کو ایک مکان خریدا

دینار وقال للشفیع اشتریت هذه الدار بمائة دینار فسلم لی نصفها وادفع نصفها الیك فقال الشفیع نعم ان قال فعلت ذالك یکون تسلیما للشفیع۔

اور شفیع سے یہ بات کہی کہ مین نے اس مکان کو سو اشرفی سے خریدا ہے تو اس مکان کا نصف مجکو چھوڑ دے اور باقی نصف مین تجکو دیدونگا شفیع نے کہا اچھا مین نے اس بات کو منظور کیا تو شفیع کا یہ قول تسلیم کر لینا سمجھا جائیگا۔

(۱۷۲) وذکر هذه المسئلة فی کتاب الشفعة وجعلها علی ثلاثة اوجه اما ان سلم الشفعة بالدراهم او ببعض منها بعینها او ببعضها بغیر عینها او قال سلمت لك نصف الشفعة بمائة درهم بطلت شفعته فی الکل وان قال سلمت لك الشفعة فی نصف الدار فیه روایتان فی روایة تبطل الشفعة فی الکل وفی روایة لا تبطل وذکر فی الجامع ما یدل علی ان تسلیم الشفعة فی البعض لا یبطل شفعته فی الکل وان صالح الشفیع من الشفعة علی دراهم بطلت شفعته ولا یجب المال۔

وان صالح علی لبعض المعین من الدار صح الصلح ویکون للشفیع نصف الدار ویبقی النصف للمشتری

(۱۷۲) مسئلہ مذکورہ بالا کو کتاب الشفعہ مین ذکر کیا ہے اور اوسکی تین صورتین بیان کی ہین اگر بجائے اشرفیون کے اوسیقدر روپیہ سے یا اوسکے ایک حصہ معین یا غیر معین سے شفعہ کو چھوڑ دے یا یہ بات کہے کہ بعوض سو روپیہ کے مین نے نصف شفعہ تجکو چھوڑ دیا تب تو کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر یہ بات کہی کہ نصف مکان مین تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا تو اوسمین دو روایتین ہین ایک روایت یہ ہے کہ کل مکان مین اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور ایک روایت کے موافق باطل نہوگا اور جامع کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک حصے مین شفعہ چھوڑ دینے سے کل مکان مین شفعہ باطل نہین ہوتا اور اگر شفیع نے کچھ روپیہ ٹھیرا کر مشتری سے صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور مشتری کو کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر مکان کا ایک خاص حصہ مشتری سے ٹھیرا کر فیصلہ کر لیا تو یہ فیصلہ صحیح ہوگا اور شفیع کو نصف مکان مل جائیگا اور باقی نصف مشتری کے لیے رہجائے گا۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۱۷۳) ولو ان الشفیع قال للمشتری وقد اشتری الدار لغیره بالوکالة سلمت شفعتها او سلمت الشفعة

(۱۷۳) اگر ایک شخص نے دوسرے کے لیے وکالۃً ایک مکان خریدا اور شفیع نے اس مشتری سے کہا مین نے اس مکان کا شفعہ چھوڑ دیا یا یہ کہا کہ تیرے لیے چھوڑ دیا

لك او قال ذلك للبائع والدار في يد البائع كان تسليما للشفعة۔

یا بائع سے یہ بات کہی اور اسوقت مکان بائع کے قبضہ مین تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۷۴) ولو قال للبائع بعد ما سلم الدار الی المشتری سلمت الشفعة لك صح استحسانا۔

(۱۷۴) اگر شفیع نے بائع سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا اور مکان پر مشتری کا قبضہ ہو چکا تھا تو استحسانا اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۷۵) ولو قال سلمت الشفعة بسببك او لاجلك صح تسليمه قياسا واستحسانا۔

(۱۷۵) اگر صورت مذکورہ بالا مین شفیع نے بائع سے کہا تیرے خاطر سے مین نے شفعہ چھوڑ دیا تو قیاسا اور نیز استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۱۷۶) فان قال الوكيل بشراء عبد بعد ما دفع الدار الی الموكل سلمت لك الشفعة صح استحسانا ولو اشتری دارا بالوكالة لغيره فقال اجنبي للشفيع سلم شفعة هذه الدار للموكل فقال الشفيع سلمتها لك او اعرضت عنها لك صح تسليمها قياسا واستحسانا ولو قال الشفيع لاجنبي ابتداء سلمت شفعة هذه الدار لك او قال اعرضت عنها لك لا يصح تسليمه ولا يبطل شفعته قياسا واستحسانا ولو قال لاجنبي سلمت الشفعة للموكل او قال وهبتها للموكل او قال عرضت عنها للموكل لاجلك وشفاعتك صح تسليمه للامر وتبطل شفعته۔

(۱۷۶) اگر ایک وکیل نے مکان خرید کرا پنے موکل کو دیدیا بعد ازان شفیع نے وکیل سے کہا مین نے تیرے لیے شفعہ چھوڑ دیا ہے تو استحسانا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر اسی صورت مین ایک اجنبی شخص نے شفیع سے کہا اس مکان کا شفعہ موکل کے لیے چھوڑ دے شفیع نے کہا تیرے لیے مین نے چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے مین نے اعراض کر لیا تو قیاسا اور نیز استحسانا شفعہ باطل ہو جائیگا اور اگر شفیع نے اجنبی کے بغیر کہے خود اوس سے یہ بات کہی تیرے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا تیرے لیے شفعہ سے اعراض کر لیا تو استحسانا شفعہ باطل نہ ہوگا اور اگر اجنبی سے کہا موکل کے لیے مین نے شفعہ چھوڑ دیا یا موکل کے لیے ہبہ کر دیا یا موکل کے لیے تیری وجہ سے اور تیری سفارش سے اعراض کر لیا تو موکل کے لیے اوسکا چھوڑنا صحیح ہوگا۔

(۱۷۷) ولو صالح الاجنبي الشفيع من شفعته على دراهم معلومة كان تسليما ولا يجب المال لانه لو صالح المشتري من الشفعة على مال بطلت شفعته ولا يجب المال وهو بمنزلة ما اذا صالح الكفيل النفس الطالب على مال لا يجب المال

(۱۷۷) اگر ایک اجنبی شخص نے کچھ روپیہ مقرر کر کے شفیع سے شفعہ کے بارے مین صلح کر لی تو شفعہ باطل ہو جائیگا اور اجنبی کو روپیہ دینا نہ پڑیگا اسلیے کہ اگر خود مشتری بعوض کچھ مال کے شفیع سے صلح کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے اور مشتری کو کچھ مال دینا نہیں پڑتا ہے جسطرح کفیل بالنفس کچھ مال ٹھہرا کر طالب سے صلح کرے تو کفیل کو مال دینا نہیں پڑتا اور اسبات مین اختلاف ہے کہ وہ کفالت سے بری ہو جاتا ہے یا نہیں ابو حفص کی روایت

وهل يبرأ عن الكفالة في رواية ابي حفص يبرأ ولا يبرء في رواية ابي سليمان

کے موافق بری ہوجاتا ہے اور ابوسلیمان کے روایت کے موافق بری نہیں ہوتا۔

۱۷۸، ولو ان اجنبيا قال للشفيع اصالحك على كذا من الدراهم على ان تسلم الشفعة ولم يقل لي فقبل الشفيع لا يجب المال على الاجنبي ولا يبطل شفعته۔

۱۷۸، اگر ایک اجنبی شخص نے شفیع سے یہ بات کہی بعوض اسقدر روپیہ کے اسبات پر میں تجھسے صلح کرتا ہون کہ تو شفعہ کو چھوڑ دے اور یہ لفظ نہ کہا کہ میرے لیے اور شفیع نے قبول کرلیا تو اس اجنبی پر روپیہ لازم نہوگا اور اسکا شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۱۷۹، ولو قال الشفيع للبائع سلمت لك بيعك او قال للمشتري سلمت لك شراءك بطلت شفعته۔

۱۷۹، اگر شفیع نے بایع سے کہا تیرے لیے میں نے تیری بیع کو چھوڑ دیا یا مشتری سے کہا تیرے لیے تیری خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

۱۸۰، وان قال لاجنبي سلمت لك شراء هذه الدار لم يكن ذلك تسليما ولا تبطل شفعته۔

۱۸۰، اگر شفیع نے ایک اجنبی شخص سے کہا تیرے لیے مین نے اس مکان کے خریدنے کو چھوڑ دیا تو شفعہ باطل نہوگا

۱۸۱، وان قال الشفيع للمشتري سلمت هذه الدار لك او شفعة هذه الدار لك ان كنت اشتريتها لنفسك وقد كان المشتري اشتراها لغيره لا يبطل شفعته لانه علق التسليم بالشرط وتسليم الشفعة اسقاط يحتمل التعليق والمعلق بالشرط لا ينزل عند عدم الشرط

۱۸۱، اگر شفیع نے مشتری سے کہا مین نے اس مکان کو یا اس مکان کے شفعہ کو تیرے لیئے چھوڑ دیا اگر تو نے اپنے لیے خریدا ہے اور مشتری نے کسی اور کے لیے اوسکو خریدا تھا تو شفعہ باطل نہوگا اسلیے کہ شفیع نے ترک شفعہ مین شرط لگائی تھی اور شفعہ کا ترک کرنا ایک حق کا ساقط کرنا ہے جسمین شرط لگ سکتی ہے اور مشروط بغیر شرط کے ثابت نہین ہوتا

۱۸۲، ولو ان الشفيع قال للمشتري سلم لي نصف الدار بالشفعة فابى المشتري لا يبطل شفعته هو الصحيح وكذا لو قال الشفيع انا شفيع هذه الدار سلم لي نصفها بالشفعة

۱۸۲، اگر شفیع نے مشتری سے کہا نصف مکان بذریعہ شفعہ کے مجکو دے اور مشتری نے انکار کیا تو قول صحیح یہ ہے کہ شفعہ باطل نہوگا۔ اسیطرح اگر شفیع نے کہا مین اس مکان کا شفیع ہون لہذا بذریعہ شفعہ کے نصف مکان مجکو دے تو باقی نصف مکان مین تیرے لیے چھوڑ دون مشتری نے

فاسلم لك النصف الباقي فابى المشتري لا يبطل شفعته۔

اس بات سے انکار کیا تو شفعہ باطل ہوگا۔

(۱۸۳) ولو ان البائع والمشتري قالا للشفيع ابرئنا عن كل خصومة لك قبلنا ففعل وهو لا يعلم ثبوت الشفعة بطلت شفعته قضاء ولا تبطل فيما بينه وبين الله تعالى وهو كرجل قال لغيره اجعلني في حل ففعل ولم يعلم بما له قبله في القضاء يبرأ عما له عليه ولا يبرأ فيما بينه وبين الله تعالى۔

(۱۸۳) اگر بائع اور مشتری نے شفیع سے کہا کہ ہم سے تجھے جو کچھ جھگڑا ہے اوس سے ہمکو بری کردے اور شفیع نے اونکو بری کردیا اگر ثبوت شفعہ کا اوسکو علم نہ تھا تو عند القاضی اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور عند اللہ باطل نہوگا جیسے کوئی شخص کسی سے کہے میرے اوپر جو کچھ تیرا حق ہو مجھکو معاف کردے اور اوس شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ کیا حق ہے اور اوسنے معاف کردیا تو عند القاضی یہ شخص اوسکے حق سے بری ہو جائیگا اور عند اللہ بری نہوگا

(۱۸۴) ولو ان رجلا اوصى بداره لرجل فلم يعلم به الموصى له ومات الموصي فبيعت دار بجنب دار الوصية ثم قبل الموصى له الوصية فلا شفعة للموصى له في الدار الثانية لانه لم يملك الوصية قبل القبول فلا يكون جار الدار الثانية۔

(۱۸۴) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا مکان فلان شخص کو دیا جائے اور جسکے لیے وصیت کی ہے اوسکو وصیت کا علم نہین ہے اب وصیت کرنیوالا مرگیا اور اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا پھر اوس نے اوس وصیت کو قبول کیا تو دوسرے مکان مین اس شخص کا شفعہ نہوگا اسلیے کہ قبل از قبول وصیت یہ شخص مکان کا مالک اور فروخت شدہ مکان کا جار نہ تھا۔

(۱۸۵) ولو ان الموصى له مات قبل ان يعلم بالوصية ثم بيعت الدار الثانية بجنبها فادعى ورثة الموصى له الشفعة في الدار الثانية كان لهم ذلك لان موت الموصى له قبل القبول يكون قبولا للوصية فصارت الوصية ميراثا عنه لورثته فاذا ثبت الملك للورثة تحقق لهم سبب الشفعة وهو الجوار

(۱۸۵) اگر ایک شخص نے وصیت کی کہ میرا فلان مکان فلان شخص کو دیدیا جاوے اور موصی لہ یعنے جسکے لیے وصیت کی تھی، اس وصیت سے لاعلم تھا اور اوسی لاعلمی کی حالت مین مرگیا بعد ازان اوس مکان کے پہلو مین ایک مکان فروخت ہوا اور اس موصی لہ کے وارثون نے فروخت شدہ مکان مین شفعہ کا دعوی کیا تو اونکا دعوی صحیح ہے اسلیے کہ قبل از قبول وصیت موصی لہ کا مرجانا وصیت قبول کرنے کے حکم مین ہے اور یہ وصیت کا مکان بطور میراث کے وارثون کے ملک ہو جائیگا اور جب اونکی ملک ہوگیا تو شفعہ کا سبب یعنے جوار ثابت ہوگیا

(۱۸۶) واما الحيل في ابطال الشفعة ذكر الخصاف رح فيه منها ما يكون تزهيدا عن طلب الشفعة ومنها ما يكون ابطالا اما ما يكون ابطالا فمنها ان يهب البائع الدار للمشتري ويشهد على الهبة والمشتري يهب الثمن للبائع ويشهد عليها فلا يثبت الشفعة اذا لم يكن الهبة بشرط العوض الا ان هذه الحيلة لا يملكها بعض الناس لانها تبرع ومن الناس من لا يملك التبرع كالاب والوصي وغيرهما۔

(۱۸۶) خصاف رحنے ذکر کیا ہی بعض حیلے ایسے ہین جنسے شفیع کو خود ہی شفیع کیطرف توجہ نہین رہتی اور بعض ایسے ہین جنسے شفعہ باطل ہو جاتا ہے ابطال شفعہ کے لیے منجملہ حیلون کے ایک یہ حیلہ ہی کہ بائع اوس مکان کو اولًا مشتری پر ہبہ کرکے لوگون کو گواہ کردے اوس کے بعد مشتری بائع پر ثمن ہبہ کرکے لوگونکو گواہ کردے اگر یہ ہبہ بشرط عوض نہو لیکن یہ ایسا حیلہ ہی کہ ہر شخص اس حیلے کو نہین کرسکتا اسواسطے کہ ہبہ تبرعات مین سے ہے اور بعض لوگون کو تبرعات کا اختیار نہین ہوتا مثلًا نابالغ کا باپ یا باپ کا وصی وغیرہ۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۸۷) ومنها ان يصدق بالدار على انسان ثم المشتري تيصدق بمثل الثمن على البائع فهي والهبة سواء الا ان في الهبة للاجنبي يملك الرجوع وفي الصدقة لا يملك۔

(۱۸۷) ازانجملہ یہ حیلہ ہے کہ بائع اپنا مکان مشتری پر صدقہ کردے اور مشتری ثمن کی قدر بائع پر صدقہ کردے یہ صورت اور ہبہ کی صورت دونون برابر ہین مگراتنا فرق ہی کہ اجنبی کے لیے ہبہ کرنے مین ہبہ کرنے والا رجوع کرسکتا ہی اور صدقہ مین رجوع نہین کرسکتا۔

(۱۸۸) ومنها ان يهب جزء شائعا من الدار ثم يترافعان الى القاضي الذي يرى هبة المشاع فيما يحتمل القسمة فيحكم بجواز الهبة ثم يبيع بقية الدار منه فيكون الموهوب له مقدما على الجار۔

(۱۸۸) ایک حیلہ یہ ہی کہ بائع مکان کا کوئی غیر معین حصہ مشتری کو ہبہ کردے پھر یہ بائع اور مشتری ایسے قاضی کے روبرو اپنا قضیہ پیش کرین جو محتمل القسمۃ چیزون مین ایک حصہ غیر معین کے ہبہ کو تجویز کرتا ہی تاکہ یہ قاضی جواز ہبہ کا حکم دے اوسکے بعد یہ بائع باقی مکان اوس مشتری کے ہاتھ فروخت کرے تو اس صورت مین مشتری بسبب شرکت کے جار پر مقدم ہوگا

(۱۸۹) ومنها ان يهب الدار بشرط العوض الا ان هذا على الرواية

(۱۸۹) ازانجملہ ایک یہ حیلہ ہی کہ بشرط عوض اپنا مکان کسیکو ہبہ کرے مگر یہ اوس روایت کے موافق ہوسکتا ہی کہ ہبہ بشرط

التي لا يثبت الشفعة في الهبة بشرط العوض اما في الروايات الظاهرة تثبت الشفعة في الهبة بشرط العوض فان اراد ان لا يأخذ الشفيع في ظاهر الروايات ينبغي ان يأخذ الموهوب له الدار الا جزءا منها ويأخذ الواهب كل العوض الا دانقا فلا يثبت الشفعة للشفيع فان في الهبة بشرط العوض قالوا انما يثبت الملك للموهوب له اذا قبض الكل اما اذا لم يقبض الكل لا يثبت له الملك ولا ينقطع حق الواهب ويكون للواهب ان يرجع من غير قضاء ولا رضاء يروى ذلك عن محمد رح نصا فيكون هذا كالبيع بشرط الخيار للبائع ثم لا يثبت الشفعة للشفيع لبقاء حق البائع هذا اذا كان الموهوب شيئا يحتمل القسمة فان كان لا يحتمل القسمة كالبيت الصغير والحانوت اذا وهب منها جزءا معلوما شائعا جاز عند الكل ولا يكون للجار ان يأخذ بالشفعة

عوض مین شفعہ ثابت نہین ہوتا لیکن روایت ظاہری یہ ہے کہ ہبہ بشرط عوض مین شفعہ ثابت ہوجاتا ہی پس اگر ہبہ کرنے والے کو مقصود ہو کہ ظاہر روایت کے بھی موافق شفیع نہ لے سکے تو یہ تدبیر کرنی چاہیے کہ موہوب لہ یعنے جسکو ہبہ کیا ہے، کل مکان کو قبول کرے مگر ایک بالشت چھوڑ دے اور ہبہ کرنے والا کل عوض قبول کرلے اور ایک پیسہ چھوڑ دے کہ اسوقت مین شفیع کا شفعہ نہوگا اسلیے فقہا کے نزدیک ہبہ بشرط العوض مین موہوب لہ کی ملک اوسوقت ثابت ہوتی ہی کہ جبوقت کل پر قبضہ کرلے اور جب تک کل پر قبضہ نہوگا ملک ثابت نہوگی اور ہبہ کنندہ کا حق اوس سے منقطع نہوگا بلکہ بلا حکم قاضی اور بلا رضامندی باہمی کے اوسکو ہبہ کے واپس کرنے کا اختیار رہیگا۔ محمد رح سے یہ قول صراحۃً مروی ہی پس اوسکا حال ایسی بیع کا سا حال ہی جسمین بائع کا اختیار شرط کیا گیا ہے کہ جب تک بائع کا حق باقی رہیگا شفیع کا شفعہ ثابت نہوگا۔ یہ حکم اوسوقت ہی کہ ہبہ کنندہ محتمل القسمت چیز کو ہبہ کرے اور اگر غیر محتمل القسمت چیز ہی مثلاً چھوٹی سی کوٹھری یا دوکان اور اوسمین سے نصف بلا تعیین ہبہ کیا تو بالاتفاق صحیح ہوگا اور جار کو شفعہ کا اختیار نہوگا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(١٩٠) ومنها ان يشتري البناء اولا في صفقة ثم يشتري العرصة بثمن غال فلا يثبت الشفعة في البناء لانه نقلي ولا يرغب الشفيع في اخذ العرصة بثمن

(١٩٠) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری اولا ایک بیع سے مکان کی صرف عمارت کو خریدے بعد ازان مکان کی زمین کو گران قیمت سے خریدے کہ عمارت چونکہ منقولات مین داخل ہی اسلیے اوسمین شفعہ نہوگا اور زمین کو گران ہونیکی وجہ سے

غال فكان تزهيدا۔

شفیع خود نہ لیگا اس حیلہ سے شفیع شفعہ نہ کرسکیگا اگرچہ اوسکا شفعہ باطل ہوگا

(۱۹۱) وكذا لو وهب البناء بأصله ثم يشترى العرصة بثمن غال وكذلك في الكروم والاراضي۔

(۱۹۱) ایک حیلہ یہ ہے کہ مالک مکان عمارت کو کسی پر ہبہ کرکے اوسکی زمین کو گران قیمت سے اوسی شخص کے ہاتھ فروخت کردے اور باغات و آراضی کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۹۲) وفي هذه الفصول اذا اراد الشفيع ان يحلف البائع او المشترى بالله ما فعل هذا فرارا عن الشفعة ان اراد تحليف البائع ليس له ذلك لان نكوله لا يكون حجة على المشترى وان اراد تحليف المشترى فكذلك لانه يدعى عليه شيئا لو اقر به لا يلزمه۔

(۱۹۲) حیلے کی صورتوں مین اگر شفیع کو بائع یا مشتری سے اسبات کا حلف لینا منظور ہو کہ یہ تدبیر ابطال شفعہ کے لیے نہین کی گئی ہے تو بائع سے حلف نہین لے سکتا اسواسطے کہ اگر بائع نے حلف سے انکار کیا تو مشتری پر اوسکا انکار حجت نہوگا اور نہ مشتری سے حلف لے سکتا ہے اسلیے کہ اگر مشتری اوسکے دعوی کا مقر ہوجائے تو وہ دعوی مشتری پر لازم نہوگا۔

\+ + + + +

(۱۹۳) ومن الحيلة ان يشترى سهما معلوما بثمن غال في صفقة ثم يشترى الباقي بثمن يسير فلا يرغب الشفيع فيما باع اولا لكثرة الثمن ويبد ونه لا يملك اخذ الباقي لان المشترى يصير شريكا فيكون مقدما على الجار۔

(۱۹۳) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری ایک بیع مین مکان کا معین حصہ گران قیمت سے خریدے بعد ازان باقی کو ارزان قیمت سے خریدے کہ پہلے بیع مین گرانی کی وجہ سے شفیع کو شفعہ کیطرف توجہ نہوگی اور دوسری بیع مین وہ اسلیے شفعہ نکر سکیگا کہ مشتری شریک ہونے کی وجہ سے جار پر مقدم ہوجائیگا۔

\+ + + + +

(۱۹۴) ومنها ان يشترى الدار بثمن غال ثم ياخذ البائع بذلك الثمن بدلا اخر فلا يرغب الشفيع ان ياخذ الدار بالثمن لكثرته ولا يكون له ان ياخذها بالبدل الثاني لان الثاني بدل عن الثمن لا عن الدار۔ كذا في التهذيب

(۱۹۴) ایک حیلہ یہ ہے کہ مکان کو گران قیمت سے خریدلے اور بائع کو اوس قیمت کے عوض مین کوئی اور چیز دیدے جو مکان کی اصل قیمت کے برابر ہو اس تدبیر سے شفیع کو ثمن دیگر مکان کے لینے کی طرف توجہ نہوگی اسلیے کہ ثمن مکان کی اصل قیمت سے زیادہ قرار پایا ہے اور اوسکے بدلے میں وہ چیز دیکر بھی نہین لے سکتا کیونکہ وہ چیز ثمن کا بدل ہے مکان کا بدل نہین

١٩٥، وذكر الخصاف رح حيلة لم يروها
عن محمد رح وهي ان يدعي ان الدار
لابن صغير له في يد هذا الرجل ثم
ان المدعي يصالح الذي في يديه الدار
على ان يدفع اليه مائة دينار ولا يقول
انها من مال ابنه على ان يسلم الذي
في يديه الدار فيجوز ولا شفعة فيها
لان الاب لا ياخذ الدار بطريق
المعاوضة فيقع الملك للابن دون الاب
الا ان هذا كذب فان اراد ابطال
الشفعة على وجه لا يكون كاذبا يامر
الاب مملوكا له ان يشتري الدار من
صاحبها لابن صغير لمولاه بالثمن الذي
اتفقا عليه فيشتري المملوك شراء ثم ان
المولى يدعي ان الدار لابنه الصغير
ولا يدعي الشراء فيكون صادقا الا
ان هذا لا يخلو عن نوع شبهة لان
الملك انما يثبت للابن بالسبب
فاذا ادعى الاب ملكا مطلقا كان
مدعيا غير ذلك الملك لان الملك
المطلق اقوى من الملك بالسبب
على ما عرف ان القضاء بالملك
المطلق قضاء بالزوائد وفي القضاء
بالملك بسبب لا يدخل الزوائد
والشهود اذا احملوا الشهادة على الملك

١٩٥، خصاف رح نے ایک حیلہ ذکر کیا ہے جسکی روایت
امام محمد رح سے نہین کی ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص مالک مکان
پر اسبات کا دعوی کرے کہ تیرے پاس جو یہ مکان ہے میرے
نابالغ لڑکے کا ہے بعد ازان یہ مدعی کو اشرفیان دیکر
اور مدعا علیہ سے مکان لیکر صلح کرلے اور یہ نہ کہے کہ میرے
لڑکے کا مال ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اوسمین شفعہ نہین ہے
اسلیے کہ باپ نے یہ مکان بطریق معاوضہ کے نہین لیا ہے
لہذا وہ مکان باپ کی ملک نہوگا بلکہ بیٹے کی ملک ہوجائیگا
مگر اس حیلہ مین یہ نقصان ہے کہ باپ کا یہ کہنا صریح کذب ہے
پس اگر اوسکو مقصود ہو کہ شفعہ باطل ہوجاوے اور
جھوٹ بھی نہ بولنا پڑے تو اوسکی یہ تدبیر ہے کہ بالغ اپنے کسی
غلام کو حکم دے اور وہ غلام اس مکان کو مالک مکان سے
ثمن ٹھیرا کر اپنے آقا کے نابالغ لڑکے کے واسطے خرید لے
بعد ازان اوسکا آقا دعوی کرے کہ یہ مکان میرے
لڑکے کا ہے اور خریدنے کا ذکر نکرے تو اوسکا یہ کہنا سچ
ہوگا مگر اسمین ایک قسم کا شبہہ ہے اسواسطے کہ بیٹے کو ملکیت
بالسبب ثابت ہوگی اور باپ ملکیت مطلقہ کا دعوی
کرتا ہے پس اوسکا دعوی خلاف واقع کے ہے اس لیے
کہ ملکیت مطلقہ ملکیت بالسبب سے قوی ہے چنانچہ معلوم ہوچکا
ہے کہ ملکیت مطلقہ کے حکم دینے سے زوائد کا حکم ثابت ہوجاتا
ہے اور ملکیت بالسبب کا حکم دینے سے زوائد کا حکم
ثابت نہین ہوتا اسیطرح اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا
علم تھا اور اپنے اظہارین اونھون نے ملکیت مطلقہ
کا بیان کیا تو اونکی گواہی خلاف واقع کے ہوگی
اس لیے کہ ملکیت مطلقہ مین اصل کے ساتھ

بسبب فاذا شہدوا بالملک المطلق کانت شہادتہم بالاصل والزیادۃ۔

زیادتی بھی داخل ہوتی ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۱۹۶، واختلف المشائخ رح ان الشاہد اذا تحمل الشہادۃ علی الملک بسبب ثم ان البائع غصب المبیع من المشتری فجاء المشتری بالشہود وامرہم ان یشہدوا لہ بالملک المطلق قال بعضہم یجوز لہم ان یشہدوا بالملک المطلق وقال بعضہم لا یجوز وکذا اذا تحملوا الشہادۃ علی الدین بسبب ہل یباح لہم ان یشہدوا علی الدین مطلقا ہو علی ہذا الخلاف ایضا والخصاف رح یقول بالجواز۔

۱۹۶، اگر گواہون کو ملکیت بالسبب کا علم ہے اور بائع نے مبیع کو مشتری سے غصب کر لیا اور مشتری نے گواہ پیش کیے اور اونسے ملک مطلق کی گواہی چاہی تو مشائخ رح کا اوسمین اختلاف ہی بعض کہتے ہین ان گواہون کو ملکیت مطلقہ کی گواہی دینا جایز ہی بعض کہتے ہین جائز نہین ہے اسیطرح اگر گواہون کو کسی خاص سبب سے دین کا علم ہے تو بعض مشائخ کے نزدیک مطلق دین کی گواہی دینا جائز ہے اور بعض کے نزدیک جائز نہین ہے خصاف رحمہ اللہ کا مذہب یہی ہے کہ گواہی دینا جائز ہے۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

۱۹۷، ومن جملۃ الحیل ان یقر البائع بجزء معلوم من الدار للمشتری ثم یبیع الباقی منہ الا ان ہذا یکون علی الاختلاف ایضا فانہم اختلفوا ان الانسان اذا اقر لغیرہ بعین ہل یثبت الملک للمقر لہ بالاقرار قال بعضہم لا یثبت لان الاقرار لیس من اسباب الملک ولہذا لا یصح من العبد الماذون ولو کان الاقرار من اسباب الملک کان الاقرار تملیکا بغیر عوض والعبد الماذون لا یملک ذلک۔

۱۹۷، ایک حیلہ یہ ہو کہ مشتری کے لیے بائع مکان کے ایک خاص حصہ کا اقرار کرلے بعد ازان باقی کو اوسکے ہاتھ فروخت کر دے مگر اسمین بھی اختلاف ہی اسلیے کہ اگر کوئی شخص دوسرے کے لیے کسی خاص چیز کا اقرار کرے تو بعض کے نزدیک اس اقرار سے دوسرے کے ملکیت ثابت ہوجاتی ہی اور بعض کے نزدیک ملکیت ثابت نہین ہوتی اسلیے کہ اقرار ملکیت کا سبب نہین ہی ولہذا وہ غلام جو آقا کیطرف سے خرید فروخت کا مجاز ہے اگر کسی کے لیے اقرار کرلے تو اوسکا اقرار صحیح ہے اور اگر یہ اقرار ملکیت کا سبب ہوتا تو اوسمین تملیک بلا عوض پائی جاتی اور وہ غلام اسبات کا مجاز نہین تھا۔

✦ ✦ ✦ ✦ ✦

(۱۹۸) ومن الحیل ان یوکل المشتری رجلا بالشراء فیشتری الوکیل ویغیب ولا یکون الموکل خصما للشفیع الا ان هذا علی قول محمد رح اما علی قول ابی یوسف رح یکون الموکل خصما للشفیع لیطلب منه الشفعة فانه ذکر فی الماذون اذا اشتری الرجل دارا وباع من اخر وغاب المشتری الاول ثم جاء الشفیع واراد ان یاخذ بالبیع الاول علی قول محمد رح لا یملک ذلک وعلی قول ابی یوسف رح یملک ذلک۔

(۱۹۸) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری کسی شخص کو وکیل مقرر کر کے مکان خریدے اور یہ وکیل مکان کو خرید کر کہین غائب ہوجاوے اب وہ شفیع اس موکل سی دعوے نہین کرسکتا مگر یہ حیلہ امام محمد رح کی موافق ہوسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے موافق نہین ہوسکتا اسلئے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک اس موکل سی شفیع دعوے کرسکتا ہے۔ چنانچہ ماذون مین مذکور ہے کہ اگر کوئی شخص ایک مکان کو خرید کر دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور مشتری اول غائب ہوجاے بعد ازان شفیع بیع اول مین شفعہ کا دعوی کرنے تو امام محمد رح کے نزدیک کرسکتا ہے اور ابو یوسف رح کے نزدیک نہین کرسکتا ہے۔

(۱۹۹) وعلی هذا الخلاف العبد الماذون المدیون اذا باعه المولی بغیر اذن الغرماء فغاب فحضر الغرماء لاخصومة لهم مع المشتری فی قول محمد رح وعلی قول ابی یوسف رح للغرماء ان یخاصموا المشتری۔

(۱۹۹) اگر ایک شخص کے غلام پر لوگون کا قرض آتا ہے اور اس شخص نے اون لوگون کی بلا اجازت غلام کو فروخت کردیا اور غلام کہین غائب ہوگیا اب قرضخواہ امام محمد رح کے نزدیک مشتری سی نزاع نہین کرسکتے اور ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری سے مخاصمت اور نزاع کرسکتے ہین۔

(۲۰۰) ومن الحیلة بالشفعة ان یواجر المشتری من البائع ثوبا لیلبس یوما الی اللیل بجزء من مائة جزء من الدار فیمضی الیوم ثم یبیع بقیة الدار من صاحب الثوب فلا یکون الشفعة للشفیع اما فی الجزء الاول فلان صاحب الثوب ملك الجزء بالمنفعة واما فی

(۲۰۰) ایک حیلہ یہ ہے کہ مشتری بائع سی ایک کپڑا صبح سی شام تک پہننے کیواسطے لیوے اور اوسکی اجرت یہ ٹھہراے کہ اپنے مکان کے سو حصون مین سی ایک حصہ تجکو دونگا اور صبح سے شام تک اوس کپڑے کو پہن کر باقی مکان کپڑے والیکے ہاتھ فروخت کردے تو اس سی شفیع شفعہ نکرسکیگا ایک حصہ مین تو اسواسطے کہ کپڑے والا بعوض منفعت کے اوسکا

بقية الدار فان صاحب الثوب صار شريكا في الدار فكان مقدما على صاحب الجار۔

(٢٠١) ومنها ان يستاجر صاحب الدار الذی يريد شراء الدار بعشر الدار على ان يسقيه فاذا سقاه في ذلك المجلس او في غيره يملك عشر الدار فلا يكون للشفيع حق الشفعة وهو اولى من الجار جعل الاجرة ههنا بمنزلة المهر وفي المبسوط جعل الاجرة بمنزلة المبيع فانه قال لو كانت الاجرة عبدا فباعه قبل القبض لا يجوز ولو استحق العبد الذی هو اجر الدار بطل العقد والخصاف رح جعل الاجرة بمنزلة المهر۔

(٢٠٢) ومن الحيلة انه اذا اراد ان يبيع الدار بعشرة الاف درهم يبيعها بعشرين الفا ثم يقبض تسعة الاف وخمسمائة ويقبض بالباقی عشرة دنانير او اقل او اكثر لو اراد الشفيع ان ياخذها بعشرين الفا فلا يرغب في الشفعة ولو استحقت الدار على المشتری لا يرجع المشتری بعشرين الفا وانما يرجع

مالک ہوا ہے بعوض مال کے سنین ہوا اور مکان کے ننانوے (٩٩) حصو مین اسواسطے شفعہ نہین کر سکتا کہ کپڑے والا اب اُس مکان مین شریک ہی اور جار پر اسکو تقدم ہے

(٢٠١) ایک حیلہ ہی کہ مالک مکان اوس شخص سے جو مکان خریدنا چاہتا ہے یہ بات کہے کہ تو مجھکو پانی پلادی اور اسکی اُجرت مین مجھسے اس مکان کا دسوان حصہ لیلے اگر اس شخص نے اوسی جلسہ مین یا اسکی بعد صاحب مکان کو پانی پلادیا تو یہ شخص مکان کے دسوین حصہ کا مالک ہو جائیگا اور بوجہ شرکت کے شفیع بالجوار پر اوسکو تقدم ہو گا۔ اور یہہ اجرت بمنزلہ مہر کے ہی اور مبسوط مین اس اُجرت کو بمنزلہ مبیع کی قرار دیا ہے اور کہا ہی کہ اگر اسکی اُجرت ایک غلام قرار پائی اور اُجرت لینے والا قبل از قبضہ اُسکو فروخت کر دی تو جائز نہوگا اور اگر اس غلام مین جو مکان کی اجرت قرار پایا ہی کسی کا حق بر آمد ہو تو عقد اجارہ باطل ہو جائیگا۔ اور خصاف رحمہ اجرت کو بمنزلہ مہر کی قرار دیا ہے۔

(٢٠٢) ایک حیلہ یہ ہی کہ جب کوی شخص ایک مکان دس ہزار روپیہ کو فروخت کرنا چاہے تو یہ تدبیر کرے کہ بیس ہزار سے اُسکو فروخت کری اور ساڑہی نو ہزار روپیہ لیکر باقی پانسو روپیہ کی بدلیمین دس بیس اشرفیان لیکر مکان مشتری کو دیدے کہ اس صورت مین اگر شفیع لینا چاہیگا تو بیس ہزار روپیہ اوسکو دینی پڑینگی لہذا شفعہ کیطرف اُسکو توجہ نہو گی اور اگر اس صورت مین مکان کے اندر کسی کا حق بر آمد ہوا جسکی وجہ سے مشتری کو مکان کا واپس کرنا پڑا تو مشتری بائع سے بیس ہزار روپیہ واپس نہین لے سکتا بلکہ جسقدر

بما اعطاہ لانہ اذا استحقت الدار یظہر انہ لم یکن علیہ ثمن الدار فیبطل الصرف کما لو باع الدینار بالدراہم الی للمشتری علی البائع ثم تصادقا انہ لم یکن لہ علیہ دین فانہ یبطل الصرف۔

اُسنے دیاہی اوسیقدر واپس لیگا اسواسطیکہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ مشتری پر اُس مکان کا ثمن واجب نہین تہا لہذا ساڑہے دس ہزار روپیہ کی بیع اون اشرفیونسے باطل ہوگئی جسطرح ایک شخص کا دوسرے پر کچہہ روپیہ آتاہی اور قرضدار نے بعوض اُس روپیہ کے کچہہ اشرفیان قرضخواہ کے ہاتہ فروخت کردین پہر دونون باہم اسبات کی تصدیق کرلین کہ ہمارے تمہارے

(۲۰۳) ومن حیلۃ ابطال الشفعۃ ان یقول المشتری للشفیع انی اشتریت الدار من فلان بکذا فانا ابیعہا منک فاشترِ ویقول زدنی فی الثمن کذا وکذا او یقول عاوضہا لی بدار اخری او یقول انی اولیکہا فان احببت ان اولیکہا بالثمن الذی اشتریتہا ولیتکہا فقال الشفیع تولیتہا فانہ یبطل الشفعۃ۔

(۲۰۳) ایک حیلہ یہ ہی کہ مشتری شفیع سے یہ بات کہی کہ مینے فلان مکان فلان شخص سے اسقدر روپیہ کو خریدا ہے اور تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون تو خرید لے یا کہے اسقدر ثمن بڑہاکر تو مجہسے لیلے یا یہ کہے کہ اسکے بدلے مین دوسرا مکان مجکو دیدے یا یہ کہے کہ تیرے ہاتہ مین اوس مکان کا تولیہ کرتا ہون اگر تیری مرضی ہو تو جسقدر ثمن سے مین نے لیا ہی اسیقدر سے تیرے ہاتہ فروخت کرتا ہون اور شفیع نے اوس کو قبول کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا۔

(۲۰۴) وکذا لو بعث المشتری الی الشفیع رجلا یقول للشفیع ذلک فقال الرجل المبعوث للشفیع ان فلانا اشتری ہذہ الدار بکذا وہو یقول لک ان احببت ان اولیکہا بما اشتریتہا بہ ولیتکہا فقال الشفیع نعم ولیتہا فانہ تبطل الشفعۃ۔

(۲۰۴) اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کی معرفت پیغام بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سے یہ بات کہی کہ فلان شخص نے اس مکان کو اسقدر روپیہ سے خریدا ہے اور وہ یہ کہتاہی کہ اگر تیری مرضی ہو تو اسقدر روپیے مین تجکو یہ مکان دے دونگا اور شفیع نے تولیت کو منظور کرلیا تو شفعہ باطل ہوجائیگا

(۲۰۵) ولو بعث المشتری الی الشفیع رجلا فقال للشفیع قد کنت اشتریت من فلان یعنی البائع ہذہ الدار

(۲۰۵) اگر مشتری نے شفیع کے پاس کسی شخص کو بہیجا اوس شخص نے جاکر شفیع سے کہا کہ مین فلان شخص یعنی بائع سے اس مشتری نے پہلے خرید چکا ہون مکان کو اور شفیع نے کہا کہ ہان

قبل شراء هذا الرجل فقال الشفيع نعم بطلت الشفعة لان الشفيع اقر ان شراء هذا المشتري لم يصح فلم يثبت به الشفعة وكذا لو قال ذلك الرجل للشفيع هذه الدار لك ولم يكن لفلان البائع فقال الشفيع نعم بطلت شفعته لانه لما ادعى الملك لنفسه فقد اقر بانه لا شفعة له۔

تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا اسلیے کہ شفیع نے اقرار کر لیا کہ مشتری کا خریدنا صحیح نہین ہے اور جب خریدنا صحیح نہوا تو شفعہ بھی ثابت نہوگا اسیطرح اگر اس شخص نے شفیع کے پاس آکر کہا یہ مکان تیرا ہے اور فلان بائع کا نہین ہے اور شفیع نے کہا بیشک تو شفعہ باطل ہو جاویگا اس لیے کہ جب شفیع نے اپنے واسطے ملکیت کا دعوی کیا تو گویا اس بات کا اقرار کر لیا کہ میرا شفعہ نہین ہے۔

\+ + + + +

\+ + + + +

(۲۰۶) ولو قال المشتري للشفيع اني اشتريت هذه الدار بمائة دينار فان احببت ان احط لك من ثمنها عشرة دينار فقال نعم بطلت شفعته قالوا انما يبطل شفعته في هذه الصورة اذا قال احط عنك من ثمنها عشرة دنانير وابيعها منك بتسعين دينارا اما بدون هذه الزيادة لا يبطل شفعته۔

(۲۰۶) اگر مشتری نے شفیع سے کہا یہ مکان سو اشرفی کو مین نے خریدا ہے اگر تیری مرضی ہو تو دس اشرفیان تیرے واسطے کم کردون اور شفیع نے کہا اچھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جاویگا فقہا کا قول ہے کہ صورت مذکورہ مین شفعہ اوسوقت باطل ہوتا ہے کہ جب مشتری شفیع سے یہ لفظ کہے کہ اوسکے زرثمن مین سے تجھسے دس اشرفیان کم کرتا ہون اور نوے اشرفیون کو تیرے ہاتھ فروخت کرتا ہون اور اگر یہ لفظ نہین بڑہایا تو شفعہ باطل نہوگا۔

\+ + + + +

(۲۰۷) ولو اشترى دارا وطلب الشفيع الشفعة فصالح المشتري من ذلك على بيت معين من الدار يدفعه اليه بحصته من الثمن ذكرنا انه لا يجوز لان حصته من الثمن ليست بمعلوم فان اراد ان يسلم البيت الى الشفيع ويبقى

(۲۰۷) اگر ایک شخص نے مکان خریدا اور شفیع نے اوسمین شفعہ طلب کیا اور مشتری نے شفیع سے اس بات پر صلح کر لیا کہ اس مکان مین سے فلان کوٹھری مین تجھکو دیتا ہون جسقدر ثمن اوسکے حصہ مین آوے تو مجھکو ادا کر دے تو ہمارے نزدیک یہ فیصلہ ناجائز ہے اسلیے کہ ثمن کا حصہ غیر معلوم ہے پس اگر مشتری کو

ما بقی من الدار للمشتری یشتری رجل اجنبی هذا البیت للشفیع بامره ثم ان الشفیع یسلم الشفعة فیما بقی من الدار فیحصل الغرض لکل واحد منهما یسلم البیت للشفیع ویثبت الدار للمشتری۔

منظور ہو یہ کوٹھری شفیع کو دیدون اور باقی مکان اپنے پاس رکھون تو اوس کی یہ تدبیر ہے کہ شفیع کی اجازت سے ایک اجنبی شخص اس کوٹھری کو شفیع کے لیے خریدے بعد ازان باقی مکان مین یہ شفیع شفعہ کو چھوڑ دے تو ہر ایک کا مقصود حاصل ہو جائیگا یعنے وہ کوٹھری شفیع کو مل جائیگی اور باقی مکان مشتری کا رہیگا۔

(۲۰۸) اذا مات الشفیع بعد ما قضی القاضی له بالشفعة قبل ان یقبض الدار وقبل ان ینقد الثمن کانت الدار لورثة الشفیع لان قضاء القاضی بالشفعة بمنزلة البیع۔

(۲۰۸) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا مگر شفیع مکان پر قبضہ کرنے اور ثمن ادا کرنے سے پہلے مرگیا تو یہ مکان شفیع کے وارثون کو مل جائیگا اس لیے کہ قاضی کا حکم دینا منزلہ بیع کے ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۲۰۹) ولو مات الشفیع بعد ما اشتری الدار کانت میراثا لورثته۔

(۲۰۹) اگر شفیع مکان خرید کر مرگیا تو اوسکے وارث مکان کے مالک ہونگے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۲۱۰) ولو قضی القاضی بالشفعة للشفیع وطلب المشتری من الشفیع ان یرد الدار علی المشتری بزیادة فی الثمن والزیادة من جنس الثمن او من غیر جنسه یصیر الدار للمشتری بالثمن الاول ویبطل الزیادة لان رد الدار علی المشتری یکون بمنزلة الاقالة والاقالة انما تکون بالثمن الاول ولا یصح فیها الزیادة۔

(۲۱۰) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا اور مشتری نے شفیع سے اسبات کی درخواست کی کہ تو اسقدر زیادہ ثمن لیکر مکان مجھے واپس کردے اور شفیع نے واپس کردیا تو پہلے ہی ثمن سے وہ مکان مشتری کا ہو جائیگا اور زیادتی باطل ہو جائیگی خواہ وہ زیادتی جنس ثمن سے ہو یا غیر جنس سے اسواسطے کہ وہ مکان مشتری کو پھیر دینا اقالہ کے حکم مین ہے اور اقالہ پہلے ہی ثمن سے ہوتا ہے اوس مین زیادتی درست نہین ہوتی۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(٢١١) وكذا لو طلب المشتري من الشفيع بعد ما قضى القاضي له بالشفعة ان يرد الدار على البائع بزيادة في الثمن ففعل كانت اقالة والاقالة كما تكون بين البائع والمشتري تتحقق بين البائع والشفيع لان الشفيع بعد ما قضى القاضي له قائم مقام المشتري ويصير المشتري كالوكيل للشفيع فيصح اقالة الشفيع مع البائع ويكون له حق الحبس الى ان يستوفي الثمن۔

(٢١١) اگر قاضی نے شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا بعد ازان مشتری نے شفیع سے درخواست کی کہ اسقدر ثمن بڑھا کر یہ مکان تو بائع کو واپس کردے اور اسنے واپس کردیا تو ثمن کی زیادتی باطل ہو جائیگی اور یہ واپس کرنا اقالہ ہوگا اور اقالہ جسطرح بائع اور مشتری مین ہوتا ہے بائع اور شفیع مین بھی ہوسکتا ہے اس لیے کہ قاضی نے جب شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدیا تو شفیع مشتری کے قائم مقام ہوگیا اور مشتری اوس شفیع کے لیے گویا وکیل ہوگیا لہذا شفیع کا اقالہ بائع کے ساتھ صحیح ہوا اور جب تک ثمن نہ لے لے مبیع کو روک سکتا ہے۔

* * * * *

(٢١٢) ذكر محمد رح في الاصل الحيلة في اسقاط الشفعة ولم يذكر الكراهية قالوا على قول ابي يوسف رحمه الله لا يكره وعلى قول محمد رح يكره وهذا بمنزلة الحيلة لمنع وجوب الزكوة ومنع الاستبراء على قول ابي يوسف رح لا يكره۔

(٢١٢) محمد رح نے مبسوط مین اسقاط شفعہ کا حیلہ بیان کیا ہے اور اوسکی کراہت کا ذکر نہین کیا مگر فقہا کہتے ہین کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے اور محمد رح کے نزدیک مکروہ ہے اور اسکا حکم ایسا ہی ہے جسطرح کوئی شخص زکوۃ لازم نہونے کے لیے یا استبرا واجب نہونے کے لیے حیلہ کرے کہ ابو یوسف رح کے نزدیک حیلہ کرنا مکروہ نہین ہے۔

(٢١٣) وقال بعض مشائخنا رح يكره الاحتيال لاسقاط الشفعة بعد الوجوب لانه احتيال لابطال حق واجب وقبل الوجوب ان كان الجار فاسقا يتاذى منه لا باس به

(٢١٣) ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے وجوب شفعہ کے بعد اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنا مکروہ ہے اسواسطے کہ اوسمین ایسے حق کا باطل کرنا ہے جو واجب ہوچکا ہے اور اگر ہنوز شفعہ باطل نہین ہوا اور جار ایک فاسق اور موذی شخص ہے تو حیلہ کرنے مین کچھ مضائقہ نہین ہے۔

(٢١٤) وقال الشيخ الامام شمس الائمة السرخسي رح لا باس

(٢١٤) شیخ شمس الائمہ سرخسی رح کا قول ہے کسی صورت مین ابطال حق شفعہ کے لیے حیلہ کرنا برا نہین ہے وجوب شفعہ سے

بالاحتیال لابطال حق الشفعة على كل حال اما قبل وجوب الشفعة لاشك كما لو ترك اكتساب المال لمنع وجوب الزكوة وبعد وجوب الشفعة لا يكره الاحتيال ايضا لانه احتيال لدفع الضرر عن نفسه لا للاضرار بالغير فظاهر ما ذكرنا دليل على هذا۔

پہلے تو ظاہر ہی ہے جسطرح کوئی شخص وجوب زکوۃ کے خوف سے مال حاصل کرنا چھوڑ دے اور وجوب شفعہ کے بعد بھی حیلہ کرنا برا نہین ہے اسلیے کہ اوسکو اپنی ذات سے ضرر کا دور کرنا مقصود ہے دوسرے کی ضرر رسانی مقصود نہین ہے اور یہ بات ہماری ظاہری بیان سے ثابت ہوتی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

تمام شد

هذا كتاب فی بیان احکام الشفعة

بسم الله الرحمٰن الرحیم

(۱) وهی فی اللغة من الشفع وهو الضم ضد الوتر من شفع الرجل اذا کان فردا فصار له ثان والشفیع ایضا یضم الماخوذ الی ملکه فلذلک سمی شفعة۔

(۱) شفعہ کا لفظ شفع سے ماخوذ ہے جو وصل کے معنے میں ہے اور وہ طاق کی ضد ہے اگر کوئی شخص تنہا ہو اور پھر اوسکے ساتھ دوسرا شخص ملجائے تو عرب کے لوگ کہتے ہیں شفع الرجل یعنے ایک سے دو ہوگئے چونکہ شفعہ کے اندر بھی شفیع جایداد مشفوعہ کو اپنے مالک کے ساتھ ملا لیتا ہے اسواسطے اوسکا نام شفعہ رکھدیا گیا ہے۔

(۲) وفی الشرع هی ای الشفعة تملیک البقعة جبرا ای من حیث الجبر علی المشتری بما ای بالذی ای بالثمن الذی قام علیه ای علی المشتری۔

(۲) شرع میں مشتری سے جبرا ایک قطعہ لے لینے اور جسقدر ثمن اوسکو دینا پڑتا اوسقدر ثمن کے ادا کردینے کا نام شفعہ ہے۔

\+ \+ \+ \+ \+ \+

(۳) وقیل هی ضم بقعة مشتراة الی عقار الشفیع بسبب الشرکة او الجوار وهذا احسن۔

(۳) بعض نے شفعہ کے معنے یہ بیان کیے ہیں کہ بسبب شرکت یا جوار کے ایک فروخت شدہ قطعہ کا شفیع کے جایداد میں شامل کردینا اور یہ تفسیر نہایت عمدہ ہے۔

۴، وتجب الشفعة والمراد من الوجوب الثبوت للخليط وهو الشريك الذي لم يقاسم في نفس المبيع وهذا بالاجماع لما روى جابر رض ان النبي صلعم قضى الشفعة في كل شركة لم تقسم ربعة او حائط لا يحل له ان يبيع حتى يؤذن شريكه فان شاء اخذ وان شاء ترك وان باعه ولم يؤذن به فهو احق به رواه مسلم وابوداود والنسائي۔

۴، اولاً شفعہ اوس شخص کو واجب یعنے ثابت ہوتا ہی جو خاص مبیع کے اندر شریک ہی اور شرکا نے باہم تقسیم حصص نہین کی ہی۔ اس مسئلے کے اوپر تمام ائمہ رحمہم اللہ کا اتفاق ہی اسلیے کہ جابر رض روایت کرتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر شرکت غیر منقسم شدہ مین شفعہ کا حکم دیا ہی خواہ کوئی سکان ہو یا باغ ہو کسی شریک کو بلا اذن اپنے شریک کے اوس شرکت کی بیع کرنا روا نہین ہی خواہ وہ لے خواہ ترک کردے اور اگر بلا اجازت فروخت کر ڈالے تو اوروں پر وہ مقدم ہی مسلم اور ابوداود اور نسائی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے۔

۵، ثم تجب للخليط في حق المبيع وهو الذي قاسم وبقيت له شركة في حق العقار كالشرب بكسر الشين والطريق بشرط ان يكونا خاصين وهو ان يكون النهر لا تجري فيه السفن والطريق الذي لا ينفذ اشار اليه بقوله ان كان اي كل واحد من الشرب والطريق خاصا حتى اذا كانا عامين لم يستحق بهما الشفعة

۵، شریک فی نفس المبیع کے بعد اوس شخص کو حق شفعہ ہی جو حق مبیع مین شریک ہی اور یہ وہ شخص ہی جو اپنا حصہ تقسیم کرلے مگر اوس جایداد کے حق مین اوس کی شرکت باقی ہو مثلاً پانی پینے کا حق یا راستہ چلنے کا حق مگر یہ شرط ہی کہ یہ شرب خاص اور طریق خاص ہو۔ شرب خاص سے اسقدر چھوٹی نہر مراد ہی کہ اوسمین کشتی نہ چلسکے اور طریق خاص سے وہ راستہ مراد ہی جو سربستہ ہو اور اگر اوس نہر مین کشتی چلسکتی ہی اور راستہ سربستہ نہین ہی بلکہ چلتا ہوا ہی تو اوس کی وجہ سے استحقاق شفعہ کا نہین ہوتا۔

۶، وقال الشارح والشرب الخاص عند ابي حنيفة ومحمد ان يكون نهرا صغيرا لا تجري فيه السفن وان كان كبيرا تجري فيه السفن فليس بخاص فاذا بيع ارض من الاراضي التي تسقى منها لا يستحق اهل النهر

۶، شیخ فخر الدین زیلعی رحمہ اللہ کا قول ہی کہ ابوحنیفہ رح اور امام محمد رح کی نزدیک شرب خاص سے اتنی چھوٹی نہر مراد ہی جسمین کشتی نہ چل سکے اور اگر بڑی نہر ہو جسمین کشتی چل سکے تو وہ شرب خاص نہین ہی اور اس نہر سے جن اراضیات کی آب پاشی ہوتی ہی اور ان اراضیات مین سے کوئی زمین فروخت ہو تو نہر والے شفعہ کے مستحق نہین ہوتے اور جار کو اون پر تقدم ہی بخلاف

الشفعة بسببه والجار احق منهم بخلاف النهر الصغير وقيل اذا كان اهله لا يحصون فهو كبير وان كانوا يحصون فهو صغير وعليه عامة المشائخ لكن اختلفوا في حد ما يحصى وما لا يحصى فبعضهم قدر ما لا يحصى بخمسمائة وبعضهم بخمسين وبعضهم باربعين وعن ابي يوسف الخاص ان يكون نهرا يسقى منه قراحان اوثلاثة وما زاد على ذلك فهو عام وقيل هو مفوض الى راى المجتهدين في كل عصر ان راوهم كثيرا كانوا كثيرا وان راوهم قليلا كانوا قليلا وهو اشبه الاقاويل۔

چھوٹی نہر کے۔ اور بعض کے نزدیک اگر نہر والے محدود لوگ ہین تب تو وہ نہر صغیر ہے اور اگر بیشمار ہین تو وہ نہر کبیر ہے عامہ مشائخ کا قول یہی ہے مگر محدود اور غیر محدود کے حد مین اختلاف ہے بعض نے غیر محدود کی حد پانسو اور بعض نے پچاس بعض نے چالیس بیان کی ہے اور ابو یوسف رح سے مروی ہے شرب خاص سے اتنی بڑی نہر مراد ہے جس سے صرف دو تین باغ کی آبپاشی ہو سکے اور اس سے زیادہ شرب عام ہے۔ بعض کہتے ہین محدود اور غیر محدود ہونے کا مدار اوس زمانہ کے مجتہدین کے رائے پر ہے اگر وہ اون لوگون کو بہت سمجھین تو بہت ہین اور تھوڑی سمجھین تو وہ تھوڑے ہین اور یہ قول سب اقوال مین قرین قیاس ہے۔

+ + + + +

+ + + + +

(۷) ثم تجب الشفعة بعد ذلك للجار الملاصق وهو الذي دار ه على ظهر الدار المشفوعة وبابه في سكة اخرى۔

(۷) شریک فی حق المبیع کے بعد جار ملاصق کو استحقاق شفعہ ہے اور یہ وہ شخص ہے جسکا گھر بائع کے گھر کی پشت پر واقع ہے اور اوسکا دروازہ دوسرے کوچہ مین ہے۔

+ + + + +

(۸) وقال الشافعي لا شفعة بالجوار لقول جابر رض انه عم قضى بالشفعة في كل مال لم يقسم فاذا وقعت الحدود وصرفت الطرق فلا شفعة رواه البخاري وبه قال مالك واحمد

(۸) شافعی رح کے نزدیک جوار کی وجہ سے شفعہ کا استحقاق ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ جابر رض فرماتے ہین آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر غیر منقسم مال مین شفعہ کا حکم دیا ہے اور حدود ٹھہر جانے اور راستے علیحدہ ہو جانے کے بعد شفعہ نہین ہے بخاری نے اس حدیث کو روایت کیا ہے مالک اور احمد

(۹) ولنا قوله عم جار الدار احق من غيره رواه احمد وابوداود

(۹) حنفیہ کی دلیل یہ حدیث صحیح ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے گھر کے پاس رہنے والا اورون پر مقدم ہے

کا بھی یہی مذہب ہے

والترمذی وصححه وقوله عليه السلام الجار احق بسقبه ما كان رواه احمد والنسائی وابن ماجة ويروى بصقبه وكلاهما بمعنى واحد وهو القرب وقد روى هذا التفسير مرفوعا اثبت النبی صلعم حين سئل عن الشفعة فقال الشفعة للجار لحلة قربه فيستحق الشفعة وحديث جابر معناه انها لا تجب للجار بقسمة الشركاء لانهم احق منه وحقه متاخر عن حقهم وبذلك يحصل التوفيق بين الاحاديث۔

احمد اور ابو داود اور ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمسایہ اپنے قرب کی وجہ سے چاہے کچھ ہو زیادہ تر مستحق ہے (اصل حدیث میں سقب یا سقب کا لفظ آیا ہے مگر یہ بات مرفوعاً مروی ہے کہ اس سے قرب مراد ہے) اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے بوجہ قرب کے ہمسایہ کے لیے شفعہ ثابت کر دیا تو وہ لامحالہ شفعہ کا مستحق ہوگا اور جابر رضہ نے جو حدیث روایت کی ہے اوسکے یہ معنے ہیں کہ اگر شریک لوگ باہم اپنے حصے تقسیم کریں تو جار کو اس صورت میں استحقاق شفعہ کا نہیں ہے اسواسطے کہ اونکو جار پر اولویت اور تقدم ہے اور جار کا حق اونکے بعد ثابت ہوتا ہے پس ان احادیث میں کچھ منافات نہیں ہے۔

* * * * * *

(١٠) وواضع الجذوع على الحائط اى على حائط الدار بان كان له حق الوضع والشريك فى خشبة موضوعة على الحائط وواضع الجذوع على الحائط جار فلا يستحق الشفعة الا بعد الشريك فى نفس المبيع والشريك فى حق المبيع لان الشركة المعتبرة هى الشركة فى العقار لا فى المنقول والخشبة منقولة ولو وضع الجذوع على الحائط لا يصير شريكا فى الدار وكذا بالشركة فى الجذوع لا يكون شريكا فيها لكنه جار ملاصق لوجود الاتصال لبقعة احدهما ببقعة الآخر

(١٠) اگر ایک شخص کی کڑیاں دوسری کے دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور بجز اس کے کہ وہ کڑیوں کو دیوار پر رکھ لے اور اوسکا کوئی حق دیوار میں نہیں ہے تو یہ کڑیوں والا شریک نہ سمجھا جائیگا بلکہ وہ جار سمجھا جائیگا اسیطرح اگر ایک شخص کی شرکت صرف کڑیوں میں ہے جو ایک دیوار پر رکھی ہوئی ہیں اور دیوار میں شرکت نہیں ہے تو یہ شخص جار سمجھا جائیگا لہذا یہ دونوں شخص جار ہونے کی وجہ سے شریک فی نفس المبیع اور شریک فی حق المبیع کے بعد شفعہ کے مجاز ہونگے اسواسطے کہ شفعہ کے اندر جس شرکت کا اعتبار ہے اوس سے وہ شرکت مقصود ہے جو عقار کے اندر ہو اور کڑی منقولات میں سے ہے۔ اور کسی کی دیوار پر کڑیاں رکھنے سے کڑیوں والا مکان میں شریک نہیں ہو جاتا یا کڑیوں کے اندر شریک ہونے سے وہ مکان میں شریک نہیں ہو سکتا بلکہ اتصال مکانیت کی وجہ سے یہ شخص دوسرے کا جار ملاصق ہوگا

فيستحق الاخر الشفعة على انه جار ملاصق ولا يترجح بذلك على غيره من الجيران۔

اور دوسرے ہمسایون پراس خاص وجہ سے اوس کو تقدم نہو جائیگا۔

+ + + + +

(۱۱) وكذا اذا كان بعض الجيران شريكا فى الجدار لا يقدم على غيره من الجيران لان الشركة فى البناء المجرد بدون الارض لا يستحق بها الشفعة ولو كان البناء والمكان الذى عليه البناء مشتركا بينهما كان هو اولى من غيره من الجيران۔

(۱۱) اسیطرح اگرایک جار مکان مبیع کی صرف دیوار مین شریک ہو تو اوسکو دوسرے ہمسایون پر تقدم نہوگا اسلیے کہ صرف عمارت مین اگرایک شخص شریک ہو اور عمارت کی زمین مین شریک نہو تو اس شرکت سے وہ شفعہ کا مستحق نہین ہوتا ہو البتہ اگر عمارت مین بھی دونون شریک ہین اور اوس عمارت کی زمین مین بھی شریک ہین تو اور ہمسایون پر اس شریک کو تقدم ہوتا ہے۔

(۱۳) وقال الكرخى فى مختصره الشفعة تستحق عند اصحابنا جميعا بثلاثة معان الشركة فيما وقع عليه عقد البيع او بالشركة فى حقوق ذلك او بالجوار الاقرب فالاقرب وتفسير ذلك دار بين قوم فيها منازل لهم فيها شركة بين بعضهم وفيها ما هى مفردة لبعضهم وساحة الدار مرفوعة بينهم يتطرقون من منازلهم فيها وباب الدار التى فيها المنازل فى زقاق غير نافذ فباع بعض الشركاء فى المنزل نصيبه من شريكه او من رجل اجنبى بحقوقه من التطرق فى الساحة فالشريك فى المنزل احق بالشفعة من الشريك فى الساحة

(۱۳) کرخی رح نے اپنے مختصر مین بیان کیا ہی ہمارے تمام فقہاء کے نزدیک شفعہ کا استحقاق تین وجہ سے ہوا کرتا ہی ایک تو خود اوس مبیع مین شریک ہونیکی وجہ سے دوسرے اوس مبیع کے حقوق مین شریک ہونے سے تیسری جوار کی وجہ سے الاقرب فالاقرب اور اوس کے صورت یہ ہی کہ مثلاً چند لوگون کا ایک احاطہ ہو اس احاطہ مین انہین شخاص کے متعدد کمرے ہین کہ بعض کمرے ایسے ہین جنکا مالک بلا شرکت غیری ایک ایک شخص ہو اور بعض ایسے ہین جنمین کئی کئی شخص شریک ہین اور احاطہ کے صحن مین سب شریک ہین اور اپنے اپنے کمرون سے نکلکر اس صحن مین سب اوٹھتے بیٹھتے ہین اور اس احاطہ کا دروازہ کوچہ سربستہ کی طرف کو ہی اب ایک شخص نے جو کمرے کے اندر شریک ہی اپنا حصہ خواہ کسی شخص کے ہاتھ فروخت کیا تو سب لوگون پر حق شفعہ کے اندر اوس شخص کو تقدم ہوگا جو اس بائع کے ساتھ کمرے مین شریک ہی اگر اس شریک نے شفعہ چھوڑ دیا تو دو لوگ

ومن الشریك فی الزقاق الذی فیه
باب الدار فان سلم الشریك فی
المنزل الشفعة فالشریك فی الساحة
احق بالشفعة وان سلم الشریك فی
الساحة فالشریك فی الزقاق الذی
لامنفذ له الذی یشرع فیه باب
الدار احق بعد لا بالشفعة
من الجار الملاصق وجمیع اهل
الزقاق الذی طریقهم فیه شرکاء
فی الشفعة من کان فی ادناه واقصاه
فی ذلك سواء فان سلم الشرکاء الشفعة
فی الزقاق فالجار الملاصق ممن لاطریق
له فی الزقاق بعد هؤلاء احق ولیس لغیر
الملاصق من الجیران شفعة ممن لاطریق
له فی الزقاق انتهی.

(١٣) وکلمة علی فی قوله علی عدد
الرؤس تتعلق بقوله تجب الشفعة
للخلیط ای تجب الشفعة علی عدد
الرؤس وقال الشافعی علی قدر سهامهم
وبه قال مالك واحمد کما اذا کانت
دار بین ثلاثة لاحدهم نصفها وللآخر
سدسها وللآخر ثلثها فباع صاحب النصف نصیبه فطلبا
الدار بالشفعة فانها تقسم بینهما
اخماسا ثلثة اخماس لصاحب النصف والخمسان
لصاحب الثلث لان الشفعة من

شفعہ کرینگے مجاز ہونگے جو صحن مین شریک ہین اگر انہون نے
بھی شفعہ چھوڑ دیا تو اوسوقت کوچہ والون کو حق شفعہ ہوگا
اور تمام کوچہ والے برابر برابر شفعہ مین شریک ہونگے یعنے جو لوگ
کوچہ کے شروع مین رہتے ہین اور جو کوچہ کے انتہا پر رہتے ہین
سب برابر کے شریک ہونگے اگر یہ لوگ بھی شفعہ چھوڑ دینگے
تو اوسوقت جار ملاصق کو شفعہ ہوگا جسکا راستہ اس کوچہ مین
ہو کر نہین ہے اور اگر جار ملاصق نہین ہے اور
اس کوچہ کی طرف کو بھی اوس کا راستہ نہین ہے
تو اوس کو بالکل استحقاق شفعہ نہین
ہوتا —

✣ ✣ ✣ ✣ ✣
✣ ✣ ✣ ✣ ✣
✣ ✣ ✣ ✣ ✣
✣ ✣ ✣ ✣ ✣
✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(١٣) حنفیہ کے نزدیک جتنے شریک ہونگے شفعہ کے اندر
سب برابر ہونگے اور شافعی رح فرماتے ہین جسقدر جس کا حصہ
ہوگا اوسیقدر اوسکو حق شفعہ ہوگا مالک اور احمد رحمہ اللہ
بھی اسی کے قائل ہین مثلاً ایک مکان مین زید اور عمرو اور
خالد شریک ہین جنمین سے زید آدھے کا اور عمرو چھٹے حصہ کا
اور خالد ثلث کا شریک ہے اب عمرو نے اپنا حصہ فروخت کیا اور
اون دونون نے شفعہ کا دعوی کیا تو اوسکے پانچ حصے کرکے
زید کو تین حصے اور عمرو کو دو حصے دئے جائینگے اسواسطے کہ شفعہ
ملک کے توابع مین سے ہے لہذا جسقدر جسکی ملک ہوگی
اوسیقدر اوسکا حق ہوگا جسطرح منافع کی صورتین حنفیہ کی دلیل

مرافق الملك فاشبه الرجح ولنا ان العلة اتصال الملك وقليله فى ذلك ككثيره فيكون ماباع صاحب السدس بينهما نصفان۔

یہ ہی کہ شفعہ کی علت صرف اتصال ملکیت ہی اور اسبات مین ملکیت قلیل اور ملکیت کثیر دونون برابر ہین لہذا صورت مذکورہ مین زید اور عمرو کو برابر برابر حق شفعہ ہوگا۔

(۱۴) والباء فى قوله بالبيع تتعلق بقوله تجب ايضا اشار بهذا الى ان سبب وجوب الشفعة البيع اعنى بيع الدار المشفوعة هكذا قال بعضهم والصحيح ان السبب هو اتصال الاملاك على اللزوم والبيع شرط فحينئذ يكون التقدير تجب الشفعة بعقد البيع اى بعد وجوده۔

(۱۴) بعض کا قول تو یہی ہے کہ شفعہ بیع کے سبب سے ثابت ہوتا ہی اور مصنف کے کلام سے بھی ایسا ہی ثابت ہوتا ہی مگر قول صحیح یہ ہی کہ لازمی طور پر اتصال ملکیت کا ہونا شفعہ کا سبب ہی اور بیع اوسکے لیے شرط ہی لہذا مصنف نے جو بالبیع کا لفظ کہا ہی اوس مین عقد کا لفظ مقدر مانکر یہ معنے کرنے چاہیئن کہ بیع ہونے کے بعد شفعہ ثابت ہوتا ہے۔

(۱۵) والمراد بالبيع الصحيح فان البيع الفاسد لاتجب فيه الشفعة لانه قبل القبض لايفيد الملك وبعده مستحق للفسخ فايجابها تقرير الفساد فلا يجوز الا اذا سقط الفسخ وجبت لزوال المانع۔

(۱۵) ثبوت شفعہ کے لیے بیع کا صحیح ہونا شرط ہی بیع فاسد کی صورت مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ بیع فاسد قبل قبض مفید ملک کے نہین ہوتی اور بعد از قبض بھی وہ فسخ ہونیکے قابل ہوتی ہی پس اگر اوسمین بھی شفعہ کا حکم دیا جائے تو اوس فساد کا برقرار رکھنا لازم آئیگا اور یہ بات ناروا ہی مگر جبکہ سمین کہ فسخ کا احتمال جاتا رہے تو البتہ شفعہ ثابت ہو جائیگا اسواسطے کہ اب شفعہ کا مانع جاتا رہا

(۱۶) وفيه قيد آخر وهو ان يكون خاليا عن خيار البائع لانه يمنع خروج المبيع عن ملكه حتى لو اسقطه وجبت وخيار المشترى غير مانع لانه لا يمنع خروج المبيع عن ملك البائع وكذلك خيار الرؤية والعيب لا يمنعان۔

(۱۶) بیع کے اندر علاوہ صحیح ہونیکے ثبوت شفعہ کے لیے ایک شرط یہ بھی ہی کہ اوسمین بائع کا اختیار شرط نہ کیا گیا ہو کہ اوسکے وجہ سے مبیع بائع کے ملک سے خارج نہو گا اور اگر بائع نے اوس اختیار کو ساقط کر دیا تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اور اگر مشتری کا اختیار شرط کیا گیا ہی تو کچھ حرج نہین ہی اسواسطے کہ اس صورت مین مبیع بائع کے ملک مین داخل نہین ہوتا۔ خیار رویت اور خیار عیب کا بھی یہی حال ہے۔

(۱۷) وتستقر الشفعة بالاشهاد

(۱۷) شفعہ کا استحکام طلب اشہاد سے ہوتا ہی اسواسطے

لانها حق ضعيف فلابد من طلب المواثبة والاشهاد على الطلب۔

کہ شفعہ ایک حق ضعیف ہے لہذا طلب مواثبت کرنا اور پھر اوس طلب پر گواہ کرنا ضرور ہے۔

(۱۸) وتملك الشفعة بالاخذ اى باخذ الدار المشفوعة بالتراضى بان سلمها المشترى برضاه او بقضاء القاضى من غير اخذ لانها ملك فلا يتم الا بما ذكرنا۔

(۱۸) مکان یا زمین مشفوعہ کا شفیع اوسوقت مالک ہوتا ہے کہ یا تو مدعی علیہ خود اپنی خوشی سے وہ مکان یا زمین اوس کو دیدے یا قاضی اوسکے لیے شفعہ کا حکم دیدے چاہے ابھی اوسکا قبضہ نہوا ہو اسواسطے کہ جب وہ شی مشتری کے ملک میں داخل ہے تو بغیر ان دو باتوں کے اوسکی ملکیت سے منتقل ہوکر دوسرے کے ملک میں داخل نہیں ہو سکتی

(۱۹) وفائدته انه اذا مات الشفيع بعد الطلبين قبل التسليم او الحكم لايورث عنه ولو باع داره التى يستحق بها الشفعة بطلت شفعته ولو بيعت دار بجنبها لايستحقها بالشفعة لعدم ملكه فيها۔

(۱۹) صورت مذکورہ بالا کا نتیجہ یہ ہے کہ اگر بالفرض شفیع طلب مواثبت اور اشہاد کے بعد قبل از قبض و قبل از حکم قاضی مر گیا تو اوسکے وارث اوس جایداد کے مالک نہونگے یا اوسنے اپنے مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو شفعہ باطل ہو جائیگا یا اگر مکان مشفوعہ کے قریب کوئی مکان اور فروخت ہوا تو شفیع اوس دوسرے مکان میں شفعہ کا دعوی نہ کر سکیگا اسواسطے کہ وہ مکان اوسکی ملک میں ہنوز داخل نہیں ہوا ہے

هذا باب فى بيان احكام طلب الشفعة والخصومة فيها وبيان كيفية الطلب

طلب شفعہ کرنے اور اوسمیں چارہ جوئی کرنے کا بیان

(۲۰) فان علم الشفيع بالبيع اى ببيع الدار المشفوعة اشهد على نفسه على الفور من غير تاخير ولا سكوت فى مجلسه على الطلب لان سكوته بعد العلم يدل على رضاه بجوار الجار الحادث ومعاشرته فتبطل شفعته به۔

(۲۰) جسوقت شفیع کو معلوم ہو کہ فلان مکان فروخت ہو گیا فورًا اوسی جلسہ میں اپنے طلب شفعہ کرنے پر لوگونکو گواہ کرنا چاہیے اور تاخیر یا سکوت نکرنا چاہیے اسلیے کہ اگر بیع کا حال معلوم ہونے کے بعد اوس نے سکوت کیا تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ شفیع مشتری کے ہمسایگی اور اوس کے پاس رہنے سے راضی ہے لہذا اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا۔

(۲۱) ولو اخبر بكتاب والشفعة فى اوله او وسطه فقرأ الكتاب الى آخره بطلت شفعته اذا كان ذلك بعد علم

(۲۱) اگر بذریعہ ایک خط کے شفیع کو بیع کا علم ہوا اور اوس خط کے اول میں یا اوسکے وسط میں بیع کا بیان تھا اور آخر تک خط کو پڑھ گیا مگر شفعہ کو طلب نہیں کیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا

المشتری والثمن۔

بشرطیکہ اخیر تک پڑھنے سے پہلے اوسکو ثمن کی مقدار اور مشتری کا حال

(۲۲) فان اخبر بحضرة الشهود يشهدهم عليه والا يطلب من غير اشهاد لان هذا الطلب صحيح من غير اشهاد

(۲۲) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوتے وقت گواہ موجود ہیں اوسوقت میں تو اونکو گواہ کر دینا چاہیے ورنہ بغیر کسی کے گواہ کیے خود شفعہ کو طلب کرنا چاہیے اسواسطے کہ یہ طلب بغیر گواہوں کے بھی صحیح ہو جاتی ہے۔

(۲۳) ويشترط ان يكون متصلا بعلمه عند عامة المشائخ وهو مروى عن محمد وعنه ان له التامل الى اخر المجلس كالمخيرة وبهذا اخذ الكرخى۔

(۲۳) عامہ مشائخ کا مذہب تو یہی ہے کہ یہ طلب علم بیع کی ساتھ معًا ہونے چاہیے اور امام محمد رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر دوسری روایت امام محمد رح سے یہ ہے کہ اخیر جلسہ تک شفیع کو فکر کرکے طلب کرنے کا اختیار ہے جسطرح خاوند عورت کو طلاق کا اختیار دے تو اخیر جلسہ تک عورت کو اختیار ہوتا ہے کرخی رح نے اسی قول کو پسند کیا ہے

ولو قال الشفيع بعد ما علم البيع الحمد لله او لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم او قال سبحان الله لا تبطل شفعته على هذه الرواية۔

اور اگر شفیع نے علم بالبیع کے بعد الحمد للہ یا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم یا سبحان اللہ کا لفظ کہا تو اس روایت کے موافق اوسکا شفعہ باطل نہو گا۔

وكذا لو قال من ابتاعها وبكم بيعت وكذا لو قال خلصنى الله تعالى

اسیطرح اگر یہ بات کہے کہ یہ مکان کسنے خریدا ہے یا کس قیمت کو فروخت ہوا ہے یا یہ کہا کہ خدا ے تعالی نے مجھو تو بچا دیا تو شفعہ باطل نہو گا

(۲۴) ويصح الطلب بكل لفظ يفهم منه طلب الشفعة فى الحال۔

(۲۴) جس لفظ سے فی الحال طلب شفعہ سمجھی جاوے خواہ وہ کوئی لفظ ہو اوس سے طلب شفعہ کرنا صحیح ہوتا ہے۔

(۲۵) ولا يجب عليه الطلب حتى يخبره رجلان غير عدلين او واحد عدل عند ابى حنيفة او رجل وامراتان وعندهما يجب عليه الاشهاد اذا اخبره واحد حرا كان او عبدا صغيرا كان او كبيرا اذا كان الخبر حقا وان لم يطلب بطلت الشفعة

(۲۵) امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک طلب شفعہ کرنا اوسوقت ضروری ہوتا ہے کہ ایک پرہیزگار مرد یا دو معمولی مرد یا دو عورتیں اور ایک مرد شفیع سے بیع کا حال بیان کریں اور صاحبین رح فرماتے ہیں فقط ایک شخص کے بیان کرنے سے شفیع کو طلب کرنا ضروری ہے خواہ وہ خبر دینے والا حر ہو یا غلام بالغ ہو یا نابالغ مگر یہ شرط ہے کہ شفیع کے گمان میں وہ خبر صحیح ہو اگر اس صورتمیں شفیع نے طلب شفعہ نکیا

(۲۶) ولو اخبره المشترى بنفسه يجب عليه الطلب بالاجماع كيفما كان لانه خصم فيه والعدالة غير معتبرة

(۲۶) اگر خود مشتری نے شفیع سے بیع کا حال بیان کیا تو بالاتفاق شفیع کو طلب شفعہ کرنا چاہیے خواہ وہ مشتری کیسا ہی شخص ہو اسلیے کہ مشتری اوسکا مدعی علیہ ہے اور مدعی مدعی علیہ کے اندر عادل ہونا

فی الخصوم۔

لحاظ نہین کیا جاتا ہے۔

(۲۷) ثم اشهد علی البائع لو کان المبیع فی یده او اشهد علی المشتری او اشهد عند العقار وهذا طلب التقریر وما ذکرنا طلب المواثبة۔

(۲۷) علم بالبیع کے بعد شفیع کے اوپر جو طلب شفعہ لازم ہوتی ہے اوسکو طلب مواثبت کہتے ہین اس طلب کے بعد شفیع کو چاہیے خواہ بائع کے سامنے لوگونکو گواہ کرے یا مشتری کے روبرو یا اوس مکانکے پاس جاکر مگر بائع کے روبرو اوسیوقت گواہ کرسکتا ہے

(۲۸) وکیفیته ان یقول ان فلانا باع هذه الدار ویذکر حدودها الاربعة وانا شفیعها وقد کنت طلبت شفعتها واطلبها الآن فاشهدوا علی ذلك۔

(۲۸) طلب تقریر کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ شفیع یہ بات بیان کرے کہ فلان شخص نے فلان مکان کو فروخت کیا ہے کہ جسکے حدود اربعہ یہ ہین اور مین اوسکا شفیع ہون اور طلب شفعہ کرچکا ہون اور اب بھی طلب کرتا ہون تم لوگ میرے لیے اس بات پر گواہ رہو۔

(۲۹) ومدة هذا الطلب مقدرة بتمکنه من الاشهاد مع القدرة علی احد هؤلاء الثلاثة حتی لو تمکن ولم یطلب الشفعة بطلت شفعته۔

(۲۹) طلب تقریر کی مدت کچھ معین نہین ہے بلکہ اوسکا تعین یہی ہے کہ جتنے عرصہ مین شفیع اون تینون مین سے کسی کے پاس پہونچ کر لوگونکو گواہ کرسکے اگر باوجود اسقدر مہلت ملنے کے اوسنے طلب تقریر نہین کی تو شفعہ باطل ہوگیا۔

(۳۰) وان قصد الابعد من هذه الثلاثة وترك الاقرب فان کانوا جمیعا فی مصره جاز استحسانا وان کان بعضهم فی مصره والبعض الاخر فی مصر اخر او فی الرستاق فقصد الابعد وترك الذی فی مصره بطلت شفعته

(۳۰) اگر اون تینون مین سے قریب کو چھوڑ کر شفیع نے بعید کے پاس جاکر گواہ کیا تو اوسمین دو صورتین ہین اگر یہ تینون یعنے بائع اور مشتری اور مکان سب اوسیکے شہر مین ہین تب تو استحسان کے طور پر اوسکی صحت کا حکم دیا جائیگا اور اگر مکان مثلاً اوسیکے شہر مین ہے مگر بائع اور مشتری کسی دوسرے

(۳۱) وان اشهد عند طلب المواثبة علی البائع بان کان حاضرا او علی المشتری او عند العقار یکفیه ذلك ویقوم مقام الطلبین ذکره شیخ الاسلام۔

(۳۱) اگر طلب مواثبت کی وقت شفیع نے بائع یا مشتری کے روبرو یا مکان کے پاس جاکر لوگونکو گواہ کردیا تو شیخ الاسلام ذکر کیا ہے کہ یہ اوسکے کافی ہوگا اور دونون طلبون کے قائم مقام ہوجائیگا یعنے اب اسکو طلب تقریر کی ضرورت نہ رہیگی۔

(۳۲) والطلب الثالث هو طلب الاخذ والتملك اشار الیه بقوله ثم لا تسقط الشفعة بالتاخیر

(۳۲) طلب مواثبت اور طلب اشہاد کے بعد شفیع کو طلب تملک کرنا چاہیے مگر صاحبین رح کا قول ہے کہ اگر اس طلب مین

اى بتاخير طلب الاخذ بعد ما استقرت شفعته بالاشهاد عندهما وعند محمد انه ان اخر هذا الطلب الى شهر من غير عذر بطلت الشفعة وبه قال زفر وهو رواية عن ابي يوسف وفي العيون وبعضنا افتى به وعنه انه قدر بثلاثة ايام

تاخیر ہو جائے اور طلب اشہاد کر چکا ہو تو اوسکا شفعہ ساقط نہین ہوتا ہے اور محمد رح کے نزدیک اگر بلا عذر ایک مہینہ تک طلب اشہاد کے بعد طلب تملک نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے زفر رح بھی اسی کے قائل ہین اور ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت مین یہی قول مروی ہے۔ اور عیون مین مذکور ہے کہ ہمارے بعض فقہا نے اسی پہ فتویٰ دیا ہے اور ایک روایت ابو یوسف رح سے یہ ہے کہ انہون نے تین روز اوسکی مدت

(۳۳) عن ابي يوسف اذا ترك المحاكمة والمرافعة الى القاضي في زمان يقدر على ذلك بطلت الشفعة۔

(۳۳) ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ اگر کوئی شخص اتنی مدت پائے کہ اوس مدت مین طلب تملک کر سکتا ہو مگر نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۳۴) وعند الشافعي في الجديد واحمد في رواية تبطل بالتاخير ولو بلا عذر۔

(۳۴) امام شافعی رح کا قول جدید اور نیز امام احمد رح سے ایک روایت ہے کہ طلب تملک مین تاخیر کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے اگرچہ بلا عذر تاخیر ہو

(۳۵) وعند مالك تبطل بمضي سنة

(۳۵) امام مالک رح کے نزدیک ایک سال کے گذر جانے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے

(۳۶) والفتوى على قول ابي حنيفة انها لا تبطل ابدا حتى يسقطها بلسانه لان الحق قد ثبت بالطلب فلا يبطل بالتاخير كسائر الحقوق۔

(۳۶) مفتی بہ قول اس بارہ مین امام صاحب رح کا قول ہے کہ جبتک شفیع خود شفعہ کو اپنی زبان سے ساقط نہ کرے اوسوقت تک ساقط نہین ہے اسواسطے کہ طلب کرنیسے حق شفعہ ثابت ہو گیا لہذا جسطرح اور حقوق کا حال ہے کہ تاخیر کرنیسے ساقط نہین ہوتے اسیطرح وہ بھی ساقط نہین ہو سکتا

(۳۷) ولو كان التاخير بعذر من مرض او سفر او حبس او عدم قاض يرى الشفعة بالجوار في بلد لا تسقط بالاجماع وان طالت المدة۔

(۳۷) اگر طلب تملک مین کسی عذر سے تاخیر ہو گئی مثلاً بیمار رہتا یا سفر مین تھا یا قید خانہ مین تھا یا اوس کے شہر مین ایسا قاضی نہ تھا جو شفعہ بالجوار کو تجویز کرتا ہو تو باتفاق ائمہ اس شخص کا شفعہ ساقط نہین ہوتا اگرچہ مدت دراز گذر جائے۔

(۳۸) فان طلب الشفيع الشفعة عند القاضي سال القاضي المدعى عليه وهو المشتري عن الدار التي يشفع بها الشفيع هل هي ملك للشفيع ام لا فان اقر المشتري بملك ما يشفع به او نكل

(۳۸) جسوقت شفیع طلب تملک کرے یعنے قاضی کے روبرو اپنے شفعہ کا مطالبہ کرے تو قاضی کو مشتری سے سوال کرنا چاہیے کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ اسکی ملک ہے یا نہین اگر اس صورت مین مشتری اقرار کرے کہ وہ مکان شفیع کی ملک ہے یا اسبات کا منکر ہو کر پھر حلف کرنے سے

المشتری عن الیمین بعد ما انکر او برھن
الشفیع ای اقام بینة انها ملکه ثم ساله
ای سأل القاضی المشتری عن الشراء
فیقول له اشتریت ام لا فان اقر
المشتری به ای بالشراء او نکل عن
الیمین بعد ما انکر او برھن الشفیع
ای اقام بینة علی الشراء قضی القاضی
بها ای بالشفعة لثبوته عنده۔
والواجب فی ھذا ان یسال
القاضی اولا المدعی عن موضع الدار
من مصر ومحلة وحدودھا لانه
ادعی فیها حقا فلابد ان تکون
معلومة۔
فاذا بین ذلک سأل ھل قبض
المشتری الدار ام لا لانه اذا لم یقبضها
لاتصح دعواه علی المشتری حتی یحضر
البائع فاذا بین ذلک ساله عن طلب
التقریر کیف کان وعند من اشهد
فاذا بین ذلک کله تم دعواه ثم اقبل
علی المدعی علیه فساله عن الدار التی
یشفع بها ھل ھی ملک الشفیع ام لا فان
اعترف ثبت باعترافه وان انکر کلف
القاضی الشفیع اقامة البینة علی انه مالک
لما یشفع به۔
وعند زفر یقضی بظاهر الید

انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ پیش کردے کہ وہ مکان
میرا مملوک ہے تو بہرحال اسکے بعد قاضی کو مشتری سے
خریدنے کی نسبت سوال کرنا چاہیے کہ تو نے یہ مکان مشفوعہ
خریدا ہے یا نہین اگر وہ خریدنیکا اقرار کرلے یا انکار کر کے پھر
حلف کرنے سے بھی انکار کرے یا خود شفیع اسبات کے گواہ
پیش کردے کہ مکان مشفوعہ اس مدعی علیہ نے خریدا ہے تو اسوقت
قاضی کو شفعہ کا حکم دیدینا چاہیے اسواسطے کہ اس گفتگو سے
قاضی کے نزدیک شفعہ ثابت ہوگیا۔ اور شروع سے اس
گفتگو کا طریقہ یہ ہے کہ اولا قاضی کو مدعی سے مکان مشفوعہ کا
پتا ونشان دریافت کرنا چاہیے کہ کونسے شہر مین اور
کونسے محلہ مین ہے اور اوس کے حدود اربعہ کیا ہین اسواسطے
کہ جب اس مکان مین وہ اپنے حق کا دعوی کرتا ہے
تو قاضی کو اوس مکان کا معلوم ہونا ضروری ہے جب مدعی
اس کا بیان کرچکے تو قاضی اوس سے سوال کرے کہ مشتری نے
اوس پر اپنا قبضہ کرلیا ہے یا نہین اسواسطے کہ اگر مشتری کا
قبضہ نہین ہوا ہے تو بغیر موجودگی بائع کے مشتری پر
مدعی کا دعوی صحیح نہوگا جب اسکو بھی بیان کردے تو
قاضی اوس سے یہ بات دریافت کرے کہ طلب تقریر تو نے
کسطور پر کی اور کس کے پاس گواہ کیا جب اسکا بھی جواب
دیدے تو اوسکا دعوی پورا ہوجائیگا اسکے بعد قاضی کو مدعی علیہ
کی طرف مخاطب ہونا چاہیے اور اوس سے دریافت کرنا چاہیے
کہ جس مکان کے ذریعہ سے یہ شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہے وہ
شفیع کی ملک ہے یا نہین اگر اوس نے اقرار کرلیا تو شفیع کی
ملکیت اوس کے اقرار سے ثابت ہوگئی اور اگر مشتری نے کہا
کہ وہ مکان شفیع کی ملک نہین ہے تو شفیع سے اسبات کے گواہ لینے

وهو احدى الروايتين عن ابي يوسف وقول الشافعي لان اليد دليل الملك ظاهرا ولنا ان الظاهر يكفي للدفع دون الالزام۔

فان عجز عن البينة فطلب يمينه استحلف المشتري بالله ما يعلم انه مالك للذي ذكره مما يشفع به عند ابي يوسف وعند محمد يحلف على البتات فان نكل او اقام الشفيع بينة او اقر المشتري بذلك ثبت ملك الشفيع في الدار التي يشفع بها وثبت السبب وبعد ذلك سال القاضي المدعى عليه فيقول له هل اشتريت ام لا فان انكر الشراء قال للشفيع اقم البينة انه اشترى فان عجز عن اقامة البينة وطلب يمين المشتري استحلف بالله ما اشترى او بالله ما يستحق عليه في هذه الدار شفعة من الوجه الذي ذكره فهذا تحليف على الحاصل وهو قول ابي حنيفة ومحمد والاول على السبب وهو قول ابي يوسف فان نكل او اقر او اقام الشفيع بينة قضى بها لظهور الحق بالحجة۔

(۳۹) ولا يلزم الشفيع احضار الثمن وقت الدعوى فيجوز له المنازعة وان لم

چاہیں کہ وہ مکان کا مالک ہی اور امام زفر رح فرماتے ہیں فقط ظاہری قبضہ سے ملکیت کا حکم دیدیا جائیگا اور امام ابو یوسف رح سے بھی ایک روایت یہی ہی اور امام شافعی رح کا قول بھی یہی ہے اسواسطے کہ قبضہ ملکیت کی دلیل ہے مگر حنفیہ کہتے ہیں ظاہری قبضہ دوسرے کے ملکیت کی دفع کرنے کو کافی ہو سکتا ہی مگر دوسرے کے اوپر اوس کے ذریعہ سے حق ثابت نہیں ہو سکتا۔ الغرض جبوقت قاضی نے شفیع سے گواہ طلب کیے اور گواہ نہ لاسکا بلکہ اوس نے مشتری سے حلف لینے کی درخواست کی تو مشتری سے ابو یوسف رح کے نزدیک حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم مجکو معلوم نہیں کہ جس مکان کے ذریعہ سے شفعہ کا دعوی کرتا ہی وہ اوسکی ملک ہی اور محمد رح فرماتے ہیں حلف لینا چاہیے کہ خدا کی قسم وہ مکان شفیع کی ملک نہیں ہی بہر حال اگر مشتری اس حلف سے انکار کرے یا خود شفیع ملکیت کے گواہ سنادے یا مشتری اوسکی ملکیت کا اقرار کرلے تو جس مکان کے ذریعہ سے شفیع شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس مکان میں شفیع کی ملکیت ثابت ہو جائیگی اور شفعہ کا سبب متحقق ہو جائیگا بعد ازان قاضی کو مدعی علیہ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ تو نے مکان مشفوعہ خرید اہی یا نہیں اگر خریدنے سے انکار کرے تو شفیع سے اثبات کے گواہ طلب کیے جائینگے کہ وہ مکان مشتری نے خریدا ہی اگر گواہ نہ لاسکا اور اُس نے مشتری سے حلف لینا چاہا تو مشتری سے یہ حلف لیا جائیگا کہ خدا کی قسم مین نے نہیں خریدا ہی یا یہ کہے کہ خدا کی قسم جس وجہ سے اس مکان مین یہ شخص شفعہ کا دعوی کرتا ہی اوس وجہ سے یہ شفعہ کا مستحق نہیں ہی کہ دوسرا حلف حاصل کے اوپر ہے اور ابو حنیفہ رح اور محمد رح کا قول یہی ہی اور پہلا حلف سبب کے اوپر ہے اور ابو یوسف رح کا قول وہی ہی بہر حال

(۳۹) دعوی کے وقت شفیع پر ثمن کا موجود کر دینا ضرور نہیں ہی اگر قاضی کے پاس وسنے ثمن حاضر نہیں کیا ہی اسوقت بھی

یحضرہ الثمن الی مجلس القاضی۔

منازعت کرنے کا مجاز ہے۔

(۴۰) وعن محمد لا یقضی له بها حتی یحضر الثمن وهو روایة الحسن عن ابی حنیفة احترازا عن توی الثمن۔

(۴۰) محمد رح سے مروی ہے تا وقتیکہ شفیع ثمن کو لاکر موجود نہ کردے قاضی کو اوسکے لیے شفعہ کا حکم نہ دینا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ثمن ہلاک ہو جائے اور مشتری کے حق تلفی ہو حسن نے امام ابوحنیفہ رح سے بھی اس قول کو روایت کیا ہے۔

(۴۱) وجه الظاهر انه لا یجب علیه الا بعد القضاء لانه قبل القضاء غیر واجب علیه فلا یطالب به۔

(۴۱) ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے ادیے ثمن او وقت واجب ہوتا ہے کہ قاضی شفعہ کا حکم دیدے اوسسے قبل واجب نہیں ہوتا اور جب اوپر واجب نہیں ہے تو اوس سے مطالبہ نہیں ہو سکتا۔

(۴۲) وعند الشافعی ینتظر الی ثلاثة ایام وعند مالک واحمد یومین۔

(۴۲) شافعی رح کے نزدیک حکم قاضی کے بعد تین روز تک ثمن کا انتظار ہو سکتا ہے اور مالک اور احمد رح کے نزدیک صرف دو روز تک ہو سکتا ہے اگر اس عرصہ میں اوس نے ثمن لاکر حاضر کر دیا

فان احضر الثمن فیها والا فسخ فان قال لیس عندی الثمن او احضرہ غدا او ما اشبه ذلک تبطل الشفعة

تب تو خیر ورنہ شفعہ فسخ ہو جائیگا اور اگر شفیع نے یہ بات کہی میرے پاس ثمن نہیں ہے یا یہ کہا کہ کل کو حاضر کردونگا یا اسی قسم کا کوئی لفظ کہا تو شفعہ باطل ہو جائیگا مگر ائمہ ثلاثہ کے نزدیک باطل نہوگا۔

وعند الثلاثة لا بل انما یلزم الشفیع احضار الثمن بعد القضاء ای بعد قضاء القاضی بالشفعة لما ذکرنا۔

بلکہ جب قاضی شفیع کے لیے شفعہ کا حکم دیدے تو اوسکے بعد شفیع کو ثمن کا حاضر کرنا چاہیے اسواسطے کہ حکم قاضی کے بعد ثمن کا ادا کرنا اوس کو واجب ہو جاتا ہے۔

(۴۳) وخاصم الشفیع البائع لو ای لو کان المبیع فی یدہ لان له یدا محقة اصالة فکان خصما کالمالک بخلاف المودع والمستعیر ونحوهما لان یدهم لیست باصالة فلا یکون خصما۔

(۴۳) اگر مبیع ہنوز بائع کے پاس موجود ہے تو شفیع بائع سے بھی مخاصمت کرتا ہے اسواسطے کہ بائع کا قبضہ ذاتی اور اصلی طور پر ہے لہذا جسطرح مالک یعنے مشتری سے مخاصمت ہو سکتی ہے اوسیطرح بائع سے بھی اس حالت میں ہو سکتی ہے بخلاف اوس صورت کے کہ وہ مکان کسی کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہو کہ اوس شخص سے شفیع مخاصمت نہیں کرسکتا ہے

ولا یسمع القاضی البینة حتی یحضر المشتری لان لکل

کیونکہ اوسکا قبضہ ذاتی طور پر نہیں ہے اگر جبتک مشتری موجود نہو

ہے

منهما في المبيع حقا للبائع اليد وللمشتري الملك والشفيع يتعرض للحقين جميعا فلا بد من حضورهما فيفسخ البيع بمشهد اي بمشهد المشتري اي بحضوره بخلاف ما بعد القبض حيث لا يشترط حضور البائع لان العقد قد انتهى بالتسليم فصار البائع اجنبيا عنهما۔

قاضی کو شفیع کے گواہ نہ سننے چاہییں اسواسطے کہ اس بیع میں ابھی تک دونوں کا حق ہے اسلیے کہ قبضہ اگرچہ بائع کا ہے مگر ملک مشتری کی ہے اور شفیع دونوں حقوق میں دخل دیتا ہے لہذا بائع اور مشتری کا حاضر ہونا ضروری ہے تاکہ مشتری کے روبرو اس بیع کو فسخ کر دیا جائے اور اگر مشتری کا مبیع پر قبضہ ہو گیا ہے تو صرف مشتری کا حاضر ہونا کافی ہے اور بائع کے حاضر ہونیکی ضرورت نہیں ہے اسواسطے کہ جب مشتری کا قبضہ ہو گیا تو اب بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور بیع تام ہو گئی۔

(۴۴)، والعهدة وهي ضمان الثمن عند الاستحقاق على البائع عندنا۔ وقالت الثلاثة على المشتري والاصل في ذلك ان حقوق العقد ترجع الى المالك عندهم والى العاقد عندنا۔

(۴۴) حنفیہ کے نزدیک اگر مکان مبیعہ میں کسی کا حق برآمد ہوا تو بائع اوسکے ثمن کا ذمہ دار ہوگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک مشتری ذمہ دار ہوگا اور اس اختلاف کا منشا یہ ہے کہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بیع کے احکام مالک کی طرف راجع ہوتے ہیں اور حنفیہ کے نزدیک عقد کرنے والے کی طرف راجع ہوتے ہیں۔

❊ ❊ ❊ ❊ ❊ ❊

(۴۵)، والوكيل بالشراء خصم للشفيع ما لم يسلم المبيع الى الموكل لان الوكيل هو العاقد والاخذ بالشفعة من حقوق العقد فيكون متوجها عليه الا ان يسلم الدار الى الموكل فيخرج عن الخصومة وعند الثلاثة الخصم هو الموكل ابتداء لان الوكيل بمنزلة السفير۔

(۴۵)، اگر ایک شخص کو مکان خریدنے کے لیے وکیل کیا تو جبتک وہ مکان موکل کے قبضہ میں نہ آجائے اوس وقت تک شفیع وکیل سے مخاصمت کرسکتا ہے اسواسطے کہ عقد کرنے والا یہاں پر وکیل ہے اور شفعہ عقد کے احکام میں سے ہے لہذا وکیل سے مخاصمت کیجائیگی مگر جس صورت میں وہ مکان موکل کے قبضہ میں دیدے کہ اب وکیل سے خصومت نہیں ہوسکتی اور ائمہ ثلاثہ یعنے شافعی اور احمد اور مالک رحمہم اللہ کے نزدیک شروع ہی سے دعوی موکل کے اوپر ہے کیونکہ وکیل محض بمنزلہ سفیر کے ہے۔

(۴۶)، وللشفيع خيار الروية والعيب وان شرط المشتري البراءة منه اي من العيب بالاجماع لان الاخذ بالشفعة بمنزلة الشراء فيثبت فيها الخيار ولا يسقط برؤية المشتري وبشرط

(۴۶)، اگرچہ مشتری نے بائع سے عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کرلی ہو مگر شفیع کو بالاتفاق خیار رویت اور خیار عیب حاصل رہتا ہے اسواسطے کہ شفعہ سے لینا بمنزلہ خریدنے کے ہے لہذا شفیع کو لامحالہ اختیار ثابت ہوگا اور مشتری کے دیکھ لینے یا عیب سے بری ہونے کی شرط قبول کرلینے سے شفیع کا اختیار ساقط نہوگا کیونکہ شفیع

براءته لان الشفیع لیس بنائب عنه فلا یسقط حقه باسقاط المشتری۔

اس مشتری کا نائب نہیں ہے لہذا مشتری کے ساقط کرنے سے اوسکا حق ساقط نہو گا۔

(۴۷) وان اختلف الشفیع والمشتری فی مقدار الثمن فالقول للمشتری لانه منکر لان الشفیع یدعی استحقاق الاخذ عند نقد الاقل والمشتری ینکره ولا یتحالفان لان التحالف عرف بالنص فیما اذا وجد الانکار من الجانبین والدعوی من الجانبین والمشتری لا یدعی علی الشفیع شیئا فلا یکون الشفیع منکرا ولا یکون فی معنی ما ورد به النص فامتنع القیاس۔

(۴۷) اگر شفیع اور مشتری کے مابین ثمن کی مقدار مین اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہوتا ہے اسواسطے کہ مشتری منکر ہوتا ہے کیونکہ شفیع اسبات کا مدعی ہے کہ تھوڑا ثمن دیکر مین اس مکان کے لینے کا مستحق ہوں اور مشتری اوس سے انکار کرتا ہے مگر اون سے حلف نہ لیا جائیگا اسواسطے کہ دونوں طرف سے حلف لینے کا حکم نص سے صرف اُس صورت مین ثابت ہوا ہے کہ دونوں طرف سے دعوی اور دونوں طرف سے انکار پایا جائے اور یہاں مشتری شفیع پر کسی چیز کا دعو نہین کرتا کہ شفیع اوسکا منکر ہوتا پس مورد نص مین داخل نہوا اور اوسپر قیاس نہین کرسکتے۔

(۴۸) وان برهنا ای وان اقام کل واحد منهما البینة علی دعواه فللشفیع ای فالبینة بینة الشفیع عندهما

(۴۸) اگر دونوں نے اپنے اپنے دعوی پر گواہ سنا دے تو صاحبین رح کے نزدیک شفیع کے گواہوں کا اعتبار کیا جائیگا۔

(۴۹) وعند ابی یوسف البینة بینة المشتری لانها تثبت الزیادة وعند الشافعی واحمد تهاترتا والقول للمشتری وعنهما یقرع وعند مالک یحکم بالاعدل والا بالیمین۔

(۴۹) صورت مذکورہ بالا مین ابو یوسف رح کے نزدیک مشتری کے گواہوں کا اعتبار ہوگا اسواسطے کہ اون سے ایک زیادہ بات ثابت ہوتی ہے اور شافعی اور احمد رح کے نزدیک دونوں کے گواہ نامعتبر ہونگے اور مشتری کے قول کا اعتبار کیا جائیگا اور ان دونوں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ قرعہ اندازی کیجائیگی اور امام مالک رح فرماتے ہین

(۵۰) ولهما ان بینة الشفیع ملزمة وبینة المشتری غیر ملزمة لان الشفیع لو ترک الدعوی یترکه فیکون الملزم اولی۔

(۵۰) صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ شفیع کے گواہوں سے دوسرے پر حق لازم ہوتا ہے اور مشتری کے گواہوں سے لازم نہین ہوتا کیونکہ اگر شفیع اپنا دعوی چھوڑ دے تو مشتری خود چھوڑ دیتا ہے لہذا شفیع کے گواہ معتبر ہونگے۔

(۵۱) وان ادعى المشترى ثمنا وادعى بائعه اقل منه والحال انه لم يقبض الثمن اخذها اى المشفوعة الشفيع بما قال البائع لان الامران كان كما قاله البائع فالشفيع ياخذه به وان كان كما قاله المشترى يكون حطا عن المشترى بدعواه الاقل وحط البعض يظهر فى حق الشفيع فياخذه به ولو كان ما ادعاه البائع اكثر مما ادعاه المشترى تحالفا ايهما نكل ظهران الثمن ما يقوله الآخر فياخذها الشفيع بذلك وان فسخ القاضى العقد بينهما ياخذه الشفيع بما يقوله البائع۔

(۵۱) اگر مشتری کہتا ہے یہ مکان میں نے سو روپیہ کو خریدا ہے اور بائع کہتا ہے میں نے پچاس کو فروخت کیا ہے اور ہنوز بائع نے ثمن کو وصول نہیں کیا تو شفیع اس صورت میں پچاس روپیہ دیکر مکان مشفوعہ کو لے سکتا ہے اسلئے کہ اگر فی الحقیقت پچاس کو خریدا ہے تب تو شفیع کو پچاس ادا ہی کرنے چاہییں اور اگر سو کو خریدا ہے تو بائع کا یہ کہنا کہ میں نے پچاس کو فروخت کیا ہے ثمن کا کم کردینا خیال کیا جائیگا اور یہ کمی شفیع کے حق میں ظاہر ہو جائیگی سو واسطے پچاس سے لے سکیگا اور اگر مشتری پچاس کا دعوی کرتا ہے اور بائع سو کا مدعی ہے تو ان دونوں سے حلف لیا جائیگا اور جو کوئی حلف سے انکار کریگا تو ثابت ہو جائیگا کہ دوسرے کا قول صحیح ہے اور اوسی کے موافق شفیع کو ثمن ادا کرنا پڑیگا۔ اور اگر قاضی نے بائع اور مشتری کے عقد کو فسخ کر دیا تو بائع کے قول کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا۔

* * * * *

(۵۲) وان قبض البائع الثمن فى المسئلة المذكورة اخذها الشفيع بما قال المشترى اذ اثبت ذالك بالبينة او بيمينه ولا يلتفت الى قول البائع لان باستيفاء الثمن انتهى العقد وصار البائع كالاجنبى وعند الثلاثة يؤخذ بقول المشترى هنا ايضا۔

(۵۲) اگر صورت مذکورہ بالا میں بائع نے ثمن کو وصول کر لیا ہے تو مشتری کے بیان کے موافق شفیع کو ثمن دینا پڑیگا بشرطیکہ مشتری گواہ سنا دے یا حلف کرلے اسلئے کہ وصول ثمن کے بعد عقد تمام ہو گیا اور بائع ایک اجنبی شخص ہو گیا اور ائمہ ثلثہ کے نزدیک پہلی صورت میں بھی مشتری کا قول معتبر ہوگا۔

* * * * *

(۵۳) وحط البعض اى بعض الثمن يظهر فى حق الشفيع حتى ياخذه بما بقى لان الحط ملتحق باصل العقد صار الباقى هو الثمن وعند الثلاثة لا يظهر

(۵۳) اگر بائع نے ثمن کے اندر کچھ کمی کر دی تو شفیع کے حق میں بھی کمی ہو جائیگی اور اوسیقدر کمی سے مکان کو لے سکیگا اسواسطے کہ جب یہ کمی نفس بیع کے اندر داخل ہو گئی تو کم کرنے کے بعد جسقدر باقی رہا ہے اوسیقدر ثمن معتبر ہو گیا اور

ولا یسقط عن الشفیع بل علیه الثمن المسمی وقد مر اصل هذا فی کتاب البیوع۔

رحمۃ اللہ کے نزدیک شفیع سے کمی نہ کیجائیگی بلکہ جو ثمن پہلے قرار پایا ہے وہی ثمن اوسکو دینا پڑے گا۔ کتاب البیوع میں اس مسئلہ کی اصل گذر چکی ہے۔

(۵۴) لا یظهر حط الکل ای کل الثمن یعنی لو حط البائع کل الثمن عن المشتری لم یسقط عن الشفیع بالاجماع لانه یصیر بیعا بلا ثمن وانه باطل۔

(۵۴) اگر بائع نے مشتری کو کل ثمن چھوڑ دیا تو بالاتفاق شفیع کے ذمہ سے ساقط نہو گا اسواسطے کہ یہ بیع بلا ثمن ہو گی اور بیع بلا ثمن باطل ہوتی ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۵۵) ولا یظهر ایضا الزیادة علی الثمن بعد عقد البیع حتی لا تلزمه الزیادة بالاجماع لان فی اعتبارها الحاق الضرر به وهو مدفوع۔

(۵۵) اگر بیع ہو جانے کے بعد مشتری نے بائع کے لیے ثمن بڑھا دیا تو بالاتفاق وہ زیادتی شفیع پر لازم نہو گی اسواسطے کہ اگر اس زیادتی کا اعتبار کیا جائے تو اسمیں شفیع کا ضرر ہے اور شریعت کے اندر ضرر مدفوع ہے۔

(۵۶) وان اشتری دارا بعرض او بعقار اخذها ای الدار الشفیع بقیمته ای بقیمة ذلک العرض او العقار واخذها بمثله ای بمثل ذلک العرض لو کان مثلیا ای من ذوات الامثال کالمکیل والموزون والعددی المتقارب کما فی ضمان العدوان۔

(۵۶) اگر ایک مکان بعوض ایک زمین کے یا بعوض منقول چیز کے خریدا تو شفیع کو اوس کے بدلہ میں زمین اور اس چیز کی قیمت ادا کرنا چاہیے اور اگر وہ چیز مثلی یعنے ذوات الامثال میں سے ہو مثلا وہ چیزیں جو ناپ یا تول یا گنتی سے فروخت ہوتے ہیں تو شفیع کو اوسکا مثل ادا کرنا چاہیے جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کے صورت میں تاوان کا قاعدہ ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۵۷) واخذها الشفیع بحال ای بثمن حال لو کان الثمن مؤجلا بان کان المشتری اشتراها الی اجل او یصبر الشفیع عن الاخذ حتی یمضی الاجل المضروب بین البائع والمشتری فیاخذها

(۵۷) اگر مشتری نے ایک مکان کچھ مدت کے بعد ثمن ادا کرنے کے وعدہ پر خریدا ہے تو شفیع اسطرح اسکو نہیں لے سکتا بلکہ فی الحال اوسکو ثمن ادا کرنا پڑے گا یا اوس مدت معین تک شفیع کو صبر کرنا پڑے گا بعد ازاں اوسی ثمن سے لے سکیگا جو اونکے مابین قرار پایا ہے۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

بعد ذلك۔

(۵۸) وقال زفر ومالك واحمد والشافعي في القديم له ان ياخذها في الحال بالثمن المؤجل لان الشراء وقع به ولنا ان الاصل في الثمن ان يكون حالا وانما يؤجل بالشرط ولا شرط في حق الشفيع۔

(۵۸) زفر اور مالک اور احمد اور شافعی رحمہم اللہ کا قدیم قول یہ ہے کہ صورت مذکورہ مین شفیع اوسیوقت اوس مکان کو اوسی مدت کے وعدہ پر فی الحال لے سکتا ہے اسواسطے کہ اوس مکان کی بیع اسیطرح واقع ہوئی ہے حنفیہ یہ وجہ بیان کرتے ہین کہ اصل مین ثمن اوسیوقت ادا کرنے کی چیز ہے اور اوسکے اندر تاخیر صرف شرط لگانے سے ہوجاتی ہے اور شفیع کے حق مین وہ شرط نہین لگائی گئی ہے۔

(۵۹) ثم لابد من الطلب ان كان يصبر الى حلول الاجل حتى لو سكت ولم يطلب في الحال بطلت شفعته عندهما وعند ابي يوسف لا تبطل بالتاخير الى حلول الاجل لان الطلب ليس بمقصود لذاته بل للاخذ وهو لا يتمكن منه في الحال بثمن مؤجل فلا فائدة في طلبه في الحال ولهما ان حقه قد ثبت ولهذا له ان ياخذ بثمن حال ولولا ان حقه ثابت لما كان له ذلك والسكوت عن الطلب بعد ثبوت حقه يبطل الشفعة۔

(۵۹) مگر صورت مذکورہ مین اگر شفیع کو اوس مدت معین کے گذرنے کا انتظار کرنا منظور ہو تو بھی اوسکو طلب شفعہ اوسیوقت کرنا چاہیے اگر فی الحال شفعہ طلب نہ کیا بلکہ سکوت کرلیا تو شیخین کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل ہوجائیگا اور ابو یوسف رح کے نزدیک باطل نہوگا اسواسطے کہ طلب شفعہ کوئی مقصود بالذات چیز نہین ہے بلکہ لینے کی غرض سے طلب کیا جاتا ہے اور وہ اس صورت مین مکان کو فی الحال نہین لے سکتا پھر اوسکے فی الحال طلب کرنے کا کیا نتیجہ ہے۔ اور صاحبین رح کی دلیل یہ ہے کہ اوسکا حق تو ثابت ہوچکا ہے اور لہذا فی الحال ثمن دیکر فی الحال مکان کو لے سکتا ہے اگر حق ثابت نہوتا تو کسطرح لے سکتا تھا اور یہ قاعدہ ہے کہ اگر ثبوت حق کے بعد پھر طلب شفعہ سے سکوت کیا جائے تو شفعہ باطل ہوجاتا ہے۔

(۶۰) واخذها بمثل الخمر وقيمة الخنزير ان كان الشفيع ذميا صورته اشترى ذمي من ذمي عقارا بخمر او خنزير فان كان شفيعه ذميا اخذه بمثل الخمر وقيمة الخنزير لان هذا بيع صحيح فيما بينهم فاذا صح ترتب عليه

(۶۰) ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے ایک مکان بعوض شراب یا خنزیر کے خریدا اور اوسکا شفیع بھی ایک ذمی شخص ہے تو شراب کے بدلہ شراب اور خنزیر کے بدلہ اوسکی قیمت ادا کرکے مکان کو لے سکتا ہے اسواسطے کہ اس قسم کی بیع ذمی لوگونکے باہم درست ہے اور جب درست ہوئی تو بیع کے احکام مثل شفعہ وغیرہ کے اوسپر مترتب ہونگے مگر ذمی کیونکہ

احکام البیع مثل الشفعة ونحوها غیر ان الذمی لا یتعذر علیه تسلیم الخمر فیاخذ بها لانها من ذوات الامثال والخنزیر من ذوات القیم فیجب علیه قیمته۔

شراب کے بدلہ شراب کا دینا دشوار نہین ہی اسواسطے اُسکو شراب دینی پڑیگی اور خنزیر چونکہ غیر مثلی چیز ہی اسواسطے اُسکی قیمت ادا کرنا ہوگا اور اگر اس صورت مین ایک مسلمان اور ایک ذمی شخص شفیع ہین تو ہر ایک نصف مکان کو شراب کی قیمت یا شراب کے بدلہ شراب دیکر لے سکتا ہے۔ اور اگر ذمی مسلمان ہوگیا تو اوس کا حکم

وان کان الشفیع مسلما وذمیا اخذ کل واحد منهما النصف بما ذکرنا من قیمة الخمر او مثلها ولو اسلم الذمی صار حکمه حکم المسلم من الابتداء فیاخذها بالقیمة والمستامن کالذمی فی جمیع ذلك۔

اوس شخص کے مانند ہی جو پیشتر سے ہی مسلمان ہو اور مستامن کا حال تمام احکام مین ذمی کا سا ہے

* * * * *

(۶۱) واخذ بقیمتها ای بقیمة الخمر وقیمة الخنزیر لو کان الشفیع مسلما لانه لا یقدر علی تسلیم المثل لکونه ممنوعا عن تملیکهما وتملکهما فیجب علیه قیمتهما کما فی ضمان العدوان۔

(۶۱) اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی سے بعوض شراب یا سوٴر کے ایک مکان خریدا اور ایک مسلمان کا اوسمین شفعہ ہی تو اس مسلمان کو اون دونون کی قیمت ادا کرنی پڑیگی اسواسطے کہ مسلمان اون کا لین دین نہین کرسکتا لہذا اونکی قیمت اوسکو دینی پڑیگی جسطرح قصدًا ہلاک کرنے کی صورت مین تاوان دینے کا قاعدہ ہی۔

(۶۲) واخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس لو بنی المشتری علی الارض المشفوعة او غرس فیها او کلف الشفیع المشتری قلعهما ای قلع البناء والغرس ویاخذ الارض فارغة۔

(۶۲) اگر مشتری نے زمین مشفوعہ مین کچھ عمارت بنالی یا درخت لگالیے تو شفیع کو زمین کے ثمن کے ساتھ اس عمارت اور درختون کی قیمت بھی ادا کرنی پڑیگی ورنہ شفیع کو مشتری سے یہ درخواست کرنی پڑیگی کہ اپنی عمارت اور درختون کو گرا کر لیجائے اور شفیع کو زمین خالی کرکے دیدے۔

(۶۳) وعن ابی یوسف انه لا یکلفه بالقلع لکنه بالخیار ان شاء اخذها بالثمن وقیمة البناء والغرس وان شاء ترکها وبه قال مالك والشافعی

(۶۳) صورت مذکورہ بالا مین امام ابو یوسف رح سے مروی ہی کہ شفیع اوس عمارت اور درختون کے گرانے کی درخواست مشتری سے نہین کرسکتا بلکہ صرف اوس کو اسبات کا اختیار رہیگا کہ یا تو زمین کے ثمن کے ساتھ عمارت اور درختون کی قیمت بھی دیکر اونکو لیلے یا بالکل

في قول *

وعن الشافعي واحمد ليس له قلعهما بل ياخذها بقيمتها فقط۔

شفعہ کو ترک کردے اور امام مالک رح اور امام شافعی رح سے بھی ایک روایت مثل اسی آیا ہے مگر دوسری روایت یہ ہے کہ مشتری اوس عمارت اور درختوں کو نہیں گرا سکتا بلکہ شفیع کو قیمت ادا کرکے اونکا لینا پڑے گا۔

(٦٤) وجه الظاهر ان المشتري تصرف في ارض تعلق بها حق متأكد للغير من غير تسليط من جهته فينتقض

(٦٤) ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ مشتری نے اس جگہ ایسی زمین میں تصرف کیا ہے جسمیں دوسرے کا حق مستحکم ہوگیا ہے اور یہ تصرف دوسرے کے بلا اجازت ہے لہذا اوسکا تصرف باطل ہو جائیگا۔

(٦٥) فان قلعهما اي البناء والغرس الشفيع فاستحقت الارض بعد ذلك فكلف المستحق الشفيع بالقلع فقلعهما رجع الشفيع على المشتري بالثمن لانه تبين ان المشتري اخذ الثمن من الشفيع بغير حق لان الارض لم تكن في ملكه فيسترد الشفيع منه الثمن فقط يعني لا يرجع بقيمة البناء والغرس لا على البائع ان كان اخذها منه ولا على المشتري ان اخذها منه معناه لا يرجع بما نقص بالقلع وعن ابي يوسف انه يرجع به لانه متملك عليه فكان كالمشتري۔

(٦٥) اگر صورت مذکورہ بالا میں شفیع نے عمارت اور درختوں کو اوکھاڑ ڈالا بعد ازاں اوس زمین میں کسی اجنبی شخص کا حق برآمد ہوا تو یہ شفیع مشتری سے ثمن واپس لے سکتا ہے اسواسطے کہ حق برآمد ہونے سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ مشتری نے ناحق شفیع سے ثمن لیا ہے اسواسطے کہ فی الحقیقت وہ زمین اوس کی ملک نہیں تھی لہذا اوس سے ثمن واپس لیا جائیگا مگر عمارت اور درختوں کی قیمت کا مطالبہ کسی سے نہ کرسکیگا نہ بائع سے نہ مشتری سے یعنے درختوں اور عمارت کے گرا دینے سے اوس زمین کی قیمت میں جو کچھ کمی لاحق ہوگی اوسکا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ اور ابو یوسف رح سے مروی ہے کہ واپس لیسکتا ہے اسواسطے کہ جب اوس نے بائع سے حق تملک کی رضا ثابت کی ہے تو وہ بمنزلہ مشتری کی ہے۔

(٦٦) وجه الظاهر وهو الفرق بينه وبين المشتري ان المشتري مغرور من جهة البائع ومسلط عليه من جهته ولا غرور ولا تسليط للشفيع من جهة المشتري لان الشفيع اخذها منه جبرا

(٦٦) ظاہر مذہب کی وجہ یہ ہے کہ بائع اور مشتری میں فرق ہے کہ مشتری تو بائع کے فریب میں آسکتا ہے اور بائع کی طرف سے اوسکو ملکیت ہوسکتی ہے اور شفیع میں یہ بات نہیں ہے اسواسطے وہ جبراً مالک بنجاتا ہے کسی کے مالک بنانے سے نہیں مالک بنتا یا کسی کے فریب میں نہیں آتا۔

(۶۷) واخذها الشفیع بکل الثمن ان خربت الدار بعد شراء المشتری من غیر صنع احد او جف الشجر کذلک لانهما تابعان للارض حتی ید خلان فی البیع من غیر ذکر فلا یقابلهما شیء من الثمن و لهذا یبیعهما فی هذه الصورة مرابحة بلا بیان -

بخلاف ما اذا تلف بعض الارض بغرق الماء حیث یسقط من الثمن بحصته لان الفائت ههنا بعض الاصل هذا اذا انهدم البناء ولم یبق له نقض ولا یبقی من الشجر شیء من حطب او خشب واما اذا بقی شیء من ذلك فلابد من سقوط بعض الثمن فیقسم الثمن علی قیمة الدار یوم العقد وعلی قیمة النقض یوم الاخذ -

(۶۷) اگر ایک شخص نے ایک مکان خرید اجسکے اندر کچھ درخت بھی تھے بعد ازاں وہ مکان خود بخود خراب ہوگیا یا درخت خود بخود خشک ہو گیے تو شفیع کو اوس مکان اور درختوں کا پورا ثمن ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ درخت وغیرہ زمین کے توابع میں سے ہیں اسیوجہ سے بغیر ذکر کے یہ چیزیں زمین کے بیع میں داخل ہو جاتی ہیں اسلیے ثمن کا کوئی حصہ انکے مقابل نہ سمجھا جائیگا ولہذا یہ مشتری کچھ نفع لیکر بغیر بیان کیے اس صورتمیں اوس زمین کو شرعا فروخت کرسکتا ہے - اور اگر زمین کا کچھ حصہ پانی میں غرق ہو کر تلف ہو جائے تو اوسی کے قدر شفیع کیلیے ثمن میں کمی کردیجائیگی اور صورت مذکورہ بالا میں حکم مذکور اوسوقت ہے کہ عمارت گر جانے کے بعد عمارت کا ملبہ اور درخت خشک ہو جانے کے بعد درختوں کی لکڑیاں باقی نہ رہی ہوں اور اگر باقی ہیں تو ضرور ثمن میں کمی کردیجائیگی اور مکان اور ملبہ کی قیمت پر وہ ثمن تقسیم کیا جائیگا مگر مکان کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو خریدتے وقت ہوتی ہوگی اور ملبہ کی قیمت وہ لگائی جائیگی جو لیتے وقت ہو گی -

✤ ✤ ✤ ✤

✤ ✤ ✤ ✤

(۶۸) واخذها بحصة العرصة ان نقض المشتری البناء لانه صار مقصودا بالاتلاف والتبع اذا صار مقصودا به یقابله شیء من الثمن بخلاف الاول لان الهلاك فیه بافة سماویة فاذا كان له حصة من الثمن یقسم الثمن علی قیمة الارض والبناء یوم العقد علیهما

(۶۸) اگر ایک شخص نے مکان خریدکر اوسکی عمارت کو خود اوکھاڑڈالا تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کردیجائیگی اور جسقدر ثمن زمین کے حصہ میں پڑیگا اوسیقدر شفیع کو ادا کرنا پڑیگا اسواسطے کہ مشتری نے جب خود اوسکو اوکھاڑا ہے تو وہ ایک مقصود بالذات چیز قرار پائی اور توابع جب مقصود بالذات ہو جاتے ہیں تو ثمن کا ایک جز بھی اونکے مقابل میں خیال کیا جاتا ہے بخلاف مسئلہ اولی کے کہ وہاں آفت سماوی سے عمارت وغیرہ تلف ہو گئی ہے جسمیں مشتری کو کچھ دخل نہیں ہے اور جب اوسکے مقابل میں بھی ثمن کا ایک حصہ واقع ہوا

(۶۹) بخلاف المسئلة الاولی وهو

(۶۹) اور اگر خریدشدہ مکان کی عمارت خود منہدم ہو جائے

ما اذا انهدم بنفسه وکان النقض باقیا حیث یعتبر فیها قیمة النقض یوم الاخذ بالشفعة لانه صار له قیمة بالحبس ونقض الاجنبی البناء کنقض المشتری

اور اسکا ملبہ باقی ہو تو اس ملبہ کی وہ قیمت لگائی جائیگی جو شفعہ کے ذریعہ سے لیتے وقت اوسکی قیمت ہی کیونکہ روکے رہنے سے اوسکی قیمت ہوئی ہے اور اگر کوئی اجنبی شخص اوس مکانکی عمارت کو منہدم کردے تو اوسکو بھی مشتری کے منہدم کرنیکا حکم

(۷۰) والنقض بکسر النون بمعنی المنقوض کالنکث بمعنی المنکوث وجاء النقض بفتحتین له ای للمشتری لان الشفیع انما یاخذہ بطریق التبعیة للعرصة وقد زالت بالانفصال

(۷۰) اگر مشتری نے مکان کی عمارت کو خود منہدم کیا ہو تو شفیع سے عمارت کی قیمت کم کرکے عمارت کا ملبہ مشتری کو دیدیا جائیگا اسواسطے کہ شفیع زمین کے ساتھ بالتبع عمارت کو لے سکتا تھا اور منہدم ہونے کی وجہ سے اوسکا اتصال زمین سے جاتا رہا۔

(۷۱) واخذها الشفیع بثمرها ان ابتاع ای ان اشتری المشتری ارضا ونخلا وثمرا بان شرطه فی البیع او اشتری ارضا ثم اثمر النخل فی یده ای فی ید المشتری بعد الشراء لانه باتصال خلقة صار تبعا من وجه۔

(۷۱) اگر ایک شخص نے زمین کو مع درختوں کے خریدا اور درختوں کے پھل بھی بیع کے اندر ٹھیرلیے یا پھل نہیں ٹھیرائے گر مشتری کے قبضہ مین اگر درختون پر پھل آگئے تو شفیع مع پھلوں کے مشتری سے اوس زمین اور درختون کو لیسکتا ہے اسواسطے کہ اتصال خلقی کی وجہ سے پھل درختون کے تابع سمجھے جاتے ہین۔

(۷۲) وان جذه بالذال المعجمة المشددہ ای وان قطع المشتری الثمر فیما اذا اشتراها بالثمن بالشرط سقطت حصته ای حصة الثمر من الثمن لانه لما دخل بالتسمیة صار اصلا وکذلک اذا هلک بآفة سماویة واما فی الفصل الثانی فیاخذ الارض والنخل بجمیع الثمن لان الثمر لم یکن موجودا عند العقد فلا یدخل عند الاخذ فی المبیع الاتبعا فلا یقابله

(۷۲) اگر مشتری نے صورت مذکورہ بالا مین پھلوں کو توڑ لیا تو اقدر اونکے حصہ کے ثمن شفیع کے ذمہ سے کم ہو جائیگا اسلیے کہ جب بیع کے اندر پھلون کا بھی ذکر کردیا ہی تو پھل مقصود بالذات چیز ہوگئے اسیطرح اگر یہ پھل آفت سماوی سے ضائع ہو جائین تو بھی اونکے قدر ثمن مین کمی کردیجائیگی البتہ جس صورت مین پھلون کا ذکر بیع کے وقت نہ آیا ہو بلکہ مشتری کے پاس آکر درختون پر پھل آیا ہو تو اوسکے ضائع ہو جانے سے ثمن مین کمی نہ کیجائیگی اسلیے کہ بیع کے وقت چونکہ پھل موجود نہین تھا اسواسطے فقط بالتبع مبیع کے ساتھ شفیع پھل کو لے سکتا ہی مگر ثمن کا کوئی جزو اوسکے مقابل مین نہین ہی۔ اور ابو یوسف رح کا قول اول

شئ من الثمن۔ وكان ابو يوسف يقول اذ لا يحط عنه من الثمن في الفصل الثاني ايضا ثم رجع الى ما ذكر في الكتاب

یہ ہی کہ اس صورت مین بھی شفیع سے ثمن مین کمی کردیجائیگی لیکن اخیر قول اون کا کتاب سے موافق ہے۔

هذا باب في بيان احكام ما تجب فيه الشفعة وما لا تجب

اس امر کا بیان کہ کس چیزمین شفعہ ثابت ہوتا ہی اور کس چیزمین نہین ثابت ہوتا

(۴۳) انما تجب الشفعة في عقار سواء كان مما يقسم او مما لا يقسم۔

(۴۳) شفعہ صرف عقار کے اندر ثابت ہوتا ہی خواہ اوسکی تقسیم ہوسکے یا نہوسکے۔

(۴۴) وقال الشافعي لا تجب فيما لا يقسم كالبئر والرحى والحمام والنهر والطريق والاصل فيه انها عنده لدفع ضرر القسمة فلا تتحقق الا فيما يقسم وعندنا لدفع ضرر الجوار على الدوام ولا اختصاص لذلك بالمقسوم دون غيره۔

(۴۴) امام شافعی رح کے نزدیک جن عقارات کی تقسیم نہین ہوسکتی اونمین شفعہ ثابت نہین ہوتا جیسے کنوان چکی حمام نہر راستہ اور منشا اختلاف کا یہ ہی کہ شافعی رح کے نزدیک شفعہ تقسیم کی دقت سے بچنے کے لیے مقرر ہوا ہی لہذا غیر قابل قسمت چیزون مین ثابت نہوگا اور حنفیہ کے نزدیک اسواسطے شفعہ مقرر کیا گیا ہی کہ شفیع کو ہمسایہ کے ضرر سے جو تمام عمر کے لیے ہوتا ہی امن رہے اور اسکے اندر قابل قسمت یا غیر قابل قسمت کی

(۴۵) وقوله ملك على صيغة المجهول صفة لقوله عقار واحترز بقوله بعوض عما اذا ملك بالهبة فان الشفعة لا تجب فيها واحترز بقوله هو مال عما اذا ملك بعوض غير مال كالمهر والخلع والصلح عن دم العمد والعتق ونحو ذلك فان الشفعة لا تجب في هذه الاشياء۔

(۴۵) عقار کے اندر بہرحال مین شفعہ واجب نہین ہوجاتا بلکہ صرف اوسوقت مین واجب ہوتا ہی کہ بعوض مال کے اوس کے اوپر ملکیت حاصل ہوی ہو اور اگر کوئی شخص بذریعہ ہبہ کے ایک عقار کا مالک ہوجائے یا اگر کوئی شخص بعوض عقار کا مالک ہو مگر وہ عوض مال کے قبیلہ سے نہو مثلا ایک مکان کسی عورت کا مہر یا بدل خلع یا آزاد کرنے کا بدل قرار پائے یا کوئی شخص قصدًا کسی کو قتل کر ڈالے اور مقتول کے وارث قاتل سے ایک مکان لیکر صلح کرلین تو اس مکان مین بہرحال شفعہ نہوگا۔

(۷۶) لا یجب الشفعة فی عرض وفلك ای سفینة وقال مالك یجب فی السفینة لانها تسکن کالعقار وعن احمد ومالك فی روایة تجب فی منقول ولنا ما روی انه ع م قال لا شفعة الا فی ربع او حائط

(۷۶) غیر منقولات مین اور کشتی مین شفعہ نہین ہوتا اور امام مالک رح فرماتے ہین کشتی کے اندر شفعہ ثابت ہوتا ہے اسواسطے کہ عقار کی طرح اوسمین بھی لوگ بود وباش کرتے ہین اور احمد اور مالک رح سے ایک روایت ہے کہ منقولات مین شفعہ ثابت ہوتا ہی حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ انحضرت[۳] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین ہی شفعہ مگر زمین یا باغ مین اور کسی چیز مین نہین ہی

(۷۷) ویجب ایضا فی بناء ونخل بیعا بلا عرصة لانهما منقولان وان بیعا مع الارض یجب تبعا لها۔

(۷۷) اگر ایک عمارت یا درخت بغیر زمین کے فروخت ہون تو اونمین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ وہ منقولات مین سے ہین اور اگر مع زمین کے فروخت ہون تو بالتبع اونمین شفعہ ثابت ہو جاتا ہی۔

(۷۸) بخلاف العلو حیث یستحق بالشفعة ویستحق به فی السفل علی انه خلیط فی الحقوق وهو الطریق لان حق التعلی یبقی علی الدوام وهو غیر منقول فیستحق به الشفعة کالعقار ولا کذلك البناء والنخل فلا یستحق بهما الشفعة۔

(۷۸) اگر ایک دو منزلہ مکان ہی تو نیچے والے کو اوپر کے مکان مین اور اوپر والے کو نیچے کے مکان مین شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے کہ اوپر والا حق یعنی راستہ مین نیچے والے کا شریک ہی کیونکہ اوپر والے کو ہمیشہ کے لیے اوپر رہنے کا حق ثابت ہی اور وہ غیر منقولات مین سے ہی پس عقار کیطرح اوسمین شفعہ کا استحقاق ہوگا بخلاف عمارت اور درختون کے کہ وہ منقولات مین سے ہین۔

(۷۹) ولا تجب ایضا فی دار جعلت مهرا بان تزوج علیها امرأة او جعلت اجرة بان استاجر بها ما یدا ردید فعها الیه عوض الاجرة او جعلت بدل خلع بان خالعها علی دار دفعها الیه او جعلت بدل صلح عن دم العمد او جعلت عوض عتق بان اعتق عبده علی دار وعند الشافعی تجب فیه الشفعة لان هذه الاعواض متقومة عنده وعندنا لا لان المستحق بهذه العقود

(۷۹) اگر بعوض ایک مکان کے ایک عورت سے نکاح کیا یا مثلاً ایک حمام ایک سال کے لیے کرایہ پر لیا اور اوسکا کرایہ یہ قرار پایا کہ فلان مکان مالک حمام کو دیدونگا یا عورت نے ایک مکان دیکر اپنے خاوند سے طلاق لیلی یا ایک شخص نے قصداً دوسرے کو قتل کر ڈالا اور مقتول کے وارثون نے قاتل سے ایک مکان لیکر راضی نامہ کر لیا یا ایک شخص نے بعوض ایک مکان کے اپنے غلام کو آزاد کیا تو بہر حال ان مکانات مین شفعہ نہین ہے مگر شافعی رح کے نزدیک ان مین شفعہ ثابت ہوتا ہی اور منشا اختلاف کا یہ ہی کہ شافعی رح کے نزدیک شرمگاہ اور قتل وغیرہ متقوم چیزین ہین اور حنفیہ رح کے نزدیک یہ چیزین اصل مین بے قیمت ہین کیونکہ وہ مال کے

لیست بمال غیران الشارع جعلها مضمونة بالمال اما لخطرها او للضرورة فلایتعدی عن موضعها ولا ضرورة فی حق ثبوت الشفعة فلاتکون متقومة فی حقه

(۸۰) او وهبت الدار بلا عوض مشروط فی العقد ولو شرط تجب لانها بیع انتهاء واما اذا وهبت له هبة ثم عوض عنها بغیر شرط لا تجب عندنا خلافا لمالك۔

(۸۱) او بیعت الدار بخیار البائع لان خیاره لایخرجها عن ملکه او بیعت الدار بیعا فاسدا لانه مستحق الفسخ مالم یسقط حق الفسخ بالبناء ای بناء المشتری فیها لان حق البائع ینقطع به عند ابی حنیفة وعندهما لاینقطع فلاتجب فیها الشفعة وللشفیع نقض مابناه المشتری لان حق البائع فی الاسترداد آکد من حق الشفیع وحقه لایبطل وله نقض البناء فالبائع اولی وله ان حق الاسترداد فی البیع الفاسد حق الشارع والبناء حق المشتری وحقه مقدم لحاجته والمشتری بنی بتسلیط البائع فلایکون له نقضه

(۸۲) او قسمت الدار بین الشرکاء لاتجب ایضا لجارهم بالقسمة بینهم

قبیلہ سے نہین ہین البتہ شارع نے لوگون کی ضرورت یا ان چیزون کی شرافت اور عزت کا لحاظ فرما کر مال سے انکا تاوان مقرر فرمایا ہی اسواسطے صرف ضرورت کے مقامات مین یہ حکم منحصر رہیگا اور اسبات کی کچھ ضرورت نہین ہی کہ ثبوت شفعہ کے لیے بھی

(۸۰) اگر ایک مکان کسی کو ہبہ کیا اور ہبہ کے اندر کچھ عوض لینی کی شرط نہین لگائی تو اس مکان مین شفعہ ثابت نہوگا اور اگر شرط لگائی ہی تو شفعہ ثابت ہوجائیگا اسواسطے کہ ہبہ بشرط العوض آخر کار بیع ہوجاتا ہی۔ اور اگر بغیر شرط کیے ہبہ کے اندر عوض ملجائے تو حنفیہ کے نزدیک شفعہ ثابت نہین ہوتا مگر امام مالک رح کے نزدیک ثابت ہوجاتا ہے

(۸۱) اگر ایک مکان فروخت ہوا اور بائع کا اختیار اوس کے اندر شرط کیا گیا تو اوسمین شفعہ نہوگا اسواسطے کہ جب تک بائع کا اختیار ہی اوسوقت تک مبیع بائع کے ملک سے خارج نہین ہی اسیطرح اگر بیع فاسد سے کوئی مکان فروخت ہو تو اوسمین بھی شفعہ نہین ہوتا البتہ اگر مشتری اوسمین کچھ عمارت بنالے تو حق فسخ ساقط ہوجانے اور بائع کا حق منقطع ہوجانیکی وجہ سے اوسمین شفعہ ثابت ہوجائیگا اور صاحبین رح کے نزدیک شفعہ ثابت نہوگا اسواسطے کہ بائع کا حق منقطع نہوگا بلکہ وہ مکان کو واپس لے سکتا ہی اور مشتری کی عمارت کو گراسکتا ہے اسواسطے کہ بائع کو واپس کرنے کا حق بہ نسبت اوس حق کے جو شفیع کو حاصل ہوتا ہی زیادہ تر قوی ہی اور یہ قاعدہ ہی کہ مشتری کے عمارت بنالینے سے شفیع کا حق باطل نہین ہوتا بلکہ اوس کو عمارت کے گرانے کا اختیار ہوتا ہی لہذا بائع کو بطریق اولی یہ اختیار ہوگا اور ابو حنیفہ رح کی دلیل یہ ہی کہ بیع فاسد کے اندر واپس کرنیکا

(۸۲) اگر ایک مکان مشترک کو شریکون نے باہم تقسیم کیا تو اوس مکان کے جار کو اس تقسیم کرنے سے شفعہ ثابت ہوگا اسواسطے

لان القسمة فيها معنى الافراز ولهذا يجرى فيها الجبر والشفعة لم تشرع الا فى المبادلة المطلقة وهى المبادلة من كل وجه۔

کہ تقسیم کے اندر مبادلہ کے معنے نہیں ہیں بلکہ اوسمیں حصوں کا جدا جدا کرنا ہی ولہذا زبردستی ایک شریک دوسرے شریک سے اپنے حصہ کو جدا کر سکتا ہی اور شفعہ صرف اوس تقدیر پر ہوتا ہی کہ ہر طرح سے مبادلہ پایا جائے۔

(۸۳) اوسلمت شفعته اى سلم الشفيع الشفعة ثم ردت الدار الى البائع بخيار رؤية او بخيار شرط كيفما كان او ردت بخيار عيب بقضاء قاض لا تجب الشفعة ايضا لانه فسخ من كل وجه فلا يمكن ان يجعل عقدا جديدا افعاد الى قديم ملك البائع ولا فرق فى ذلك بين ان يكون الفسخ قبل القبض او بعده

(۸۳) اگر شفیع نے اپنا شفعہ ترک کر دیا بعد ازاں وہ مکان خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے خواہ کوئی شرط ہو بائع کے پاس واپس ہو کر آیا یا بحکم قاضی خیار عیب کی وجہ سے وہ مکان بائع کو واپس ہو گیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ واپس ہونا فی الحقیقت ہمہ وجوہ بیع کا فسخ ہی لیس ازسر نو اوسکا عقد قرار دینا ناممکن ہی لہذا جسطرح پہلے وہ مکان بائع کی ملکیت مین تھا اوسیطرح اب اوسکی ملکیت مین داخل ہو گیا اور یہان اسبات مین کچھ فرق نہین ہی کہ وہ فسخ قبل از قبضہ ہو یا بعد از قبضہ۔

(۸۴) وتجب الشفعة لو ردت الدار بخيار عيب بلا قضاء قاض او تقايلا البيع لانه فسخ فى حقهما لولايتهما على انفسهما فانه بيع جديد فى حق ثالث لوجود حد البيع وهو مبادلة المال بالمال بالتراضى والشفيع ثالث

(۸۴) اگر ایک مکان خیار عیب کی وجہ سے بائع کو بلا حکم قاضی واپس ہو جائے یا خود بائع اور مشتری بیع کو لوٹا لین تو شفعہ ثابت ہو جاتا ہی اسواسطے کہ صرف انکے حق مین بیع فسخ ہو جائیگی کیونکہ اونکو اپنی ذات کا اختیار ہی مگر شفیع کے حق مین وہ ازسرنو ایک بیع سمجھی جائیگی اسواسطے کہ بیع کی حقیقت (یعنے مبادلہ مال بمال برضامندی) اوسمین پایا جاتا ہے۔

(۸۵) وعندهما لا تجب لان شفعته بطلت بالتسليم والرد بالعيب بغير قضاء اقالة والاقالة فسخ لقصدهما ذلك والعبرة لقصد المتبايعين والله اعلم۔

(۸۵) صاحبین رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا مین شفعہ ثابت نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ ترک کرنے سے شفیع کا شفعہ باطل ہو گیا اور بغیر حکم قاضی کے عیب کی وجہ سے بیع کا واپس کرنا اقالہ کے حکم مین ہی اور اقالہ بیع کا فسخ ہوتا ہی کیونکہ بائع اور مشتری کو اقالہ سے بیع کا فسخ کرنا مراد ہوتا ہی اور شرع کے اندر انکا قصد معتبر ہی واللہ اعلم

هذا باب فى بيان احكام ما تبطل به الشفعة

بطلان شفعہ کا بیان

(۸۶) وتبطل الشفعة بترك طلب

(۸۶) اگر شفیع کو بیع کا حال معلوم ہوا اور اوسنے طلب ثبوت

المواثبة او بترك طلب التقرير حين علم مع القدرة بان لم يسد احد فمه او لم يكن في الصلوة لانها تبطل بالاعراض وترك الطلبين او احدهما مع القدرة عليه دليل الاعراض۔

یا طلب تقریر کو بلا عذر ترک کر دیا یعنے مثلاً کسی نے اوس کے موتھ کو بند نہیں کر دیا تھا یا وہ نماز کی حالت میں نہ تھا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ اعراض کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہی اور باوجود قدرت کے دونوں طلبوں کا خواہ ایک طلب کا ترک کر دینا شفعہ سے اعراض کرنیکی دلیل ہے۔

(۸۷) وتبطل ايضا بالصلح اى بصلح المشترى الشفيع من الشفعة على عوض لانه اخذ الاعتياض عن حق ليس بمال فسقط حقه وعليه اى على الشفيع رده اى رد العوض لانه رشوة۔

(۸۷) اگر مشتری نے کچھ روپیہ شفیع کو دیکر شفیع سے راضی نامہ کر لیا تو شفعہ باطل ہو جائیگا اسلیے کہ اوسنے اپنے حق کے عوض میں جو مال کے قبیلہ سے نہیں تھا یہ روپیہ لیا ہی لہذا اوسکا حق ساقط ہو گیا اور پھر شفیع کو اوس روپیہ کا بھی واپس کرنا پڑے گا اسواسطے کہ وہ ایک قسم کی رشوت ہی۔

❖ ❖ ❖ ❖ ❖ ❖

(۸۸) وتبطل ايضا بموت الشفيع قبل الاخذ بعد الطلب او قبله فلا تورث عنه۔

(۸۸) اگر شفیع نے ہنوز مکان کو شفعہ سے نہیں لیا تھا کہ اوسکا انتقال ہو گیا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اور وارثوں کو شفعہ کا حق نہوگا خواہ طلب شفعہ اپنی زندگی میں کر چکا ہو یا نہیں۔

(۸۹) وقال الشافعي لا تبطل لانها حقه والوارث يخلفه في حقوقه ولنا ان حق الشفعة حق التملك وهو حق قائم بالشفيع فلا يبقى بعد موته

(۸۹) امام شافعی رح کے نزدیک صورت مذکورہ بالا میں میت کا حق شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ وہ میت کا حق تھا اور وارث اوسکے قائم مقام ہیں حنفیہ کی دلیل یہ ہی کہ حق شفعہ حقیقت میں ملکیت حاصل کرنے کا حق ہی اور وہ شفیع کی ذات سے

(۹۰) لا تبطل بموت المشترى لوجود المستحق۔

(۹۰) اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو شفعہ باطل نہیں ہوتا اسواسطے کہ شفعہ کا حقدار موجود ہے۔

(۹۱) وتبطل ايضا ببيع الشفيع ما يشفع به وهو الدار التي يشفع بها قبل القضاء اى قبل حكم الحاكم بالشفعة لزوال سبب الاستحقاق ولا فرق بين ان يكون عالما وقت

(۹۱) اگر قاضی نے ہنوز شفیع کے لیے شفعہ کا حکم نہیں دیا تھا کہ شفیع نے اوس مکان کو جسکے ذریعہ سے شفعہ کرتا تھا فروخت کر ڈالا تو اوسکا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ استحقاق شفعہ کا سبب جاتا رہا۔ اور اسبات کا کچھ لحاظ نہ کیا جائیگا کہ اوسکو اپنا مکان فروخت کرتے وقت مکان مشفوعہ کے فروخت ہونے کا علم تھا یا نہیں

بيع داره لشراء المشفوعة او لم يكن عالما لانه لا يختلف في الحالين فصار كالتسليم الصريح فانه لا يختلف بين ان يعلم ببيعها او لم يعلم وكذا ابراء الغريم لان ذلك اسقاط فلا يتوقف على العلم كالطلاق والعتاق ولا تبطل ان كان بالخيار لبقاء السبب

اسواسطے کہ اوسکا جہل عذر نہوگا جسطرح صراحةً شفیع اپنے شفعہ کو ترک کردے تو علم بیع یا عدم علم کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا اور شفعہ باطل ہو جاتا ہے یا کوئی شخص اپنے قرضدار کو قرضہ چھوڑ دے تو قرضدار عند القاضی بری ہو جاتا ہے خواہ اوس قرضخواہ کو اپنے قرضہ کا علم ہو یا نہو اسواسطے کہ یہ چیزیں اسقاط کے قبیلہ سے ہیں لہذا اوسمیں علم کا ہونا ضروری نہیں ہے جسطرح طلاق اور عتاق کی صورتیں۔ اور اگر اس صورت میں شفیع نے اپنے لیے[۲]

(۹۲، ولا شفعة لمن باع او بيع له بالوكالة بان كان الشفيع وكيلا لبائع الدار المشفوعة لانه موكل باتمام البيع وفي اخذه بالشفعة نقض ما وكل باتمامه وعند الثلاثة تجب له الشفعة۔

(۹۲، اگر شفیع نے بائع کیطرف سے وکیل ہو کہ مکان مشفوعہ کو کسی سے فروخت کیا تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا کیونکہ اوسکو بیع کامل کرنیکے لیے وکیل کیا ہے اگر خود بذریعہ شفعہ کے اب اوس مکان کو یہ شفیع لیلے تو جس چیز کے لیے اوسکو وکیل کیا تھا اوسی چیز کا نقض اوسکی طرف سے لازم آجائیگا اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک اوسکا شفعہ باطل نہیں ہوتا۔

(۹۳، او بيع له اى او لمن بيع له والضمير في له يرجع الى من يعني بيع العقار لاجله بان كان البائع مضاربا فباع الدار ليس لرب المال الشفعة فيها لان البيع له وكذا اذا كان عبدا ماذونا له في التجارة فباع الدار ليس للمولى الشفعة فيها لما ذكرنا

(۹۳، اگر زید و عمر تجارت کے اندر شریک ہیں اور زید کا مال اور عمرو کی محنت قرار پائی ہے اور عمرو نے تجارت کے مال میں سے ایک مکان فروخت کیا تو زید کو اوسمیں شفعہ کا استحقاق نہیں ہے اسواسطے کہ یہ بیع اوسی کی طرف سے ہے اسیطرح اگر ایک شخص نے اپنے غلام کو خرید فروخت کی اجازت دی رکھی ہے اور اس غلام نے ایک مکان فروخت کیا تو اس شخص کو شفعہ نہوگا کیونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہے۔

(۹۴، او ضمن الشفيع الدرك وهو تبعة الاستحقاق عن البائع لا تجب له الشفعة لانه بضمانه له الدرك ضمن له ان تحصل له الدار وذلك لا يكون الا بتركه للشفعة وفي اخذه

(۹۴، اگر ایک مکان فروخت ہوا اور شفیع نے مشتری سے یہ بات کہی کہ اسمیں کسی کا حق برآمد ہو تو میں اوسکا ضامن ہوں تو اس شفیع کا شفعہ باطل ہو جائیگا اسواسطے کہ یہ شفیع گویا مشتری کے لیے حصول مکان کا ضامن ہوگیا ہے اور یہ اوسوقت ہوسکتا ہے کہ وہ شفعہ کو ترک کردے اور شفعہ سے

[۲] اختیار شرط کرلیا ہو تو اوسکا شفعہ باطل نہوگا کیونکہ شفعہ کا سبب ہنوز باقی ہے۔

بها ابطال ذلك وعند الثلاثة تجب۔

یعنے مین اوسکا باطل کرنا ہی۔ مگر ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ باطل نہین ہوتا۔

(۹۵) ومن ابتاع ای اشتری او ابتیع له ای او اشتری لاجله والضمیر فیه یرجع الی من فله الشفعة اما اذا اشتری بطریق الوکالة وهو شفیع فله الشفعة لانه لیس فیه ابطال شرائه بل فیه تقریر من جهته لان الاخذ بالشفعة مثل الاخذ بالشراء واما اذا اشتری له فکذلك کالمضارب اذا اشتری العقار من مال المضاربة ورب المال شفیعها کان لرب المال الشفعة وکذا العبد الماذون اذا اشتری فللمولی الشفعة اذا کان علی العبد دین وان لم یکن علیه دین فلا فائدة بالاخذ لانه ملکه ولم یتعلق به حق غیره۔

(۹۵) اگر ایک شخص مکان کو وکالۃً خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا اسواسطے کہ شفعہ سے لینے مین اوسکا خریدنا باطل نہین ہوتا بلکہ شفیع کے اعتبار سے وہ خریدنا برقرار رہتا ہی کیونکہ شفعہ سے لینا بھی بمنزلہ خریدنے کے ہی۔ اسیطرح اگر ایک مکان شفیع کے لیے کوئی شخص خریدے تو اوسکا شفعہ باطل نہین ہوتا مثلا اگر زید نے تجارت کے لیے کسی شخص کو مال دیا ہی اوس مال سے اگر شخص مذکور نے کوئی مکان خریدا اور زید کا اوسمین شفعہ ہی تو وہ شفعہ کرسکتا ہی اور اسیطرح اگر غلام ماذون یعنے مالک کیطرف سے جسکو خرید فروخت کی اجازت ہی، اگر کوئی مکان خریدے اور مالک کا اوسمین شفعہ ہو تو مالک اوس مکان کو بذریعہ شفعہ کے لے سکتا ہے بشرطیکہ وہ غلام لوگون کا قرضدار ہو اور اگر قرضدار نہین ہی تو مالک کو اوس مکان کے لینے کی کیا ضرورت ہی اسلیے کہ دوسرے کا حق اوسمین متعلق نہین ہی بلکہ وہ اوسکی ملک ہی۔

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

(۹۶) وان قیل للشفیع انها ای الدار بیعت بالف درهم فسلم شفعتها لاجل الاستکثار ثم علم انها ای الدار بیعت باقل من الالف او علم ان الدار بیعت ببر او شعیر قیمته الف درهم

(۹۶) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہو گیا اور شفیع نے اوسکو گران سمجھکر یا نقد روپیہ نہونیکی وجہ سے شفعہ کو ترک کر دیا بعد ازان معلوم ہوا کہ ہزار سے کم کو فروخت ہوا ہی یا معلوم ہوا کہ وہ مکان بعوض اسقدر گیہون یا جو کے فروخت ہوا ہی جنکی قیمت ہزار روپیہ یا ہزار روپیہ سے زیادہ ہی تو اب شفعہ کا دعوی کرسکتا ہی اسلیے کہ جسطرح اس صورتین

او اكثر من الالف فله الشفعة لان التسليم لم يصادف على الوجه المستحق لانه كان للاستكثار او لتعذر الجنس فلم يصح وهكذا الحكم في كل موزون او مكيل او عددي متقارب ـ بخلاف ما اذا علم انها بيعت بعرض قيمته الف او اكثر لان الواجب فيه القيمة وهي دراهم او دنانير فلا يظهر فيه التيسر ـ

اوسکو شفعہ کا استحقاق ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا بلکہ گران سمجھنے یا نقد روپیہ میسر نہونے کیوجہ سے اوسنے شفعہ ترک کیا لہذا اوسکا اعتبار نہوگا ۔ جتنی چیزین ناپ یا تول یا گنتی کے حساب سے فروخت ہوتی ہین سبکا حکم یہی ہے اور اگر معلوم ہوا کہ وہ مکان اسقدر اسباب کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ایکہزار یا ایکہزار سے زیادہ ہے تو شفعہ باقی نہ رہیگا اسواسطے کہ ایسی صورتمین بہرحال شفیع کو قیمت دینی پڑیگی اور آسانی کا اثر اوسمین ظاہر نہوگا ۔

(۹۷) ولو بان اي ظهر انها اي الدار بيعت بدنانير قيمتها الف فلا شفعة لانهما جنس واحد في الثمنية وقال زفر والائمة الثلاثة هو على شفعته لانهما جنسان حقيقة ـ

(۹۷) اگر شفیع کو معلوم ہوا کہ فلان مکان ہزار روپیہ کو فروخت ہوا ہے اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا اوسکے بعد معلوم ہوا کہ سو اشرفی کو فروخت ہوا ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ ہے تو پھر شفعہ ثابت نہوگا اسلیے کہ روپیہ اور اشرفی ثمنیت کے اعتبار سے ایک جنس سمجھی جاتی ہین ۔ زفر اور ائمہ ثلاثہ رح کے نزدیک شفعہ ثابت ہو جائیگا اسلیے کہ حقیقۃً [illegible]

(۹۸) وان قيل له اي للشفيع ان المشتري فلان فسلم شفعته اما اكراما له او خوفا من شره فبان اي ظهر انه غيره فله الشفعة لما ذكرنا ولو ظهر ان المشتري هو مع غيره كان له ان ياخذ نصيب غيره لان التسليم لم يوجد في حقه ـ

(۹۸) شفیع سے کسی نے بیان کیا کہ فلان مکان زید نے خریدا ہے شفیع نے یہ سنکر زید کی عزت کا خیال کرکے یا اوسکے خوف سے شفعہ کو چھوڑدیا بعد ازان معلوم ہوا کہ اوس مکان کو عمرو نے خریدا ہے تو شفعہ ثابت ہو جائیگا اس لیے کہ جسطرح استحقاق شفعہ حاصل ہوا تھا اوسطرح سے ترک شفعہ نہین پایا گیا اور اگر معلوم ہوا کہ زید نے مع عمرو کے خریدا ہے تو صرف عمرو کے حصہ کو لے سکتا ہے اسلیے کہ عمرو کے حق مین ترک شفعہ نہین پایا گیا ۔

✣ ✣ ✣ ✣ ✣

(۹۹) ولو بلغه شراء النصف فسلم ثم بلغه شراء الكل فله الشفعة في الكل ـ

(۹۹) اگر شفیع کو اولاً نصف مکان کے فروخت ہونیکا علم ہوا اور اوسنے شفعہ کو ترک کردیا بعد ازان کل مکان کے فروخت ہونیکا علم ہوا تو اب کل مکان مین شفعہ کرسکتا ہے

(۱۰۰۰) وان باعها ای وان باع رجل داره الا ذراعا استثناه فی جانب الشفیع فلا شفعة له لان الاستحقاق بالجوار ولم یوجد الاتصال بالمبیع وکذا لو وهب هذا القدر للمشتری لعدم الالتزاق وهذه حیلة لاسقاط الشفعة۔

(۱۰۰۰) اسقاط شفعہ کے لیے ایک حیلہ یہ ہے کہ فروخت کرنیوالا اپنے کل مکان کو فروخت کر ڈالے مگر شفیع کی جانب سے ایک گز زمین کو مستثنیٰ کر لے کہ اس سے شفیع کو شفعہ ثابت نہیں ہوتا کیونکہ جوار کے سبب سے شفعہ کا استحقاق ہوتا ہے اور اس جگہ مبیع کے ساتھ اتصال نہیں پایا گیا اسیطرح اگر بائع اپنے مکان کی ایک گز زمین جو شفیع کے ملک سے متصل ہے مشتری کو ہبہ کر دے تو بھی عدم اتصال کیوجہ سے شفعہ نہیں رہتا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۰۰۱) وان ابتاع ای وان اشتری منها ای من الدار سهما بثمن معین ثم ابتاع ای اشتری بقیتها ای بقیة الدار فالشفعة تثبت للجار فی السهم الاول فقط لان الشفیع جار والمشتری شریک فی الباقی فیقدم علیه۔

(۱۰۰۱) اگر ایک شخص نے مکان کا ایک حصہ سو روپیہ کو خرید کر باقی مکان کو بھی خرید لیا تو فقط پہلے حصہ میں جار کو شفعہ ہوگا اور باقی میں نہ ہوگا اسواسطے کہ شفیع جار ہے اور مشتری باقی کے اندر شریک ہے لہذا جار پر مقدم ہوگا۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۰۰۲) ولو اراد الحیلة اشتری السهم الاول بجمیع الثمن الا درهما والباقی بدرهم فلا یرغب الجار فی اخذ السهم الاول لکثرة الثمن لاسیما اذا کان السهم الاول جزء قلیلا کالعشر مثلا او اقل۔

(۱۰۰۲) شفعہ سے بچنے کے لیے ایک یہ حیلہ ہو سکتا ہے کہ مکان کا ایک حصہ پورے ثمن میں سے ایک روپیہ کم کر کے خرید کر باقی مکان کو اوس ایک روپیہ سے خرید لے کہ اسوقت میں کثرت ثمن کیوجہ سے اوس حصہ کو شفیع نہ لیگا خصوصاً جبکہ بہت کم مثلاً دسواں یا بیسواں حصہ ہو۔

✤ ✤ ✤ ✤ ✤

(۱۰۰۳) وان ابتاعها ای وان اشتری الدار بثمن ثم دفع الی البائع ثوبا عنه ای عن الثمن فالشفعة تجب للشفیع بالثمن لا بالثوب لان الثوب

(۱۰۰۳) اگر ایک مکان سو روپیہ سے خریدا اور بائع کو بجائے سو روپیہ کے مشتری نے ایک کپڑا دیدیا اب شفیع اگر اوس مکان کا لینا چاہے تو اوسکو سو روپیہ دینے ہونگے اور کپڑا دیکر نہیں لے سکتا ہے اسواسطے کہ مشتری نے وہ کپڑا

عوض عما في ذمة المشتري فيكون البائع مشتريا للثوب بعقد اخر غير العقد الاول۔

سو روپیہ کے بدلے دیا ہے مکان کے بدلہ نہیں دیا اور یہ سادلہ گویا دوسری بیع ہے۔

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

(۱۰۴) ولا تكره الحيلة لاسقاط الشفعة واسقاط الزكوة عند ابي يوسف وعند محمد تكره لانها وجبت لدفع الضرر وهو واجب والحاق الضرر به حرام وبه قال الشافعي ولابي يوسف انه يحتال لدفع الضرر عن نفسه والحيلة لذلك مشروعة وان كان غيره يتضرر في ضمنه وهو رواية عن ابي حنيفة ثم قيل هذا الاختلاف بينهما قبل الوجوب واما بعده فيكره بالاجماع۔

(۱۰۴) اسقاط شفعہ اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا ابو یوسف رح کے نزدیک بُرا نہیں ہے اور امام محمد رح کے نزدیک بُرا ہے اسلیے کہ حیلہ دفع ضرر کے لیے مقرر کیا گیا ہے اور وہ ضروری چیز ہے اور دوسرے کے ضرر رسانی کے لیے حیلہ کرنا حرام ہے۔ امام شافعی رح کا بھی یہی قول ہے۔ ابو یوسف رح کی دلیل یہ ہے کہ اس جگہ اپنی ذات سے ضرر دور کرنے کے لیے حیلہ کیا جاتا ہے اور اسلیے حیلہ کرنا روا ہے اگرچہ دوسرے کا بھی اوسکے ضمن میں ضرر لازم آئے ابو حنیفہ رح سے بھی ایک روایت یہی ہے مگر بعض کا قول ہے کہ یہ اختلاف ابو یوسف اور محمد رح کے مابین ثبوت شفعہ سے پہلے ہے اور ثبوت شفعہ کے بعد بالاتفاق حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۵) وقيل لا تكره الحيلة بمنع وجوب الشفعة بالاجماع وانما الخلاف في فصل الزكوة والمختار عندي ان لا تكره في الشفعة دون الزكوة۔

(۱۰۵) بعض کا قول ہے کہ بالاتفاق شفعہ ثابت نہونے کے لیے حیلہ کرنا بُرا نہیں ہے بلکہ صرف اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنے میں اختلاف ہے مگر میرے نزدیک پسندیدہ قول یہ ہے کہ اسقاط شفعہ کے لیے حیلہ کرنے میں کچھ حرج نہیں ہے اور اسقاط زکوۃ کے لیے حیلہ کرنا برا ہے۔

(۱۰۶) واخذ حظ البعض بتعدد المشتري لا بتعدد البائع صورته ان المشتري اذا تعدد بان اشترى جماعة عقارا والبائع واحد يتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتى كان للشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم ويترك الباقي وان تعدد

(۱۰۶) اگر چند لوگوں نے ایک شخص سے کوئی مکان خریدا تو شفیع کو اس بات کا بھی مجاز ہے کہ صرف مشتری کے حصہ کو لیوے اور باقی مکان کو چھوڑ دے اور اگر اسکے برعکس صورت ہے یعنے ایک شخص کوئی مکان چند آدمیوں سے جو اُس مکان میں شریک ہیں خریدے تو شفیع کو اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ بذریعہ شفعہ کے ایک شریک کا حصہ لے اور دوسرے شریک کا نہ لے اوسکی وجہ یہ ہے

البائعيان باع جماعة عقارا مشتركا بينهم والمشترى واحد لايتعدد الاخذ بالشفعة بتعددهم حتى لايكون للشفيع ان ياخذ نصيب بعضهم دون بعض والفرق ان فى الوجه الثانى باخذ البعض تتفرق الصفقة على المشترى فيتضرر به زيادة الضرر وفى الوجه الاول يقوم الشفيع مقام احدهم فلاتتفرق الصفقة ولا فرق فى هذا بين ما اذا كان قبل القبض او بعده على الصحيح۔

کہ اس صورت مین بعض کا حصہ لینے اور بعض کا نہ لینے سے مشتری پر بیع کا تفرقہ لازم آئیگا جسمین مشتری کا ضرر ہے اور پہلی صورتمین یہ شفیع ایک مشتری کے قائم مقام ہوجائیگا اور بیع کی تفریق نہ لازم آئیگی۔ قول صحیح یہ ہے کہ ان صورتون کا حکم قبل از قبضہ مشتری اور بعد از قبضہ ایک ہی ہے۔

(۱۰۷) وان اشترى رجل نصف دار غير مقسوم وقاسم المشترى البائع اخذ الشفيع حظ المشترى اى نصيبه الذى حصل له بقسمته وليس له ان ينقض القسمة سواء كانت بحكم او بالتراضى لانها من تمام القبض لما فيه من تكميل الانتفاع۔

(۱۰۷) اگر ایک شخص نے کسی غیر منقسم مکان کا نصف حصہ خرید ا اور مشتری نے بائع سے اوسکو تقسیم کرلیا تو شفیع کو بھی حصہ لینا پڑے گا جو تقسیم ہونے سے مشتری کو ملا ہو اور اوس تقسیم کے باطل کرنے کا شفیع کو اختیار نہوگا خواہ وہ تقسیم باہمی رضامندی سے ہو یا بحکم قاضی ہو اسواسطے کہ تقسیم کے بغیر قبضہ ناتمام ہوتا ہے اسلیئے کہ بغیر تقسیم کیئے انتفاع کامل نہین ہوسکتا۔

(۱۰۸) فان قلت فيها معنى المبادلة والشفيع يملك نقض تصرفاته فكذا نقض قسمته قلت فيها افراز من وجه ولهذا يجرى فيها الجبر ومبادلة من وجه ولهذا الايجرى فيها احكام البيع من رد بعيب او خيار

(۱۰۸) صورت مذکورہ بالا مین یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ تقسیم ایک قسم کا مبادلہ ہے اور شفیع کو مشتری کے تمام تصرفات باطل کرنے کا اختیار ہے لہذا اوسکی تقسیم کو بھی باطل کرسکتا ہے مگر اوسکا یہ جواب ہے کہ تقسیم کے اندر ایک طرح سے علاحدگی کے معنے پائے جاتے ہین اسیواسطے ایک شریک دوسرے شریک کو تقسیم پر مجبور کرسکتا ہے اور ایک طرح سے مبادلہ کے معنے پائے جاتے ہین

رویۃ فبالنظر الی ھذا یملک وبالنظر الی ذلک لا یملک فلا یملک بالشک ثم اذا لم یکن لہ نقض قسمتہ کان لہ ان یاخذ نصیب المشتری فی ای جانب کان وعن ابیحنیفۃ انما یاخذہ اذا وقع فی جانب الدار التی یشفع بہا لانہ لم یبق جارا فیما یقع فی الجانب الاخر۔

ولہذا تقسیم کے اندر بیع کے احکام جاری ہوتی ہین مثلاً عیب کی وجہ سے واپس کرنے کا اختیار یا خیار رویت وغیرہ پس بلحاظ مبادلہ کے شفیع کو ابطال تقسیم کا اختیار ہونا چاہیے۔ اور بلحاظ علیحدگی کے اختیار نہونا چاہیے پس بسبب شک ہو جانے کے اسکو اختیار نہوگا۔ اور جب اوسکو تقسیم کے باطل کرنے کا اختیار نہوا توجسطرف مشتری کے حصہ مین نصف مکان آیا ہو شفیع اسکو لے سکتا ہے مگر ابو حنیفہ رح سے مروی ہے کہ اس صورت مین مشتری کے حصہ کو شفیع اُسوقت لے سکتا ہے کہ وہ حصہ شفیع کے مکان کی جانب

(۱۰۹) وللعبد المدیون الاخذ بالشفعۃ من سید لا صورتہ رجل باع دارا وللبائع عبد ماذون لہ فی التجارۃ وعلیہ دین یحیط بمالہ ورقبتہ فللعبد ان یاخذ الدار بالشفعۃ لانہ کالاجنبی عنہ حینئذ

(۱۰۹) اگر ایک شخص نے ایک مکان فروخت کیا اور اُسکا ایک غلام ہے جسکو اُسنے تجارت کرنے کی اجازت دے رکھی ہے اور یہ غلام اسقدر قرضدار ہے کہ اوسکی ذات اور نیز اوسکا مال قرضے کے اندر مستغرق ہے تو یہ غلام بذریعہ شفعہ کے اوس مکان کو لے سکتا ہے اسلیے کہ ایسے وقت مین اوس غلام کو اجنبی کا حکم ہے۔

(۱۱۰) کعکسہ ای کعکس الحکم المذکور وھو ما اذا کان العبد ھو البائع فلمولاہ الشفعۃ لما ذکرنا بخلاف ما اذا لم یکن علیہ دین و العبد بائع لان بیعہ لمولاہ ولا شفعۃ لمن بیع لہ علی ما مر بخلاف ما اذا اشتری لانہ ابتیع لہ وقد مر ان من ابتاع او ابتیع لہ لا تبطل شفعتہ۔

(۱۱۰) اگر صورت مذکورۂ بالا کے برعکس صورت ہے یعنے یہ غلام کوئی مکان فروخت کرے تو اوسکے مالک کو بہی شفعہ ثابت ہوگا اسیواسطے کہ وہ اجنبی کے حکم مین ہے بخلاف اوس صورت کے کہ غلام پر کسی کا قرض نہوا اور وہ مکان فروخت کرے تو چونکہ یہ بیع مالک کیطرف سے ہوگی اسلیے مالک کا شفعہ نہوگا اور اگر کوئی مکان خریدے تو مالک کا شفعہ قائم رہیگا اسلیے کہ جسکے لیے مکان خریدا جائے اوسکا شفعہ مکان مین باطل نہین ہوتا۔

* * * * * *

(۱۱۱) وصح تسلیم الشفعۃ من الاب والوصی والوکیل عندھما وقال محمد لا یجوز والصبی علی شفعتہ اذا بلغ

(۱۱۱) اگر نابالغ کیطرف سے باپ یا باپ کا وصی یا موکل کیطرف سے وکیل شفعہ کو ترک کردے تو صحیح ہے اور محمد رح کے نزدیک ناجائز ہے بلکہ نابالغ کو بالغ ہونے کے بعد اور موکل کو معلوم ہونے کے بعد شفعہ کا

ہو اور اگر دوسری جانب ہو تو نہیں لے سکتا اسواسطے کہ دوسری جانب کا حصہ ملحق ہو کر جوار ختم ہو گیا ہے۔

والموكل كذلك اذا بلغه الخبر لانه حق ثابت لهما فلا يملكان ابطاله وبه قال زفر ولهما ان هذه في معنى المبادلة وهما يملكانها۔

اختیار ہی اسلیے کہ اس نابالغ اور موکل کو شفعہ کا حق ثابت ہی لیس باپ اور وصی یا وکیل اوسکو باطل نہین کرسکتا زفر رح کا بھی یہی قول ہی ابو حنیفہ اور ابو یوسف رح کی دلیل ہی کہ ترک شفعہ بمبادلہ کے معنے پایجاتے ہین اور وصی وغیرہ کو اوسکا اختیار ہوتا ہی۔

(۱۱۲) وعلى هذا الخلاف بطلان الشفعة بسكوت الاب والوصي عند العلم بالشراء وهذا اذا بيعت بمثل قيمتها۔ وان بيعت باكثر من قيمتها بما لا يتغابن الناس في مثله قيل جاز التسليم بالاجماع لان النظر متعين فيه وقيل لا يجوز التسليم بالاجماع وهو الاصح لانه لا يملك الاخذ فلا يملك التسليم كالاجنبي وان بيعت باقل من قيمتها بمحاباة كثيرة فعن ابي حنيفة لا يصح تسليم الاب والوصي ولا رواية عن ابي يوسف والمراد بالوكيل هنا الوكيل بطلب الشفعة واما الوكيل بالشراء فتسليمه الشفعة صحيح بالاجماع وكذا سكوته اعراض بالاجماع۔

(۱۱۳) اگر نابالغ کے باپ یا باپ کے وصی کو بیع کا علم ہو اور یہ سکوت کرلین تو بطلان شفعہ مین وہی اختلاف ہی جیساکہ اوپر بیان ہوا مگر یہ اختلاف اوسوقت ہی کہ وہ مکان معمولی قیمت سے فروخت ہوا اور اگر اسقدر زیادہ قیمت سے فروخت ہوا کہ لوگ اتنا نقصان نہین اوٹھا سکتے تو بعض کا قول ہی بالاتفاق شفعہ باطل ہو جاتا ہی اسلیے کہ اوسمین نابالغ کی خیرخواہی ہی اور بعض کہتے ہین بالاتفاق نابالغ کا شفعہ قائم رہتا ہی اور یہی قول صحیح ہی اسلیے کہ جب باپ وغیرہ کو لینے کا اختیار نہین ہی تو ترک کرنے کا بھی اختیار نہین ہی بلکہ اونکو اجنبی کا حکم ہی اور اگر وہ مکان بہت رعایت کرکے نہایت کم قیمت سے فروخت ہوا تو ابو حنیفہ رح سے مروی ہی کہ باپ وصی کا ترک شفعہ کرنا صحیح نہوگا اور ابو یوسف رح سے اوسمین کوئی روایت نہین ہی۔ اور وکیل سے متن مین وہ شخص مراد ہی جسکو طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا گیا ہو اور اگر خریدنے کے لیے وکیل کیا ہی تو بالاتفاق اوسکا شفعہ کو ترک کردینا صحیح ہی اور نیز اوسکا سکوت کرنا بالاتفاق اعراض ہی۔

(۱۱۳) ثم الوكيل بالشفعة انما يصح تسليمه اذا كان في مجلس القاضي عند ابي حنيفة وعند ابي يوسف يصح في مجلس القاضي وغيره وعند محمد وزفر لا يصح تسليمه اصلا ولو اقر هذا الوكيل على موكله بانه سلم الشفعة جاز اقراره عليه عندهما اذا كان في مجلس القاضي وان كان في غيره فلا يجوز الا انه يخرج من الخصومة

(۱۱۳) ابو حنیفہ رح کے نزدیک وکیل بالشفعہ کا شفعہ کو ترک کرنا قاضی کے روبرو صحیح ہوتا ہی اور ابو یوسف رح کے نزدیک مطلقاً صحیح ہو جاتا ہی خواہ قاضی کے روبرو ہو یا نہو اور محمد اور زفر رح کے نزدیک اسیطرح اوسکا شفعہ کو ترک کرنا صحیح نہین ہی۔ اور اگر یہ وکیل یہ بات کا اقرار کرے کہ میرے موکل نے شفعہ کو چھوڑ دیا ہی تو صاحبین رح کے نزدیک اوسکا اقرار صحیح ہی بشرطیکہ قاضی کے روبرو ہو ورنہ صحیح نہوگا مگر یہ وکیل پیروی نہو سکیگا اور ابو یوسف رحمہ اللہ کے

وقال ابو يوسف يجوز مطلقا وقال زفر لا يجوز مطلقا وهي مسئلة اقرار الوكيل بالخصومة وموضعها في كتاب الوكالة والله اعلم وعلمه اتم